قطبِ عالم شمع بزمِ عارفان

سِراجِ اہلِ تقویٰ

سیّدی ابوالبرکات

قدس اللہ سرّہ العزیز

○

ترتیب

سیّد محمود احمد رضوی

سراجِ اہلِ تقویٰ سیّد احمد

سیّدی ابوالبرکات

قدس سرّہ العزیز

مرتّبہ

سیّد محمود احمد رضوی

ناشر: شعبۂ تبلیغ دار العلوم حزب الاحناف لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۵

کتاب ــــــــــــــ سیّدی ابوالبرکات

مرتب ــــــــــــــ سیّد محمود احمد رضوی

ابتدائیہ ــــــــــــــ شیخ طریقت ڈاکٹر سیّد مظاہر اشرف
ــــــــــــــ الاشرفی الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ کراچی۔

کتابت ــــــــــــــ محمد ابن برکاتی قصوری

طبع اوّل ــــــــــــــ پریس لاہور

ناشر ــــــــــــــ شعبہ تبلیغ حزب الاحناف لاہور۔

ھدیہ ــــــــــــــ

یہ کتاب جولائی ۱۹۷۹ء کو شروع کی اور اللہ کے فضل سے اگست ۱۹۷۹ء
صرف ایک ماہ میں مرتب ہوگئی۔ بہت مضامین اور حالات وواقعات
ابھی باقی ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اضافہ کی کوشش کی جائے گی

سیّد محمود احمد رضوی

ترتیب

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۵

کتاب ــــــــــــ سیّدی ابوالبرکات

مرتب ــــــــــــ سیّد محمود احمد رضوی

ابتدائیہ ــــــــــــ شیخ طریقت ڈاکٹر سیّد مطاہر اشرف

ــــــــــــ الاشرفی الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ کراچی۔

کتابت ــــــــــــ محمد ابن برکاتی قصوری

طبع اوّل ــــــــــــ پریس لاہور

ناشر ــــــــــــ شعبہ تبلیغ حزب الاحناف لاہور۔

ھدیہ ــــــــــــ

یہ کتاب جولائی ۱۹۷۹ء کو شروع کی اور اللہ کے فضل سے اگست ۱۹۷۹ء صرف ایک ماہ میں مرتب ہوگئی۔ بہت مضامین اور حالات وواقعات ابھی باقی ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اضافہ کی کوشش کی جائے گی

سیّد محمود احمد رضوی

ترتیب

انتساب

والد محترم امام اہلسنّت استاذ العلماء شیخ المحدثین مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ الحاج ابوالبرکات سیّد احمد صاحب قادری اشرفی قدس سرہ العزیز کی سیرت مبارکہ پر مشتمل ان اوراق کو آپ کے محب مخلص اور عزیز دوست ——— حضرت محترم الحاج چودھری بابو سراج الدین صاحب مدظلہ العالی سے منتسب کرتا ہوں۔ جو ابتداء ہی سے دارالعلوم حزب الاحناف کے بے لوث سرپرست اور مربی ہیں اور نام و نمود سے بے نیاز شخصیت ہیں۔ جن کی محبت و شفقت ہمارے لیے حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد باعث سکون و قرار ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کا سایہ دراز فرمائے اور ان کو اور ان کے فرزندان برادر محترم جناب چودھری محمد اعظم صاحب و چودھری محمد قاسم صاحب و جناب چودھری محمد اکرم صاحب زیدہ مجدہم کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور ہر بلا و مصیبت سے محفوظ و مصئون رکھے۔ امین

○ سیّد محمود احمد رضوی

امام اہلسنت سید المفسرین رئیس المحدثین شیخ المشائخ مفتی اعظم پاکستان سراج اہل تقوےٰ

حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب

رضوی مشہدی قادری اشرفی قدس سرہ العزیز کی

مختصر سوانح حیات ○ سیرت و کردار کی ایک جھلک

دینی و ملی خدمات پر ایک نظر ملفوظات برکاتیہ

○

شیخ المحدثین حضرت ابو محمد محمد سید دیدار علی شاہ صاحب

محدث الوری قدس سرہ العزیز کی مختصر سوانح

○

عقائد نامہ مرتبہ امام اہلسنت

بزم برکاتیہ مقاصد اور لائحہ عمل

○

ابتدائیہ

حضرت پیرِ طریقت ڈاکٹر سیّد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہٗ

امیر حلقہ اشرفیہ کراچی۔

برِ صغیر پاک و ہند میں علماء و مشائخ اہلسنت نے دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ محتاجِ بیاں نہیں ہیں۔ یہ ہی وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جنہوں نے علومِ اسلامیہ کی ترویج کتاب و سنت کی اشاعت اسلام کی سربلندی شعائرِ اسلامیہ و اقدارِ دینیہ کے تحفظ اور ملت کی صحیح رہنمائی کی خاطر اپنی زندگی کو وقف کئے رکھا اور مسلمانوں کے ایمان و عمل کو قوت و تازگی بخشی۔ اندھیروں میں علم و عرفان کے چراغ روشن کئے۔ اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری کو دلائل و براہان سے مزین کر کے اس طرح پیش کیا کہ ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور بے شمار گم گشتگان بادیۂ ضلالت راہِ ہدایت پا گئے۔

یہ ہی وہ خیارِ امت ہیں۔ جنہوں نے اپنے علم و عمل سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلم اقوام کے اذہان پہ بھی اسلام کی صداقت اور حقانیت کے ان مٹ نقوش ثبت کر دیئے۔ ناساز گار حالات اور باطل کے سرکش طوفانوں کے باوجود اسلام کی شمع کو روشن و منور رکھا اور اسلام کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ ابتلاء و آزمائش کے ہر دور میں حق و صداقت کے عَلَم بلند رکھے اور بلا خوف و خطر طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر رہ کر اسلام کی سربلندی اور دین کی اشاعت و تبلیغ کے لیے

سرگرم عمل رہے۔ انہیں مردانِ حق میں سلسلہ قادریہ اشرفیہ کی وحیدِ عصر شخصیت دنیائے اہلسنت کے امام طریقت و شریعت کے جامع۔ معقول و منقول کے استاذ۔ دینِ اسلام کے آفتاب۔ تقویٰ و طہارت کے ماہتاب خلوص وللہیت کے چراغ۔ امام المحدثین، شیخ المفسرین، سیّد المتکلمین، استاذ العلمار مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب رضوی مشہدی قادری اشرفی قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی بھی ہے جن کی مختصر سوانح حیات انہیں کے فاضل فرزندِ ارجمند ممتاز عالمِ دین حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی اشرفی نے مرتب کی ہے۔

اسلاف و اخیار کا اور ان کی سیرت و کردار کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بھی ہے۔ قرآن و سنت نے احکام و مسائل کے ذکر کے ساتھ انبیاء و اصفیاء اور اولیار ایسی پاک شخصیتوں سے بھی روشناس کرایا ہے تاکہ سلفِ صالحین کی تابندہ و درخشندہ سیرت سرکشی نفس کے دھندلکوں میں رہنمائی کا کام دے ——— بلاشبہ سیّدی ابوالبرکات کے عنوان سے حضرت استاذ العلمار مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب علیہ الرحمہ کی سیرت و سوانح پر مشتمل یہ تذکرہ ملتِ اسلامیہ کے لئے روشنی کا مینار ثابت ثابت ہوگا۔ اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم سے ڈگمگاتے قدموں کو حق و صداقت پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت ملے گی۔ اور سیدِ اشرفی کی پاکیزہ سیرت رشد و ہدایت کا سامان مہیا کرے گی۔ حضرت علامہ رضوی نے مفتیٔ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی سوانح حیات مرتب کر کے جہاں اپنے ملی و اخلاقی فرض کو ادا کیا ہے۔ وہاں اکابرینِ امت کے وارثوں کو یہ سبق بھی دیا ہے کہ اپنے بزرگوں اور محسنوں کو یاد رکھنے اور ان کے احسانات کا اعتراف کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ علامہ رضوی نے حضرت قبلہ سیّد صاحب

علیہ الرحمہ کی سوانح حیات مرتب کر کے رجسے وہ مختصر سوانح کہتے ہیں۔ حالانکہ ایک جامع سوانح ہے) دوسرا سبق یہ دیا ہے کہ غیور اور خوددار افراد دوسروں کی بیساکھیوں کا سہارا نہیں تلاش کیا کرتے ___ انہیں جو کام کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے فضل و کرم مانگ کر اپنے عزم و ارادہ سے اسے تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علامہ رضوی کو ایسی عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ جس کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ تن تنہا خود اسے انجام دے دیتے ہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

بلاشبہ حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملت اسلامیہ کی آن۔ اہلسنت و جماعت کی آبرو اور دین و دنیا کی رونق تھے۔ ان کی مبارک زندگی اور ان کی تعلیمات مشعل راہ بھی تھی اور حیات قلب و جگر کا باعث بھی وہ علم و فضل اور خلوص و تقویٰ کے ایک ممتاز مقام پر فائز تھے اور میرے لیے تو ان کی ہستی اس لیے بھی بہت قابل احترام اور واجب التعظیم ہے وہ اعلیٰ حضرت امام العارفین حضرت ابو احمد سید علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی قدس سرہ العزیز سے بلاواسطہ فیض پاکر سلسلہ قادریہ اشرفیہ میں خلعت خلافت سے مشرف تھے۔ وہ سلسلہ اشرفیہ کے بھی ایک ممتاز بزرگ اور نہایت ہی محترم شخصیت تھے۔ ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ آپ کی اولاد میں علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ جیسا علم و فضل میں یکتا جید اور ممتاز عالم دین ہم میں موجود ہے۔ جو آپ کے مشن کو چلانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ انشاء العزیز وہ بھی اپنے والد

محترم کی طرح خدمتِ دین کا ایک معیار قائم کریں گے۔ اس موقع پر تحدیثِ نعمت کے طور پر میں یہ عرض کروں گا کہ علاّمہ رضوی مدظلہ پر یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ موصوف اپنے عظیم باپ حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی حیات ہی میں علم وفضل کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے ہیں اور آپ کی دینی ملی اور سیاسی وسماجی کارناموں اور خدمات کے بیان واظہار کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بہت کم افراد ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں علاّمہ رضوی کی طرح یہ مرتبہ بلند ملتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاندین وحاسدین کے شر سے محفوظ و مصئون رکھے اور ان کے علم وفضل میں دِن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور وہ صحت وسلامتی کے ساتھ خدمتِ دین وملت کے فریضہ کو ادا کرتے رہیں۔ آمین

سیّد منظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی کراچی

۲، رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

عرضِ اوّلین

حضرت والد محترم استاذ العلمائ شیخ المحدثین، سیّد المفسرین، پیر طریقت، رہبر شریعت امام اہلسنت سراج اہلِ تقویٰ، علامہ الحاج مولانا ابوالبرکات سیّد احمد صاحب رضوی مشہدی قادری اشرفی امیر دار العلوم حزب الاحناف (قدس سرہ العزیز) کی سوانح حیات دینی و مذہبی خدمات اور قومی و ملی کارناموں کا دائرہ بہت وسیع ہے ان امور پہ مفصل گفتگو تو ایک جامع سوانح حیات ہی میں ہو سکتی ہے۔ جس کے مرتب کرنے کے لیے بہر حال وقت درکار ہے۔ احباب کرام کا اصرار تھا کہ پہلے عرس کے موقع پر آپ کی سیرت مقدسہ و اخلاق حمیدہ اور زندگی کے حالات مفصل نہیں تو مجمل ہی مرتب کر کے پیش کر دیئے جائیں کیونکہ آپ کا تذکرہ احباب کی تسکین قلب کا باعث ہوگا۔ چنانچہ راقم الحروف نے ان اوراق میں نہایت اختصار کے ساتھ احباب کرام کے حکم کی تعمیل بھی ہے اور اپنا فرض بھی ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مفصل سوانح حیات کی ترتیب کا ارادہ بھی ہے۔ مگر اس کے لیے حضرت کے متوسلین احباب کرام خصوصاً تلامذہ اور علماء و مشائخ اہلسنت کرم فرما کر اپنے تاثرات مرتب کر کے ارسال فرما دیں تو ترتیب سوانح میں بہت مدد مل سکتی ہے توقع ہے کہ حضرات خصوصی توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ نیز حضرت کے

تلامذہ کا تذکرہ بھی مرتب کرنا ہے۔ حضرت کے تلامذہ کرام راقم الحروف کو نام پتے اور مختصر کوائف سے مطلع فرمادیں تو اس کام کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ احساس و ذمہ داری کی ضرورت ہے آج تاریخ کے صفحات پر دوسروں کے اکابر ہی نہیں اصاغر تک حالات نظر آجاتے ہیں۔ مگر اہلسنت وجماعت کے عظیم وجلیل علماء ومشائخ جو واقعی علم وفضل کے آفتاب ومہتاب تھے اور جن کی دینی وملی وقومی کارناموں کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ صرف ان کے حالاتِ زندگی مرتب ہو کر شائع نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان سے ناواقف اور صفحاتِ تاریخ ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس اہم کام کی طرف توجہ دیں۔ اپنے اسلاف اپنے اکابر اپنے مشائخ اپنی سیاسی وسماجی شخصیتوں کے کارناموں سے عوام کو روشناس کرایا جائے۔ اس سلسلہ میں جناب پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی۔ مولانا عبدالحکیم صاحب شرف۔ جناب رضاء المصطفےٰ اچشتی۔ مجلس رضا کے صدر حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری خصوصاً پروفیسر علامہ محمد مسعود احمد صاحب زیدہ مجدہم کی مساعی بہت ہی قابلِ قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کے اس جذبہ میں مزید قوت عطا فرمائے۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کے حالات اور سیرت وکردار کو پیش کرنے میں راقم نے جذبات عقیدت کو بنیاد بنانے کی بجائے حقائق وشواہد کو معیار بنایا ہے غلو ومبالغہ سے پرہیز کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے اور جو صفت اور کمال ان میں تھا اسے پوری دیانت داری سے پیش کیا ہے اس پر بھی مجھے اپنے تحریر کردہ امور کے حرفِ آخر ہونے کا دعویٰ نہیں ہے۔ خامی وغلطی کا امکان ہے جو صاحب کسی واقعی خامی کی نشاندہی فرمائیں گے اسے قبول کرنے اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دینے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے بلکہ ایک صحیح بات کو قبول کرنے کو سعادت سمجھتا ہوں۔ البتہ واقعات مندرجہ کے "سن" میں ممکن ہے غلطی ہو اس کی وجہ یہ

ہے واقعات سے متعلق مصدقہ مواد میں کہیں سن عیسوی ہے اور کہیں ہجری ہے راقم نے صد سالہ جنتری سے دونوں "سنوں" کو مطابق کیا ہے، اس مطابقت میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ مگر واقعہ بہرحال درست و صحیح ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے اور آپ کی سیرت و کردار کو اپنانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

شکریہ

راقم الحروف ملک کے نامور اور ممتاز خطاط اور فنِ کتابت میں یکتا و بے نظیر جناب محترم حافظ محمد یوسف صاحب سدیدی زیدہ مجدہ کا مشکور و ممنون ہے کہ آپ نے بکمالِ شفقت و محبت "سیدی ابوالبرکات" کا ٹائیٹل تحریر فرمایا۔

سیّد محمود احمد رضوی

مختصر سوانح حیات علامہ ابو البرکات قدس سرہٗ العزیز

والد محترم۔ سراجِ اہلِ تقویٰ امام اہل سنت سید المحدثین استاد العلماء حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب شیخ الحدیث و امیر دار العلوم حزب الاحناف لاہور کا شمار ان معدودے چند علماء میں ہوتا ہے جن کی علمی فضیلت تقویٰ و طہارت اور عظمت کردار کو اپنے اور پرائے سب ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ آپ آسمانِ علم و حکمت کے مہر درخشاں تھے۔ جن کی ضیاء پاشیوں سے ہزاروں طالبانِ رشد و ہدایت فیض یاب ہو کر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ تقویٰ و طہارت، خدا خوفی ایثار و قربانی اور حسنِ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ تفسیر حدیث۔ اصول۔ میراث۔ منطق و فلسفہ طب اور ادب ایسے علوم عالیہ اسلامیہ میں امام فن کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور اپنے علمی و عملی کمالات اور جامعیت میں قدماءِ سلف کی سچی یادگار تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی علوم اسلامیہ قرآن و حدیث فقہ و تفسیر کی تدریس اور دعوت میں صرف کی آپ نے تقریباً ستاون ۵۷ سال صحاح ستہ کا درس دیا۔ ہزاروں بندگانِ خدا آپ سے دینی تعلیم حاصل کر کے برصغیر پاک و ہند میں دینی علوم کی تدریس و تبلیغ کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اور آج پاک و ہند کے تقریباً ہر مقام پر آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ خدمت دین میں مصروف و مشغول ہیں۔

قبلہ والد صاحب قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی علم و عمل شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی آپ صدق و صفا کے مجسمہ ورع و تقویٰ اور استغناء کے پیکر۔ نصیحت و حق گوئی میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کا شمار ان جامع الکمالات شخصیتوں میں ہوتا ہے جن پر دنیائے سنت خصوصاً اور عالم اسلام عموماً فخر کر سکتا ہے۔ آپ نہ صرف اپنے دور کے جید عالم۔ محدث۔ اور مفتی تھے بلکہ مرشد کامل بھی تھے ہزاروں افراد آپ کی تربیت و تزکیہ۔ اور بیعت ارشاد سے فیضیاب ہو کر شریعت کی پابندی و

استقامت علی الحق کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

آپ نے ہمیشہ حق وصداقت کا ساتھ دیا۔ کوئی خوف لالچ اور مصلحت راہ حق میں آپ کے لئے دیوار نہ بن سکی۔ اہل سنت کی تنظیم وتعمیر مسلک حقہ اہل سنت کی تبلیغ۔ اور دو قومی نظریہ کے فروغ اور تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے آپ کی خدمات تاریخ کا زریں باب ہیں۔ ضعیفی وعلالت میں بھی آپ نے پاسبانی ملت کا فریضہ بخیر وخوبی انجام دیا۔ والد محترم کا اسم گرامی سید احمد۔ کنیت ابو البرکات۔ لقب۔ سراج اہل تقوی ہے۔ آپ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء ریاست الور کے ایک عظیم دینی وعلمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا ہے آپکے آباؤ اجداد مشہد سے بلگرام پھر فرخ آباد۔ اور آخر میں ریاست الور میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے اجداد میں حضرت سید اسماعیل رضوی مشہدی پہلے بزرگ ہیں جو وارد ہندوستان ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم شیخ المحدثین حضرت مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب رضوی مشہدی قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ مدرسہ قوت الاسلام میں حاصل کی اور پھر اپنے والد محترم سے صرف و نحو۔ اصول۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر حضرت صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے مدرسۂ اہل سنت مراد آباد میں داخلہ لیا۔ اور درس نظامیہ کی آخری موقوف علیہ کتابیں پڑھیں جامع نعیمیہ مراد آباد میں آپ نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے زیر تربیت مناظرہ۔ توقیت فلکیات اور فلسفہ

نمبر۱ اس دور میں مدرسہ قوت الاسلام راجپوتانہ کے علاقہ میں اہل سنت کی واحد دینی درسگاہ تھی۔ یہ مدرسہ ۱۳۰۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۰ء میں قائم ہوا تھا حضرت مولانا شاہ رکن الدین صاحب الوری مجددی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا سید ارشاد حسین صاحب زیدی بھی حضرت امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے تلامذہ سے ہیں۔

میں بھی مہارت حاصل کی۔ فنِ طب کی کچھ کتابیں بھی آپ نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے پڑھیں جو خود بھی طبیبِ حاذق تھے۔ پھر آپ کی ہدایت سے طب کی باقاعدہ تعلیم و تربیت شفاء الامراض کے مصنف حکیم مولانا نورکریم کے شاگرد ...... صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور ان کے مطب مراد آباد میں طب کی عملی تربیت بھی حاصل کی۔

والد محترم کے استادِ مکرم حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ ــــــ مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ تمام فنون عقلیہ نقلیہ کے جامع اور امام تھے۔ اعلیٰحضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے بھی آپ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ آپ نے ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں مدرسہ انجمن اہلسنت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں اس کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا۔ آپ کے تبحرِ علمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اپنی تصنیف الطاری الداری کا مسودہ آپ کو دکھایا اور جب آپ نے بعض ترمیمات کیں تو اعلیٰحضرت نے انہیں قبول فرمالیا۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں علم غیب کے موضوع پر ایک نہایت علمی کتاب الکلمۃ العلیا تالیف فرمائی۔ تفسیر خزائن العرفان آپ کے علم و فضل کا شاہکار ہے آپ نے ساری زندگی درس و تدریس اور مسلمانانِ ہند کی بھلائی و بہتری کی سرانجام دہی میں گزاری۔ آپ سے فیض یافتہ علماء کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حضرت علامہ ابوالبرکات، حضرت مفتی محمد عمر، حضرت علامہ ابوالحسنات علامہ پیر کرم شاہ مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم ایسے اکابر اہلسنت آپ کے شاگرد ہیں۔ نظریہ پاکستان کی حمایت میں بنارس سنی کانفرنس کے داعی آپ ہی ہیں۔ تحریکِ خلافت، ترک موالات، ہندو مسلم اتحاد کے دور میں آپ نے

تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک اسلام کے صحیح پیغام کو پہنچایا اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔ ۱۹، ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۲، اکتوبر ۱۹۴۸ء مراد آباد میں واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے احاطہ میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ اپنے وقت کے بحر العلوم تھے۔ آپ میرے والد محترم سے بہت محبت و شفقت فرماتے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے حضرت صدر الافاضل نے آپ کو سراج اہل تقویٰ کا لقب دیا تھا۔ مدرسہ اہل سنت جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے والد محترم شیخ المحدثین حضرت مولانا ابو محمد محمد سید دیدار علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز ——— ——— سے دورہ حدیث دوبارہ پڑھا اور حدیث کی خصوصی سند اور تمام سلاسل اولیاء کے معمولات و وظائف کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ دورہ حدیث دوبارہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد محترم شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے قطب وقت امام المحدثین حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب۔ گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز سے حدیث کا درس لیا تھا اور انہیں کے دست حق پرست پر بیعت بھی تھے۔ حضرت شاہ صاحب گنج مراد آبادی حضرت شیخ الحدیث شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔ حدیث کی یہ سند پورے پاک و ہند میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ کیونکہ اس سند میں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تک صرف ایک واسطہ ہے۔ چنانچہ اس متبرک اور یگانۂ روزگار سند کے حصول کے لئے اپنے والد مکرم سے دوبارہ حدیث کا درس لیا۔ اور فیوض و برکات اکابر سے فیض یاب ہوئے۔

مدرسہ اہلسنت (جامعہ نعیمیہ) مراد آباد سے آپ کی فراغت کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی کیونکہ جامعہ کی سند اتنی بوسیدہ ہے کہ تاریخ پڑھی نہیں جاتی اندازہ یہ ہے ۱۳۳۳ھ میں جامعہ نعیمیہ سے سندِ فراغت حاصل کی اور اسی سال ۱۹۱۵ء کے آخر میں اپنے والد محترم حضرت محدّث الوری علیہ الرحمہ اور اپنے استاد مکرم حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی زیر تربیت رہے۔ آپ دوسرے علماء کے ساتھ فتویٰ نویسی پر مامور ہوئے جس کی نگرانی اعلیٰحضرت فرماتے تھے۔ فتویٰ رضویہ کی جلد اول اور بہار شریعت کے پہلے حصے آپ کی نگرانی میں طبع ہوئے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے تمام علوم عالیہ اسلامیہ قرآن و حدیث و فقہ اور سلاسل اولیاء اللہ کے اذکار و اعمال کی خصوصی سند اپنے دستِ خاص سے لکھ کر عطا فرمائی اور سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ اعلیٰحضرت کی عطا فرمودہ قلمی سند پر ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱٦ء تاریخ درج ہے۔

ان دنوں حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ جامع مسجد آگرہ کے خطیب و مفتی تھے۔ آگرہ سیاسی تحریکوں کا مرکز تھا، ہندو مسلم اتحاد کا غلغلہ تھا تحریک خلافت زوروں پر تھی۔ ابوالکلام آزاد مولانا عبدالماجد بدایونی مولانا فاخر الٰہ آبادی ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ اور حضرت امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ دو قومی نظریہ کے حامی اور کانگرس کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے تھے۔ والد قبلہ فرمایا کرتے تھے حالت اس درجہ ابتر تھی کہ والد محترم مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور مجھے ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کی وجہ سے گالیاں دی جاتی تھیں۔ انگریز کا ایجنٹ کہا جاتا تھا۔ علماء اہل سنت کے جلسوں کو درہم برہم کرنے کے لئے سازشیں کی جاتی تھیں۔ ایک دفعہ جامع مسجد آگرہ کے ایک گوشہ میں کانگرس کی تردید کے لئے منعقدہ جلسہ میں حضرت امام اہل سنت (والد محترم،

علیہ الرحمہ تقریر فرما رہے تھے۔ اور دوسرے گوشہ میں ہندو مسلم اتحاد کے حق میں کانگرسی علماء کا جلسہ تھا کانگرسیوں نے مسجد کے دروازہ پر شہد کی مکھیوں کے چھتہ کو چھیڑ دیا تاکہ ہمارے جلسہ میں افراتفری پھیلے شہد کی مکھیاں بھنبھنا کر ہمارے جلسہ پر حملہ آور ہونا ہی چاہتی تھیں کہ میں نے اعلان کیا کہ سب مسلمان حسبی اللہ ونعم الوکیل کا ورد کریں چنانچہ اس وظیفہ کا ورد کیا گیا تو اللہ کی شان شہد کی مکھیاں کانگرس کے جلسہ کی طرف لوٹ گئیں اور ان کا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کے آغاز ہی میں حضرت شیخ المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ مستقل سکونت کے ارادہ سے لاہور تشریف لے آئے تو آپ کی جگہ قبلہ والد صاحب جامع مسجد آگرہ کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے۔ یہ دور بڑا پر آشوب تھا۔ نت نئے فتنے اٹھ رہے تھے حضرت والد قبلہ نے دوران خطابت آگرہ درس و تدریس وعظ و نصیحت کے سلسلہ کو باحسن وجوہ جاری رکھا۔ اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم رہے۔

۱۳۳۸ مطابق ۱۹۲۰ ہندوستان مختلف تحریکوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تحریک خلافت شباب پر تھی پھر اس کے ضمن میں ترک موالات (نان کو آپریشن) ترک ذبیحہ گاؤ اور ہندو مسلم اتحاد کی تحریکیں اٹھیں۔ انہیں تحریکات کے ذریعہ مسٹر گاندھی نے نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے مسلمانوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم کیا اور وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے محبوب لیڈر بن گئے المیہ یہ تھا۔ گاندھی کی سیاسی ساحری نے عوام تو عوام خواص کو اور ملک کے جید علماء کو بھی اپنے دام میں پھنسا لیا۔ محمد علی، شوکت علی، حکیم اجمل خاں دہلوی مولانا عبد الباری فرنگی محل۔ مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا

حسرت موہانی، ایسے جید علماء بھی ۔ گاندھی کی قیادت پر فخر کرنے لگے۔

مولانا عبدالماجد بدایونی صاحب نے اپنے خطبہ صدارت منعقدہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں کہا کہ اگر کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد واعانت سے گریز کرے اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اسے کافر کہنے میں کسی قسم کا کوئی پس وپیش نہ ہوگا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر میں کہا اگرچہ وہ نماز کا پابند ہو اور روزے رکھتا ہو لیکن خلافت کا منکر ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اخبار مدینہ بجنور نمبر ۷ جلد ۹ ص ۱، ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء۔

اگر کوئی طاقت ہندوستان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا صرف یہ ہی فرض نہیں کہ وہ حملہ آور سے مقابلہ کریں بلکہ اگر ایک ہندو قتل ہوجائے تو دس مسلمان اس کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہوجائیں گے۔

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محل مرحوم نے اپنے ایک مکتوب بنام خواجہ حسن نظامی میں لکھا فیقرنان کوآپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سرودست اس شعر کے موافق ہے۔

عمر یکہ بابات وحدیث بگذشت   رفتی ونثار بت پرستی کردی

محمد عبدالباری ۲۵ شوال ۱۳۳۸ فرنگی محل لکھنو

ہندو مسلم اتحاد نے یہ رنگ اختیار کرلیا کہ گاندھی کے متعلق یہاں تک کہا گیا کہ اللہ نے ان کو تمہارے لیے مذکر بنا کر بھیجا ہے"۔ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ پھر مسلمانوں نے ہندوؤں کی خوشنودی ہندو مسلم اتحاد اور متحدہ قومیت کے نشہ میں مخمور ہوکر اپنے ماتھے پر قشقے لگائے۔ رامائن کی پوجا اور رام لچھن کی مورتی پر پھول چڑھائے۔ مشہور

مشرک اور دشمن اسلام شردھانند اور تلک کی ارتھی کو کندھا دیا اس کی جے پکاری خارج خدا بلیں اس کے لیے دعاء مغفرت کی۔ ہندو لیڈروں کو منبر رسول پر بٹھایا گائے کا گوشت کھانے والوں کو کمینہ قرار دیا۔ یہاں تک کہا گیا کہ ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا راضی ہوگا۔ گاندھی کی شان میں خطبے پڑھے گئے۔ اسے فخر قوم کا لقب دیا گیا۔ بریلی میں گاندھی آیا تو اس کی شان میں یہ شعر کہے گئے۔ ؎

ہیں جن کو دیکھ کر مہر اور مرشد رہ آئے ہیں
جھکاتے ہیں ملائک جن کے آگے سر وہ آئے ہیں

ہندو مسلم اتحاد کے اس جذباتی عمل نے وحدت ادیان کے نظریہ کو بھی تقویت پہنچائی اور کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ حصول نجات کا ذریعہ صرف اسلام ہی نہیں ہے بلکہ ہر مذہب وملت میں رہ کر بھی نجات مل سکتی ہے۔

گاندھی اور نہرو کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان کی ساری آبادی ایک قوم ہے۔ یعنی ایک ایسی قومیت کی تشکیل کی جائے۔ جس کی بنیاد جغرافیائی حدود پر ہو نہرو بار بار اپنی تقریر میں یہ کہتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ ہندوستان ایک متحدہ قومیت ہو مولوی حسین احمد مدنی نے گاندھی و نہرو کی خواہش کے مطابق جنوری ۱۹۳۸ء کے اجلاس دہلی میں کہا تھا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں (اخبار مدینہ بجنور ۲۱ فروری ۱۹۳۸ء) اور مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے ۱۹۲۱ء میں فوج و پولیس کی ملازمت کو حرام قرار دیا اور گرفتار ہوئے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی مولوی حسین احمد آف دیوبند کے اس تصور کو منافی اسلام قرار دیا تھا اور اس کی تردید میں ذیل کے اشعار کہے تھے۔

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود و بو سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی!
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی

(ارمغان حجاز)

غرضکہ بکثرت مسلمان۔ متحدہ ہندوستان کے حامی اور متحدہ قومیت کے علمبردار ہو گئے۔ اپنی زبان اپنی تہذیب کے بقا کے لیے ان میں وہ جذبہ نہ رہا۔ جو ملی وحدت کے لیے ضروری ہے۔ وہ مشرکین ہند سے اتنے قریب ہو گئے کہ ان کی خاطر اپنے مذہبی شعائر ترک کرنے پر تیار ہو گئے۔ قرآن و سنت کے واضح احکام کو چھوڑ کر سیاسی سطح پر فلسفہ گاندھی پر عمل کرنے لگے۔ بدعقیدگی اور اسلامی اقدار کی پامالی کی کیفیت اس دور میں تقریباً وہی ہو گئی۔ جو دورِ اکبری میں چشمِ عالم دیکھ چکی تھی۔

ترکِ موالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سادہ لوح مسلمانوں کے لیے تو حکومت وقت کے اداروں میں ملازمت کے دروازہ بند ہو گئے۔ اور ہندو اپنی چالاکی عیاری سے اپنا الو سیدھا کرتے رہے اس سے قبل تحریک ہجرت کا نتیجہ بھی یہ ہی نکلا تھا کہ مسلمان اپنے گھر بار ملازمت کاروبار اور جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھے اور سخت معاشی و اقتصادی بحران کا شکار ہو گئے مگر ہندو اس پریشانی سے بھی محفوظ رہے۔ متحدہ قومیت کا نظریہ کو قبول کرکے مسلمان ہر جگہ ذلیل ورسوا ہوئے ہندوؤں نے اتفاق و اتحاد کی آڑ میں مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکے ڈالے۔ انہیں اسلام سے منحرف کرنے اور اسلامی شعائر کو ترک کرنے کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی۔ ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہندوں نے جہاں بھی موقع دیکھا مسلمانوں کا قتل عام کیا اور انہیں مالی اور اقتصادی نقصان پہچانے کی کوشش کرتے رہے۔

اس دور میں عوام کی صحیح رہنمائی کا فریضہ ادا کرنا اور شریعت اسلامیہ کی رو سے — لیڈرانِ خلافت کے اقدامات پر تبصرہ و تنقید کرنا بڑے دِل گردے کا کام تھا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب اور میرے والد محترم حضرت علاّمہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب، ہی وہ نفوس قدسیہ تھے جو اس پر آشوب دور میں حق و صداقت کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔ یہ حضرات بلاخوف لومۃ و ملائم ہر اس قول و فعل کا بروقت نوٹس لیتے تھے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوتے اور ہر اس اقدام کی مخالفت کرتے جو مسلمانانِ ہند کے ملی مذہبی اقتصادی، سیاسی مفاد کے لیے نقصان دہ ہوتے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ دورِ خلافت میں علماء اہلسنت نے خصوصاً اعلیٰحضرت فاضل بریلوی، حضرت مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف علی گڑھ شیخ المحدثین حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوری، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور میرے والد محترم امام اہلسنت حضرت علامہ ابو البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو موقف اختیار کیا۔ بعد کے حالات و واقعات نے اس کے حق و صواب ہونے اور ہر لحاظ سے مسلمانانِ ہند کے لیے صحیح و درست ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور لیڈرانِ خلافت کے ترک موالات۔ ممانعت ذبیحہ گاؤ، ہندوستان سے ہجرت ایسے اقدامات مسلمانانِ ہند کے لیے مذہبی سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے سخت نقصان دہ ثابت ہوئے بہر حال حالات حق گوئی کے لیے سازگار نہ تھے۔ مذکورہ بالا تحریکیں ہوش کی بجائے جوش اور جذباتیت پر مبنی تھیں۔ ہندو اپنی چالاکی دعیاری سے ہندوستان میں خالص ہندو راج کے قیام کی راہ ہموار کرنے میں کوشاں تھے اور

دوسری طرف مسلمان لیڈر اور المیہ یہ تھا کہ کچھ علم وفضل اور تقویٰ میں ممتاز علما بھی ہندوؤں
کی خوشنودی اور ان کے ساتھ بھائی چارہ کے نشہ میں مخمور ہو کر بے راہ روی کے
دریا میں غوطے کھا رہے تھے۔ اس پر آشوب دور میں سب سے پہلے بریلی سے اعلیٰحضرت
فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آوازِ حق بلند کی اور متحدہ قومیت کے تصور کو منافی اسلام
قرار دیا اور اسلامی شعائر کی اہمیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ مراد آباد میں حضرت
صدر الافاضل مراد آبادی اور آگرہ اور اس کے بعد پنجاب (لاہور) میں میرے دادا
امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری اور میرے والد
محترم مفتیٔ اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
نے حق و صداقت کا پرچم بلند کئے رکھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں یہ ہی چند
حضرات اس سلسلہ میں حق گوئی کے مرکزی کردار تھے۔ ان حضرات نے لیڈران خلافت
کے سیاسی طرزِ عملی کا جائزہ لیا اور بلاخوف ولومتہ لائم ان کے طرزِ عملی کی دینی و ملی
خرابیوں اور نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور یہ بتایا کہ قومیں وطن سے نہیں حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکرِ حسین سے بنتی ہیں۔ جغرافیائی حدود قومیت
کی بنیاد نہیں ہیں۔ بلکہ قومیت کی بنیاد اسلام اور صرف اسلام ہے۔ انہوں نے قوم کو
بتایا کہ ہندوؤں کی رضا جوئی کے لیے قربانی کا ترک شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے
ممنوع ہے آزادی ہند کے لیے کوشش کرنا۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت
سلطنتِ اسلامیہ کی حمایت واعانت ضروری ہے اس کے لیے ہر ممکن تدبیر عمل میں لانی
چاہیئے۔ مگر اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھ کر۔ ہندو مسلمان کا خیرخواہ نہیں ہو سکتا۔ اور
موالات تو ہر غیر مسلم سے حرام و ناجائز ہے جس میں ہندو بھی شامل ہیں۔ چنانچہ انہیں
علماء برحق کی کاوشوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۹۳۳ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ
میں دوبارہ شمولیت اختیار کی اسے مضبوط و مستحکم بنایا اور دو قومی نظریہ کو مسلمانانِ

ہند کا نصب العین قرار دیا اور پھر ۱۹۴۵ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ پھر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اگر اس وقت علماء حق فلسفہ گاندھی کے خلاف محاذ قائم نہ کرتے اور دو قومی نظریہ کے تصور کی حقانیت مسلمانوں کے ذہنوں میں نہ بٹھاتے تو ظاہر ہے کہ آج پاکستان ہمیں نہ ملتا۔ کیونکہ پاکستان کی بنیاد ہی دو قومی نظریہ پر ہے

۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء کے آغاز ہی میں صوبہ یو پی میں شدھی کی تحریک کا آغاز ہوا ہندو سرمایہ داروں نے سوامی شردھانند کی مدد سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے سکیم بنائی تو حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ نے حضرت صدر الافاضل مراد آبادی کی نگرانی اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کے تعاون سے اس فتنہ کے انسداد و استیصال کے لیے ایک تبلیغی جماعت بنائی۔ اس جماعت نے منظم طور پر شدھی کے فتنہ کے سد باب کے لئے کام کیا۔ ملکانہ قوم (جو شردھانند سے بہت متاثر تھی) کو انہیں کے انداز میں اسلام کی تبلیغ کی۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی مؤثر اور تسلی بخش خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم مراد آباد کے ہر شمارہ میں قسط وار شردھانند کے قرآن اور سلام پر اعتراضات کے جوابات تحریر فرمانے شروع کر دیئے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی یہ تحریرات اسلام و قرآن پر غیر مسلموں کے اعتراضات کے مدلل جوابات کا ایک شاہکار ہیں۔ مرکز علوم اسلامی بریلی شریف سے مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب کی زیر سرپرستی اس فتنہ کے استیصال کے لئے لٹریچر کی اشاعت کا کام ہوتا تھا۔ اور والد قبلہ تقریر کے ساتھ ساتھ تبلیغی جلسوں اور متاثرہ علاقوں میں تبلیغی وفود بھیجنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ متھرا۔ بھرت پور۔ بڑودہ۔ گڑگانوان۔ فرخ آباد۔ رہتک

اور دیگر شہروں میں تبلیغ اسلام کے لئے علماء اہل سنت کے وفود بھیجے گئے۔ حضرت مولانا سید غلام بھیک نیرنگ بھی ان وفود میں شامل ہوتے تھے۔

یہ جماعت مولانا حامد رضا خاں صاحب، مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب، بریلوی مولانا قطب الدین اشرفی برہمچاری، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی اور حضرت والد قبلہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب علیہم الرحمہ والرضوان پر مشتمل تھی۔ والد قبلہ فرمایا کرتے تھے :۔

مولانا برہمچاری مرحوم کو ہندو دھرم پر عبور حاصل تھا وہ اپنے شاگرد مولوی غلام قادر اشرفی کے ہمراہ طرح طرح کا بھیس بدل کر تبلیغ اسلام کرتے تھے ان کی تقریر اور عملی کارروائی بڑی موثر ثابت ہوتی تھی۔ مجموعی طور پر علماء اہلسنت کی تبلیغ سے ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ مولانا برہمچاری کی تبلیغ سے تقریباً پچاس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

غرضیکہ فتنہ شدھی کے مقابلہ کے لیے بریلی سے جماعت رضاء مصطفےٰ میدان عمل میں آئی جماعت اشرفیہ اشاعت الحق نے بھی اس سلسلہ میں نمایاں حصہ لیا۔ حضرت والد قبلہ کے پیر طریقت امام العارفین حضرت شاہ سید علی حسین الاشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز نے باوجود کبر سنی کے اس فتنہ کا پوری قوت سے مقابلہ فرمایا۔

ادھر پنجاب میں حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ العزیز کی اور میرے جد امجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خاں و دیگر علماء اہلسنت اس فتنہ کے استیصال کے لیے سرگرم عمل تھے۔ امیر ملت علی پوری علیہ الرحمہ نے انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء میں فتنہ شدھی کے سدباب کے لئے منظم و مؤثر طریق کار کا اعلان فرمایا اور مبلغین اسلام کے دوروں

کے اخراجات کے لئے نقد گیارہ سو روپے اور ایک سو روپیہ ماہوار دیتے رہنے کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ ان بزرگانِ اہل سنت کی مساعی جمیلہ سے اس فتنہ کا تدارک ہوا۔ اسی سن کے آخر میں حضرت والد قبلہ لاہور تشریف لے آئے اور تبلیغ و تدریس میں مصروف ہو گئے۔

فتنہ شدھی کے سد باب کے لیے والد قبلہ کے استاد مکرم صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ نے شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مراد آبادی میں علماء و مشائخ اہلِ سنت کی ایک کانفرنس منعقد فرمائی تھی جس میں حضرت مولانا سید ابو المحمود احمد اشرف کچھوچھوی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا یعقوب حسین صاحب بلاسپوری، مولانا عبد المجید انولوی، مفتی عبد الحفیظ صاحب خطیب آگرہ، امیر ملت حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور حضرت والد قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے شریک ہو کر اسلام کی حقانیت اور شردھانند کے اعتراضات کے جوابات کے موضوع پر تقاریر فرمائیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مؤثر لائحہ عمل طے کیے۔

سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء کے آخر میں جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی خطابت کے لئے آپ کے والد محترم نے آپ کو لاہور طلب فرمایا۔ اور انہیں ایام میں دار العلوم حزب الاحناف کی ابتداء ہوئی اور والد قبلہ اس مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت پورے پنجاب میں پھیلی اور ہندوستان کے دوسرے شہروں سے طالبانِ علوم دینیہ لاہور پہنچنے لگے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماء اہل سنت کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ سید صاحب کی محنت کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی لپیٹ

میں لے لیا۔ طلباء جوق در جوق لاہور پہنچنے لگے مسجد وزیر خان کے وسیع صحن میں دینی علم حاصل کرنے والوں کے جمگھٹے لگ گئے۔ مرزا ظفر علی جج ان دنوں مسجد وزیر خان کے متولی تھے۔ انہیں طلباء کے اجتماع سے اختلاف تھا چنانچہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ نے مسجد وزیر خان سے استعفیٰ دے دیا۔ لیکن اس بے سرو سامانی میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ باغ بیرون دہلی دروازہ میں جمعہ و عیدین کے اجتماع ہونے لگے۔ پھر آپ کے والد محترم مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے لاہور کے سُنی زعما مولانا محرم علی چشتی مرحوم۔ سید محمد امین اندرابی مرحوم خلیفہ مولانا تاجدین مرحوم۔ حاجی شمس الدین صاحب (جنہیں ایڈیٹر زمیندار علامہ بھوسوی لکھتے تھے) کے مشورہ سے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل دی اور اسی انجمن کے نام پر دارالعلوم کا باقاعدہ اعلان کیا گیا۔ اور دارالعلوم حزب الاحناف کی تعمیر و تنظیم کے لئے کوششیں جاری رہیں۔ مسجد وزیر خان سے لنڈا بازار بھیر کی دروازہ بھروائی اگلہ کی مسجد بعد ازاں مائی لاڈو کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ والد محترم اس سارے عرصہ میں تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ آخر میں اندرون دہلی دروازہ لاہور شیر شاہ سوری کے زمانہ کی تین گنبدوں والی مسجد دارالعلوم کے لئے منتخب کی گئی۔ یہ مسجد غیر آباد تھی۔ اس کے صرف آثار باقی تھے چنانچہ انہیں سابقہ آثاروں پر اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے پانچ سو روپے چندہ عطا فرمایا۔ مسجد کے ارد گرد طلباء کی رہائش کے لئے کمرہ جات تعمیر ہوئے۔ تقریباً نو ماہ میں یہ مسجد اور دارالعلوم اپنی پوری تابانیوں، سے جلوہ گر ہو گیا اور ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں دارالعلوم حزب الاحناف پورے نظم و ضبط کے ساتھ جاری ہو گیا۔

دارالعلوم حزب الاحناف کے ابتدائی دور میں درس نظامی کی تدریس کے لئے چار مدرس تھے۔ میرے دادا حضرت امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بخاری و مسلم ابوداؤد کا درس دیتے نماز فجر کے بعد درس قرآن مغرب کے بعد درس حدیث اور جمعہ و عیدین کا خطبہ آپ کے ذمہ تھا۔ مدرس دوم میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمہ تھے جو دورہ حدیث کی بقیہ کتب، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے ساتھ فقہ۔ اصول۔ اور تفسیر بھی پڑھاتے، مدرس دوم مولانا عبدالحنان صاحب تھے دارالعلوم کا سالانہ جلسہ باغ بیرون دہلی دروازہ میں ہوا کرتا تھا جس میں غیر منقسم ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ شرکت فرماتے تھے۔ — سب سے پہلا جلسہ سالانہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء باغ بیرون دہلی دروازہ میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل علماء جن علماء مشائخ اہل سنت نے شرکت فرمائی ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب بریلی۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف۔ حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلی۔ حضرت مخدوم صدر الدین صاحب ملتان۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔ حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری۔ حضرت مولانا سید محمد محدث صاحب کچھوچھہ شریف۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی حضرت مولانا ابوالمحمود احمد اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ۔ حضرت مولانا معوان حسین صاحب مجددی خطیب شاہی مسجد۔ حضرت مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی۔ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری برکاتی۔ مولانا اسرار الحق طوطی ہند رہتکی۔ حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری۔ مولانا رحیم بخش صاحب آروی۔ مولانا عبدالباقی برہان الحق:— حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

دار العلوم حزب الاحناف میں ۱۳۴۲ھ سے لے کر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء جن علماء و فضلاء نے درس نظامی کی تدریس کے فرائض ادا کئے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔ امام اہلِ سنت حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب بانی دار العلوم حزب الاحناف حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب، مولانا عبدالحنان صاحب، مولانا قاضی سراج احمد صاحب، مولانا عبدالجلیل صاحب ہزاروی، مولانا سید شبیر احمد صاحب، استاد العلماء مولانا مہرالدین صاحب، حضرت مولانا سید منور علی صاحب، مولانا حسن الدین ہاشمی حال بہاولپور یونیورسٹی، مولانا نبی بخش صاحب حال مقیم گوجرہ، مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ، راقم الحروف سید محمود احمد رضوی، مولانا عبدالحکیم کابلی، مولانا محمد دین صاحب بدھوی استاد العلماء مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی، مولانا غلام رسول صاحب رضوی حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد، مفتی امین الدین صاحب بدایونی، مولانا حافظ محمد عالم صاحب سیالکوٹی، مولانا امین الحق صاحب، مولانا عبدالرزاق صاحب، مولانا اللہ دتہ صاحب مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی حال خطیب داتا گنج بخشؒ، مولانا عبدالغفور صاحب لاہور۔

۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء حضرت والد قبلہ نے لوکو ورکشاپ لاہور میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ یہاں آپ نے باون سال مسلسل خطبہ جمعہ دیا۔ جمعہ کے اجتماع میں ورکشاپ کے ملازمین کے علاوہ شہر سے کثیر تعداد میں لوگ شامل جمعہ ہوتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے یہاں جمعہ پڑھانے کو میں اس لئے ترجیح دیتا ہوں یہاں کے اجتماع میں لاہور مضافات لاہور بلکہ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی آتے ہیں اور اس طرح میں جو کچھ وعظ کہتا ہوں گرد و نواح کے اکثر مسلمانوں تک پہنچ جاتا ہے آپ کی حیات ہی میں لوکو ورکشاپ کی اس جگہ پر جہاں آپ جمعہ پڑھاتے تھے ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی تھی۔ جمعہ کے اجتماع میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے تھے اور سینکڑوں مسلمانوں نے آپ کے مواعظ

حسنہ کوشش کر مسلک اہل سنت پر استقامت اور اتباع شریعت کی دولت حاصل کی پابندی سے آپ کا وعظ سننے والوں میں ایسے بھی ہیں جو اہم مسائل شریعت پر عبور رکھتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو آج خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے باقاعدہ دینی تعلیم نہیں حاصل کی آپ کے درس اور خطبہ جمعہ کے سننے والوں کے قلوب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور شریعت کی پابندی کا جذبہ موجزن ہو جاتا تھا۔ آپ اپنے وعظ میں انجیل، گرنتھ اور وید کے حوالوں سے اسلام کی حقانیت پر روشنی ڈالتے تو غیر مسلم متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ بہت سے غیر مسلموں نے آپ کا وعظ سن کر اسلام قبول کیا۔

۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء جب نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کے بعد اشرافِ مدینہ مکہ و طائف کے مسلمانوں پر ظلم و ستم شروع کیا مقامات مقدس کی بے حرمتی کی مزارات صحابہ کرام اہل بیت عظام کو انتہائی بربریت و جہالت سے شہید کیا۔ تو مقاماتِ مقدس کے احترام اور اس کے بقا کیلئے پنجاب میں حضرت امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب اور والد قبلہ علیہ الرحمہ نے اس ظلم و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سلسلہ میں آپ نے ضیاء القنادیل۔ وہابیوں کی کہانی۔ قبہ جات کی شرعی حیثیت۔ ایسے تبلیغی ٹریکٹ مرتب کر کے شائع کئے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی طرف سے ۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو حجاز مقدس میں نجدیوں کے مظالم پر احتجاج کے لئے عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا جس میں پنجاب کے علماء و مشائخ نے شرکت فرما کر نجدی حکومت کے ظالمانہ اقدامات کی مذمت کی پھر یہ تحریک پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسری طرف ہندوستان کے غیر مقلد وہابیوں نے ابن مسعود کے اقدامات کی تائید کی مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے ابتداء میں تو ابن مسعود کو اپنے اخبار زمیندار مطبوعہ ۶۔۷۔۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء کے پرچوں میں ابن مسعود کو انگریزوں کا پٹھو۔ ان کا وظیفہ خوار۔ رشوت خور دشمن اسلام ننگ ملت اور اعلیٰ درجہ کا غدار قرار دیا پھر نا معلوم کن مصلحتوں کی بنا پر

ابن مسعود کی شان میں خطبے پڑھنے شروع کر دیئے اور ابن سعود کے اقدامات کی حمایت و تائید میں حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت والد قبلہ کے خلاف نہایت گندی زبان میں مضامین اور کذب و افتراء پر مشتمل خبریں شائع کرنی شروع کر دیں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماءِ اہلِ سنت کے صفحہ ۲۷۲ پر لکھتے ہیں۔

اس وقت کے اخبارات، اور پھر مولوی ظفر علی خان کا زمیندار محض اعتقادی اختلاف کی بنا پر آپ پر صوفیانہ نظمیں لکھتا، ہجو گوئی مولانا ظفر علی خان کے صحافی ادب کا ایک بڑا حصہ مانا جاتا تھا۔ اس "صفت" سے زمیندار کے رنگین صفحات میں سے مولانا دیدار علی شاہ کو نوازا جاتا۔ احرار دشنام طرازی کرتے۔ مرزائیت تباہی کے الہامات سناتی اور دیوبندیت سیخ پا ہو کر اس کوہ استقلال سے ٹکراتی۔ مگر اس اللہ کے بندے نے ایک نہ چلنے دی۔ مولانا ظفر علی کی ہجو گوئی کا جواب آپ کی قوت عمل اور راسخ الاعتقادی میں تھا آپ تصور کریں کہ مولوی ظفر علی خان کا قلم اس وقت کے زندہ زمیندار کے صفحہ اوّل پر جس شخص کی ہجو لکھنے پر آمادہ ہوا تھا۔ اس کی گرفت۔ ان لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنوں پر کتنی شدید ہو گی۔ اس دورِ ابتلا سے بھی مولانا دیدار علی شاہ بڑی پامردی سے گزر گئے۔

میرے جدِ امجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض مصالح شرعیہ کی بنا پر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء کے آخر میں مسجد وزیر خان کی خطابت سے علیحدگی اختیار فرمائی اور دل برداشتہ ہو کر اپنے وطنِ مالوف جانے کا ارادہ کیا تو عمائدین اہلِ سنت و احباب لاہور نے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور (جس کے حضرت امام اہلِ سنت امیر بھی تھے)، کی ایک میٹنگ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء بر مکان مولانا مولوی محرم علی صاحب چشتی مرحوم ایڈووکیٹ ہائی

حسنہ کوسُن کر مسلک اہل سنت پر استقامت اور اتباع شریعت کی دولت حاصل کی پابندی سے آپ کا وعظ سننے والوں میں ایسے بھی ہیں جو اہم مسائل شرئیعت پر عبور رکھتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو آج خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے باقاعدہ دینی تعلیم نہیں حاصل کی آپ کے درس اور خطبہ جمعہ کے سننے والوں کے قلوب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور شریعت کی پابندی کا جذبہ موجزن ہوجاتا تھا۔ آپ اپنے وعظ میں انجیل، گرنتھ اور وید کے حوالوں سے اسلام کی حقانیت پر روشنی ڈالتے تو غیر مسلم متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ بہت سے غیر مسلموں نے آپ کا وعظ سن کر اسلام قبول کیا۔

سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق سنہ ۱۹۲۶ء جب نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کے بعد اشرافِ مدینہ مکہ و طائف کے مسلمانوں پر ظلم و ستم شروع کیا مقامات مقدس کی بے حرمتی کی مزارات صحابہ کرام اہل بیت عظام کو انتہائی بربریت و جہالت سے شہید کیا۔ تو مقاماتِ مقدس کے احترام اور اس کی بقا کیلئے پنجاب میں حضرت امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب اور والد قبلہ علیہ الرحمہ نے اس ظلم و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سلسلہ میں آپ نے ضیاء القنادیل۔ وہابیوں کی کہانی۔ قبہ جات کی شرعی حیثیت۔ ایسے تبلیغی ٹریکٹ مرتب کر کے شائع کئے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی طرف سے ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کو حجاز مقدس میں نجدیوں کے مظالم پر احتجاج کے لئے عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا جس میں پنجاب کے علماء و مشائخ نے شرکت فرما کر نجدی حکومت کے ظالمانہ اقدامات کی مذمت کی پھر یہ تحریک پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسری طرف ہندوستان کے غیر مقلد وہابیوں نے ابن مسعود کے اقدامات کی تائید کی مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے ابتدا میں تو ابن مسعود کو اپنے اخبار زمیندار مطبوعہ ۶-۷-۱۰-۱۱-۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۳ء کے پرچوں میں ابن مسعود کو انگریزوں کا پٹھو۔ ان کا وظیفہ خوار۔ رشوت خور دشمن اسلام ننگ ملت اور اعلیٰ درجہ کا غدار قرار دیا پھر نا معلوم کن مصلحتوں کی بنا پر

ابن مسعود کی شان میں خطبے پڑھنے شروع کر دیئے اور ابن سعود کے اقدامات کی حمایت و تائید میں حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت والد قبلہ کے خلاف نہایت گندی زبان میں مضامین اور کذب و افتراء پر مشتمل خبریں شائع کرنی شروع کر دیں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماء اہلِ سنت کے ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں۔

اس وقت کے اخبارات، اور پھر مولوی ظفر علی خان کا زمیندار محض اعتقادی اختلاف کی بنا پر آپ پر صوفیانہ نظمیں لکھتا، ہجو گوئی مولانا ظفر علی خان کے صحافی ادب کا ایک بڑا حصہ مانا جاتا تھا۔ اس "صفت" سے زمیندار کے رنگین صفحات میں سے مولانا دیدار علی شاہ کو نوازا جاتا۔ احرار دشنام طرازی کرتے۔ مرزائیت تباہی کے الہامات سناتی اور دیوبندیت سیخ پا ہو کر اس کوہ استقلال سے ٹکراتی۔ مگر اس اللہ کے بندے نے ایک نہ چلنے دی۔ مولانا ظفر علی کی ہجوگوئی کا جواب آپ کی قوت عمل اور راسخ الاعتقادی میں تھا آپ تصور کریں کہ مولوی ظفر علی خان کا قلم اس وقت کے زندہ زمیندار کے صفحہ اوّل پر جس شخص کی ہجو لکھنے پر آمادہ ہوا تھا۔ اس کی گرفت۔ ان لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنوں پر کتنی شدید ہوگی۔ اس دورِ ابتلا سے بھی مولانا دیدار علی شاہ بڑی پامردی سے گزر گئے۔

میرے جد امجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض مصالح شرعیہ کی بنا پر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء کے آخر میں مسجد وزیر خان کی خطابت سے علیحدگی اختیار فرمائی اور دل برداشتہ ہو کر اپنے وطنِ مالوف جانے کا ارادہ کیا تو عمائدین اہل سنت و احباب لاہور نے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور (جس کے حضرت امام اہل سنت امیر بھی تھے) کی ایک میٹنگ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء بر مکان مولانا مولوی محرم علی صاحب چشتی مرحوم ایڈووکیٹ ہائی

کورٹ پنجاب بلائی جس میں امام اہل سُنّت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب، حکیم محمد شریف صاحب میاں الٰہی بخش صاحب حاجی فیروز الدین صاحب نے شرکت کی اور حسب ذیل قرارداد منظور کی۔

"حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب نے مذہبی وجوہات کی بنا پر مسجد وزیر خان کے تعلقات سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور مولانا اپنے وطن مالوف کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کے تشریف لے جانے سے نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب میں حنفی جماعت کو نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مولانا سے درخواست کی جائے کہ وہ سر دست اپنے ارادۂ روانگی کا التواء فرمائیں اور دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف میں درس حدیث کے فرائض بدستور ادا فرماتے رہیں۔" ان کی خدمت میں وہی ماہوار وظیفہ پیش کیا جائے جو مسجد وزیر خان سے ان کو ملتا تھا۔

رجسٹر کارروائی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

چنانچہ حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ نے احباب کے اصرار شدید پر لاہور میں مقیم ہونا منظور فرمالیا اور تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف ہو گئے اس ریزولیشن سے واضح ہوتا ہے والد قبلہ کے برادر محترم حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء کی ابتداء میں ریاست الور سے لاہور تشریف لائے۔

آپ کی تشریف آوری اس بناء پر تھی کہ مرزا ظفر علی جج مرحوم نے سخت اصرار اور استدعا کی تھی کہ یا تو امام اہل سنت علیہ الرحمہ مسجد وزیر خاں کی خطابت دوبارہ سنبھال لیں یا اپنے فاضل فرزندوں میں سے کسی کو اس منصب پر فائز کر دیں۔ چنانچہ امام اہل سنت نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ کو لاہور طلب فرمایا اور آپ کو مسجد وزیر خاں کی خطابت پر متعین فرما دیا۔ حضرت علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمہ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ

قرآن، اعلیٰ درجہ کے قاری اور خطیب بھی تھے۔ آپ مسجد وزیر خاں میں جمعہ کے خطبہ کے علاوہ نمازِ فجر کے بعد درس قرآن اور عصر کے بعد درس مثنوی دیتے تھے۔ آپ کے خطبات و وعظ نے ایک دفعہ پھر اہل لاہور کو ایمان و عرفان کی دولت سے مخمور کر دیا۔ مرزا ظفر علی جج مرحوم بھی آپ کی حسنِ کارکردگی سے ایسے متاثر ہوئے کہ مسجد وزیر خاں کا داخلی نظام آپ کے سپرد کر دیا۔ حضرت علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمہ نے جہاں ذکر و فکر اور وعظ و خطابت کی مجالس کے انعقاد کا انتظام فرمایا وہاں مسجد وزیر خاں کی مرمت، اس کی زیب و زینت، نمازیوں کے آرام و آسائش و سہولت کی طرف خاص توجہ دی۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خاں کی رونق تمام مساجد لاہور سے بڑھ گئی۔ آپ کی تشریف آوری سے اہل سنت و جماعت کو مزید تقویت پہنچی۔ آپ نے تبلیغی رسائل کی اشاعت کے لیے بزم تنظیم قائم کی۔ جس کے ذریعہ مختلف دینی، مذہبی عنوانات پر آپ نے اپنے تصنیف کردہ ٹریکٹ کتابچے شائع کیے جو ہر ماہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے تھے۔ آپ نے تحریر و تقریر کا ایک معیار قائم کیا۔ قصیدہ بردہ شریف کی نہایت جامع شرح لکھی۔ شہادت کے موضوع پر اوراق غم تالیف کی۔ قرآن مجید کی تفسیر بنام تفسیر الحسنات مرتب فرمائی جو علم و عرفان کا خزینہ ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ستر اسی تک پہنچتی ہے۔ اہل سنت کی تعمیر و تنظیم، مشائخ اہلِ سنت کی تنظیم کے لیے آپ نے جمعیتہ العلماء اور جمعیتہ المشائخ کی بنیاد ڈالی اور دونوں جماعتوں کے صدر منتخب ہوئے۔ جہاد کشمیر میں عملی حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی مجلس عمل کے صدر مقرر ہوئے۔ اسلام کی راہ میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ ۱۹۲۷ء سے لے کر ۱۹۶۱ء تک آپ نے جامع مسجد وزیر خاں کی خطابت کے فرائض ادا کیے اور اس چونتیس سال کے عرصہ میں آپ نے اپنی ذات کو ملک و ملت کی بھلائی اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کیے رکھا۔ مرکزی انجمن حزب الاحناف کی تعمیر و تنظیم میں بھی

آپ نے قابلِ قدر حصہ لیا۔ امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد حزب الاحناف امیر کے منصب پر فائز رہے۔ آپ کے دینی وملّی وسیاسی کارناموں کے ذکر کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء حکومت ہند نے شاردا ایکٹ نافذ کرنے کی کوشش کی، جس کی رُو سے صغر سنی کے نکاح کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ نے پاک و ہند کے علماء و مشائخ کے تعاون سے اس خلاف اسلام ایکٹ کی منسوخی کے لیے جدوجہد فرمائی۔ لاہور ۶ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۰ء آپ نے علماء اہلِ سنت کی ایک میٹنگ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔ جب سے انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کیا ہے اس کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ نہایت مکاری وعیاری سے شریعت اسلامیہ کے احکام کو پامال اور مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلام کی عظمت کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اسلامی تعلیم، اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی اقدار کو تو وہ پہلے ہی رفتہ رفتہ ختم کر چکا ہے۔ دیوانی و فوجداری مقدمات میں بھی انگریز نے اپنے خود ساختہ ضابطوں کو نافذ و جاری کر دیا ہے۔ ۱۸۷۲ء کے قانون شہادت کو نافذ کر کے اسلامی قانون شہادت کو مسخ کر دیا۔ اسی طرح ۱۸۵۰ء کے ایکٹ کی رُو سے قانون وراثت میں مرتد کی وراثت کو تسلیم کر لیا گیا کہ یہ قرار دیا گیا کہ تبدیل مذہب سے حقوق وراثت متاثر نہیں ہوتے۔ اسی طرح شفعہ اور وقف۔ بیع وشرا ایسے امور میں بھی اپنے خود ساختہ قوانین کو جاری کر دیا۔ حتیٰ کہ نکاح و وراثت وغیرہ کے مقدمات، جو مفتی فیصل کرتے تھے اب انگریز جج کرنے لگے۔ وراثت کو رواج کے تابع کر کے مستورات کو میراث سے محروم کر دیا۔ ایک نکاح وطلاق کے مسائل رہ گئے تھے کہ شاردا ایکٹ کے ذریعہ اس میں بھی دخل اندازی کی جا رہی ہے۔ بظاہر یہ ایکٹ صرف نکاح صغر سنی کی ممانعت سے متعلق ہے۔ مگر اس کی تہہ میں انگریز کا جو جذبہ کام کر رہا ہے

وہ صرف یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ہر معاملہ میں شریعت اسلامیہ کے احکام کا پاس ولحاظ ختم کردیا جائے۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں ایک وفد کے ساتھ دہلی میں جناب محمد علی جناح اور دوسرے اسمبلی کے ممبران سے ملاقات کی اور انہیں مسئلہ کی نوعیت سے آگاہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں اس ایکٹ میں حکومت کو ترمیم کرنی پڑی۔

۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء جب مسجد شہید کی تحریک اٹھی تو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی زیر سرپرستی۔ والد قبلہ علیہ الرحمہ اور آپ کے برادر مکرم حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان لاہور علیہ الرحمہ نے مسجد کی واگذاری کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا۔ ان دنوں جمعہ کے دن مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں حضرت پیر صاحب علی پوری کی زیر قیادت جو جلوس لاہور میں نکلا اس میں حجتہ الاسلام صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ۔ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ بریلوی بھی شامل تھے۔ کسی ہندو نے دہلی دروازہ سے جلوس گذر رہا تھا ایک پتھر پھینک دیا۔ جو حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مرحوم کی پیشانی پر لگا اور خون بہنے لگا۔ حضرت والد قبلہ نے رومال سے آپ کے ماتھے کو چھپا دیا تاکہ مسلمان مشتعل نہ ہوں اور جس مقصد کے لئے جلوس نکالا جا رہا ہے وہ فوت نہ ہو افسوس یہ مسجد انگریز کی اسلام دشمن پالیسی اور بعض مسلمان لیڈروں کی غداری اور بے تدبیری کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ واگذار نہ ہو سکی بلکہ شہید کردی گئی۔ اور المیہ یہ ہے پاکستان بن جانے کے باوجود بھی یہ مسجد ویران و پریشان اذان و اقامت اور ذکر الہٰی سے محروم و مہجور ہے پاکستان کی کسی بھی حکومت نے اس مسئلہ کی طرف توجہ نہ دی اور ہم مسلمانوں کی غیرت اسلامی پر اوس پڑی ہوئی ہے۔ اور پھر المیہ اور حیرت کی بات یہ ہے مسجد کو آباد کرنے کی بجائے محکمہ اوقاف نے مسجد کی زمین پر دکانیں تعمیر کر دی ہیں۔ خدا جانے اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب

محکمہ اوقاف پنجاب نے کس مصلحت کی بنا پر کیا ہے؟

میرے دادا حضرت امام اہل سنت کی وفات کے بعد حضرت والد قبلہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء اپنے شیخ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید علی حسین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سجادہ نشین کچھوچھہ شریف اور اپنے استاد محترم حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ و دیگر علماء اہل سنت کی معیت میں حج بیت اللہ۔ وزیارت روضہ اقدس کی سعادت حاصل کرنے کے لئے عازم حجاز ہوئے آپ نے اپنی ڈائری میں اس سفر کا طویل تذکرہ فرمایا ہے آپ کے تحریر کردہ چند ابتدائی کلمات بطور تبرک درج کئے جاتے ہیں۔

۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء بروز جمعہ مبارکہ ۵ بجے دفتر حزب الاحناف لاہور اندرون دہلی گیٹ سے روانہ ہوئے مندرجہ ذیل احباب نے بکثرت پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے راستہ میں اور اصحاب ملے نعرہائے تکبیر سے فضاء آسمان گونج رہی تھی اسٹیشن پر اول مراد آباد کا ٹکٹ چھ روپے گیارہ آنے میں لیا اسباب کا کرایہ تین روپے بارہ آنے ادا کئے۔ اسٹیشن پر فقیر کو رخصت کرنے صدہا احباب تشریف لائے مندرجہ ذیل احباب قابل ذکر ہیں برادرم خطیب مسجد وزیر خان برادرم مولانا منور علی صاحب مولانا سید مبارک علی شاہ بھائی حنیف الدین مالک صابری پریس۔ بھائی سراج الدین اشرفی۔ بھائی احمد علی۔ حافظ منظہر الدین۔ مولوی محبوب عالم۔ مولوی غلام دین۔ مولوی احمد علی شمیم حاجی شمس الدین مستری فیروز الدین نے بکمال محبت و شفقت و دلی ہمدردی و خلوص کے ساتھ رخصت کیا۔ بڑے بھائی صاحب (علامہ ابوالحسنات مرحوم) سہارنپور تک میرے ساتھ آئے اس وقت رات کے ۳ بجے تھے۔ وہاں سے تین بجے کی ٹرین سے بھائی صاحب دہلی روانہ ہوئے۔ اور ہم مراد آباد ہر اسٹیشن پر حضرت پیر و مرشد کی زیارت کے

لئے اپنے درجہ سے ان کے درجہ میں حاضر ہو جاتے صبح ۸ بجے مراد آباد اسٹیشن پر پہنچے مراد آباد سے کلکتہ کا ٹکٹ نو روپے تین آنہ میں لیا۔ حضرت صدر الافاضل مع مولوی محمد یونس اور مولوی مسعود احمد دہلوی انٹر میں تھے ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء بروز اتوار کلکتہ اسٹیشن پر پہنچے تو کثیر جماعت اشرفیہ نے استقبال کیا۔ چار روز کلکتہ قیام رہا ۳۰ جنوری ۱۹۳۶ء جہانگیری جہاز میں سوار ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مرشدی کو کرسی پر بٹھا کر جہاز پر لایا گیا وہ منظر قابل دید تھا۔ جماعت اشرفیہ اپنے مرشد کی زیارت سے فیض یاب ہو رہی تھی، مخدوم زادہ محمد میاں بھی کلکتہ بلائے گئے تھے بوقتِ رخصت تاب ضبط گریہ نہ کر سکے حضرت نے بیحد تسلی آمیز کلمات تلقین کئے حضرت پیر و مرشد کے ساتھ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ اچھے میاں صاحب اور محدث صاحب تھے۔ جہاز ۱۲ میل فی گھنٹہ طے کرتا تھا۔ حاجی عبد العزیز کا جہاز کی انتظامیہ پر بہت اثر ہے وہ تمام راستے حضرت پیر و مرشد اور ان کے ہمراہی علماء و مشائخ کو سہولتیں پہنچاتے رہے۔ جہاز میں سواری کے وقت طوفان تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھر میں بیٹھے ہیں مگر ۳ فروری ۴ بجے دن کے سخت طوفان آیا۔ حضرت پیر و مرشد نے دعا کی طوفان تھما۔ ایک مچھلی وزن دس سیر سمندر کے پانی سے اچھل کر جہاز میں آگری۔ ایک مچھلی جس کے دو پر ہیں سینہ سفید اور باقی کالی ہے وہ سمندر کے پانی سے نکل کر پرواز کرتی ہے پھر دریا میں غوطہ لگاتی ہے قدرت خداوندی کے مناظر نظر آرہے ہیں طوفان تو کئی بار آئے مگر تھم گئے لیکن ۱۳ فروری یلملم کے قریب صبح سے غیر معمولی طوفان ہے جہاز ہچکولے کھا رہا ہے حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی اشعار ذیل پڑھنے لگے۔

قلزم اس جوشِ تلاطم سے ڈراتا ہے مجھے
جان کا خطرہ تو ہرگز نہیں آتا ہے مجھے
اپنی محرومی کا اندیشہ ستاتا ہے مجھے

المدد اے میری سرکار مدینے والے
آپ سے کرتے ہیں فریاد مدینے والے

حضرت اچھے میاں کی عجب کیفیت ہے کبھی بارگاہ نبوی میں درود وسلام عرض کرتے ہیں۔ اور کبھی آذان شروع کر دیتے ہیں۔ اتنے میں جہاز کا کپتان حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا دعا کی استدعا کی آپ نے فرمایا جہاز کے اوپر جا کر تین دفعہ پکارو "بدر ہپٹ بدر ہپٹ بدر ہپٹ" ایسا کہا گیا کہ یکا یک طوفان تھما اور فضا ساز گار ہو گئی۔ دوران سفر روزانہ تہجد کی نماز ہوتی ہے نماز فجر کے بعد بحضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بصد ادب و نیاز صلوٰۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے جہاز میں مختلف مقامات پر وعظ ہوتے ہیں۔ آج حضرت محدث صاحب مدظلہ نے مناسک حج بیان فرمائے ہیں اور مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے درس قرآن دیا ہے عجب سماں ہے سب کے دل محبوب خدا کے عشق و محبت سے مخمور ہیں۔ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمہ کی معیت ہے آپ حضرت آسی کی نعت سنا رہے ہیں۔

اخیر عمر ہے آسی چلو مدینہ کو
نثار ہو کے مرو تربت پیمبر پر

دربار خداوندی میں حاضری مناسک حج کی ادائیگی اور دربارِ نبوت میں باریابی کی تمنائیں لئے یہ قافلہ جہانگیری جہاز پر رواں دواں ہے

کبھی تو جاگے گی میری قسمت کبھی تو میرا سلام ہو گا

حضرت والد محترم کے برادر معظم حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں نے آپ کو مدینہ طیبہ جو درد بھرا عشق رسول میں ڈوبا ہوا خط تحریر فرمایا۔ اس کا مضمون یہ ہے۔

عزیز از جان مولانا الحاج ابوالبرکات مولوی سید احمد سلمہ الرحمٰن !

السلام علیکم !

آج میرے باصرۂ شوق کو وہ منظر دیکھنا مقسوم تھا۔ جو دموع دموی کے اجرا کا باعث ہے۔ دیار حبیب کے مسافر یکے بعد دیگرے اس ظلمتکدۂ ہند سے جا رہے ہیں اور میرے جیسے بدنصیب مدینہ طیبہ سے دور رہ کر خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آج مجھ سے یہ جریدہ مکتوب بخت آور ـــــ ہے جو دیدار محبوب کے ذریعے حیات تازہ پائے گا ـــــ کہ آپ معہ قافلہ جہانگیری کے کوچۂ محبوب کے غبار کو طوطیار چشم بنا چکے ہوں گے اور درِ عالی کی جالی سے آنکھیں مل مل کر سب حال سناتے ہوں گے۔ جان برادر خدارا اپنے بدنصیب، دور افتادہ بھائی کو دعا سے فراموش نہ کرنا۔ نہیں، نہیں دربارِ دُربار والا تبار، سرکار ابد قرار میں اتنی معروض، ضرور عرض کر دینا کہ حضور! آپ کا سیہ رو غلام، مقید ہندوستان، جو غائبانہ بصد عجز و واویلا کرتا رہتا ہے، جس کو حضور نے اپنے گرامی نام نامی کے ہمنامی کا شرف بخشا ہے وہ باریابی کا آرزو مند ہے۔

ع

چناں شد ہستم فدائے نامت کہ جز زعامت نہ ماند باقی

محمد احمد شد است نامم بنام خویشم دوام برخواں

اور دست بستہ دربار عالی کے سامنے یوں عرض کرنا کہ اے بیکسوں کے آقا اس دور افتادہ نے پہلے یہ عرض گزارنی ہے۔

ع

مرضت شوقاً فمن ھوائی صبا بخیر الانام برخواں

ـــــ سریعاً و حال زارم تمام برخواں

ابو الحسنات قادری

مسجد وزیر خاں ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کی مراجعت حج بیت اللہ کے موقع پر آپ کے تلمیذ خاص ملک کے مشہور ادیب نامور شاعر اور خطیب حضرت علامہ حافظ مظہر الدین صاحب (مدیر چراغ راہ کوھستان) حال مقیم راولپنڈی نے **خوش آمدی** کے عنوان سے جو نظم کہی وہ نذر ناظرین ہے۔

○

اے امیر کارواں خوش آمدی — نازش ہندوستاں خوش آمدی
جاں بلب بودیم از درد فراق — عیسیٰ معجز بیاں خوش آمدی
جانشین مصطفیٰ و مجتبیٰ — دستگیر بیکساں خوش آمدی
شاد باش اے جادہ پیمائے حجاز — از تلطفہائے آں خوش آمدی
اے خوش آنو فتیکہ دیدی روضہ اش — زائر کوئے جناں خوش آمدی
دل ہمے خواہد کہ بوسم پائے تو — بادشاہ عارفاں خوش آمدی
ناز کن یا سیدی بر بخت خویش — کز دیارش کامراں خوش آمدی
قصہ ہائے مدحت کوئش بگو — واعظ رنگیں بیاں خوش آمدی
حافظ ناموس ختم المرسلیں — یادگار رفتگاں خوش آمدی

از دہانت میچکد قند و شکر
مظہر شیریں بیاں خوش آمدی

۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۷ء میر مقبول محمود ایم ایل اے ممبر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی نے قانون اوقاف اسلامی کے متعلق ایک مسودہ قانون مرتب کر کے گورنر پنجاب کی منظوری کے لیے پیش کیا۔ چونکہ یہ مسودۂ قانون سکھوں کے گوردوارہ ایکٹ سے ماخوذ

تھا اور اس کی دفعات کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی تصریحات کے خلاف تھیں اس لیے حضرت والد قبلہ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور اوقاف سے متعلق شرعی احکام مرتب کر کے شائع فرمائے جس کے نتیجے میں یہ بل منظور نہ ہو سکا۔

حضرت والد قبلہ کا اصل مشغلہ تو بہر حال علوم اسلامیہ کی تدریس دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہی تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ ملک و ملت کی بھلائی، دین کی سربلندی اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اپنے ملی و دینی فرض کی ادائیگی میں ذرا کوتاہی نہ فرمائی۔ خصوصاً تحریک آزادیٔ ہند و تحریک قیام پاکستان اور اہل سنت کی تعمیر و تنظیم، اتفاق و اتحاد، مسلک حقہ اہلِ سنت کی حمایت و اشاعت اور حقوقِ اہلسنت کے تحفظ کے لئے آپ کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات تاریخ کا ایک ایسا حصہ ہیں جن کا اپنے اور پرائے سب ہی اعتراف کرتے ہیں۔ (۱) تحریک پاکستان کی حمایت و نصرت کا مرحلہ آیا تو آپ نے دو قومی نظریہ اور قرارداد پاکستان کی حمایت کی اور ——— مطالبۂ پاکستان کی تائید کے لیے سرگرمی سے حصہ لیا۔ کانگرسی علماء کی تردید اور نظریہ پاکستان کی تائید کے لیے اپنے دار العلوم کے سالانہ جلسوں کو وقف کر دیا۔ دار العلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء سے لے کر ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء تک کے اجلاسوں کے منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیے۔ مسجد وزیر خاں میں حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے اسٹیج پر علماء و مشائخ اہلِ سنت کے روح پرور اجتماع میں حضرت امیر ملت محدث علی پوری، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مفتی احمد یار خاں گجراتی، علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی اور شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب، مولانا عبد الستار نیازی ایسی عظیم شخصیتیں

حمایت پاکستان کے لیے کمربستہ اپنی مجاہدانہ تقاریر سے ہندو وہندو نواز مسلمانوں کے مکروفریب کا پردہ چاک کر رہے تھے اور مسجد وزیر خان پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے مقدس نعروں سے گونج رہی تھی۔ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان پاس ہوئی تو کانگرسی، دیوبندی، وہابی علماء اور مجلس احرار نے اس کی سخت و شدید مخالفت کی۔ دو قومی نظریہ کی مخالفت میں یہاں تک کہا گیا کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے۔ ماہنامہ حکایت اکتوبر ۱۹۷۷ء میں محمد یونس نے لکھا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے مخصوص خطیبانہ جادو بھرے لہجہ میں فرمایا:۔ یہ لوگ پاکستان مانگتے ہیں۔ پاکستان۔ جانتے ہو کیا مانگتے ہیں؟ پاکی استان ـــــــــ انہیں پاکی استان چاہیئے۔ پاکی استان دے دو۔ استرے ان کے ہاتھوں میں اور بھیج دو ان کو غسل خانوں میں۔ بنالو پاکی استان ـــــــــ دیوبندی مکتبہ فکر کے ماہنامہ الحق نے تصریح کی کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مجلس احرار اسلام نے کانگرس کی طرح قیام پاکستان اور تحریک پاکستان کی نہ صرف کھلم کھلا مخالفت کی بلکہ مخالفت میں پوری ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس کا علم نہ صرف اس وقت کے لوگوں کو ہے بلکہ موجودہ نسل جو اس وقت معرض وجود میں بھی نہ آئی تھی اس کو بھی ہے اور اس قدر ہے کہ گویا وہ اس کے چشم دید گواہ ہیں۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مئی ۱۹۷۸ء صفحہ ۳۰)

اسی طرح جمیعتہ العلمأ ہند جو دیوبندی مسلک کی مذہبی وسیاسی جماعت تھی اور جس میں مولوی حسین احمد مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولوی احمد سعید، مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی، مولوی عزیز الرحمان مفتی دیوبند اور ان کے علاوہ ابوالکلام آزاد، مولوی داؤد غزنوی وغیرہ مطالبہ پاکستان کے خلاف سرگرم عمل تھے۔ ایسے ماحول میں تحریک پاکستان کی حمایت و نصرت اور تائید کے لیے حضرت والد قبلہ نے آل پاکستان سنی کانفرنس بنارس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استاد محترم حضرت

صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ (جو اس کانفرنس کے مرکز و محور اور داعی تھے۔) نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ اپنے تمام احباب اور علماء پنجاب کے ہمراہ اس کانفرنس میں شرکت کیجئے۔ چنانچہ آپ کی ہدایت پر والد قبلہ علیہ الرحمہ بنارس سُنّی کانفرنس میں شریک ہوئے۔ راقم الحروف بھی اس کانفرنس میں شریک ہوا تھا۔ جس گاڑی میں والد محترم راقم الحروف اور مولانا شمس الضحیٰ بہاری اور دیگر علماء لاہور سوار تھے۔ امرتسر ریلوے اسٹیشن پر سکھوں کے ہجوم نے ٹرین کے شیشے توڑ دیئے تھے۔ جس سے مولوی شمس الضحیٰ زخمی ہو گئے۔ یہ عظیم الشان کانفرنس بنارس کے شاہی باغ فاطمان میں منعقد ہوئی تھی اور اس میں پاک و ہند کے مشاہیر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی تھی۔ اور ایک تاریخی قرارداد کے ذریعے مطالبہ پاکستان کی تائید و توثیق کی تھی۔ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ صدر مجلس استقبالیہ نے ایسا جامع خطبہ استقبالیہ ارشاد فرمایا تھا جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ بنارس ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ جابجا ان کے تیرتھ اور بت خانہ تھے۔۔ لیکن جب حضرت عبدالرحمان برچنڈی شریف اپنے مسلح مریدوں کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے بازاروں سے گزرتے تھے تو ہندو خوف سے لرز جاتے تھے۔ غالباً حضرت پیر صاحب برچنڈی شریف ہی وہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے لب دریا۔ پنڈتوں کے تیرتھوں کے گڑھ بنارس میں عالمگیری مسجد (جو ایک عرصہ سے اذان و نماز اور ذکر الٰہی سے محروم چلی آ رہی تھی) کی صفائی کرا کر نماز عصر ادا فرمائی تھی۔

آل انڈیا سنّی کانفرنس مورخہ ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بمقام شاہی باغ فاطمان بنارس میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دو ہزار علماء و مشائخ ساٹھ ہزار سے زائد حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں حضرت رئیس المتکلمین راس المحدثین مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اعظم

ہند الاشرفی، الجیلانی قدس سرہ السامی پاکستان کی حمایت میں حقائق افروز باطل سوز خزینہ ہدایت، صحیفہ بلاغت، خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ تمام اکابر علمائے اہلسنت ومشائخ ملت نے اس خطبہ کی تائید وتوثیق کی۔ مجلس سوم منعقدہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء ۹ بجے صبح تا ۱ بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان میں مندرجہ ذیل ریزولیشن باتفاق آرا منظور ہوا۔ جس کا متن یہ ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو اس ریزولیشن پر تقریباً دو ہزار علماء ومشائخ اہلسنت نے دستخط فرمائے تھے۔ جن میں میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں۔ مطالبہ پاکستان ہی کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کا خاکہ مرتب کرنے کے لئے جن اکابر علماء کو نامزد کیا گیا، ان میں والد قبلہ کا نام موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: ریزولیشن نمبر ۲:

"یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔

حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب

حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب، حضرت مبلغ اعظم مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی، حضرت مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی، حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آل رسول علی خاں صاحب

سجادہ نشین اجمیر شریف، حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہور۔
حضرت مولانا شاہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف، حضرت پیر سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ) حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات مانکی شریف، خان بہادر حاجی بخش مصطفےٰ علی صاحب (مدارس) حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

آج کچھ لوگ صرف اپنی سیاسی و گروہی برتری کے لئے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے متعلق یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور سنا ہے کہ جماعت اسلامی کے اخبارات و جرائد جسارت وغیرہ نے اسی نوع کا تاثر دیا ہے کہ آپ نہ صرف مطالبہ پاکستان کے مخالف تھے بلکہ آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح پر کفر کا فتویٰ دیا تھا" سنی کانفرنس بنارس کی اس تاریخی دستاویز سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ ان کا یہ الزام افترا، و بہتان ہے اور انصاف و دیانت اور خدا خوفی کے بالکل منافی ہے۔
اسی طرح بعض دیوبندی وہابی مسلک کے علماء اس سلسلہ میں تجانب اہل السنہ نامی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں (جو آج سے پینتیس سال قبل شائع ہوئی تھی اور جسے آج بعض دیوبندی مکتبہ فکر کے افراد نے محض فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے اس کے فوٹو لے کر دوبارہ شائع کیا ہے) اتنی بات درست ہے کہ اس کتاب کے مولف مولوی محمد طیب داناپوری حزب الاحناف ہند کے فارغ التحصیل ہیں۔ مگر انہوں نے اس کتاب میں جو لکھا ہے۔ بریلوی مکتبہ فکر کے علماء نہ اسکے مؤید ہیں اور نہ اس کے تمام مندرجات کو صحیح و درست مانتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود تجانب کے حوالوں سے علماء بریلی کو بدنام کرنے کی سعی مذموم کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل ذکر ہے اس کتاب پر حضرت والد قبلہ کی نہ تو تقریظ ہے اور نہ آپ نے کبھی اس کے مندرجات کی تائید و توثیق فرمائی ہے۔ ایسی صورت میں اس کتاب کے حوالوں

سے حضرت والد قبلہ پر الزام تراشی انتہائی درجہ کی بد دیانتی ہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب سے جمعیت العلمار پاکستان قومی اتحاد سے الگ ہوئی ہے۔ بعض بوکھلا کر اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جمعیت العلمار اور قومی اتحاد کی نوک جھوک خالص سیاسی ہے۔ دونوں طرف سے بیان بازی ہوتی ہے۔ جمعیتہ العلمار کے بعض لیڈر جماعت اسلامی احرار اور جمعیت العلمار اسلام کو مطالبہ پاکستان کا مخالف قرار دیتے ہیں اور یہ بات حقائق وواقعات اور دستاویزات کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جمعیت العلماء اسلام کے سربراہ مفتی محمود صاحب مجلس احرار اور دیوبندی مکتبہ فکر کے کانگرسی علماء بہر حال مطالبہ پاکستان کے سرگرم مخالف تھے۔ جمعیت کے اس الزام کا حق وصداقت پر مبنی جواب جب ان عناصر سے نہیں بن پڑتا اور انہیں اکابر علمار اہلسنت میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ جس نے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔ ایسی صورت میں بعض عناصر حضرت والد قبلہ پر مطالبہ پاکستان کی مخالفت کا غلط اور کذب و افترار پر مشتمل الزام لگا کر عوام کو یہ غلط "تاثر دینے کی مضموم کوشش کر رہے ہیں اگر ——

احرار اور دیوبندی مکتبہ فکر کے کانگرسی علمار مطالبہ پاکستان کے مخالف تھے۔ تو جمعیت العلماء کے فلاں بزرگ بھی یہ ہی نظریہ رکھتے تھے۔ بہر حال الزام تراشی ودروغ گوئی کا دنیا میں علاج ممکن نہیں ہے۔ مگر حقائق حقائق ہی ہوتے ہیں اور انصاف ودیانت کے ساتھ سوچنے اور رائے قائم کرنے والوں کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کا ریزولیشن اور والد قبلہ کا حمایت پاکستان کے لیے اس کانفرنس میں شرکت اس حقیقت کو ثابت کر دینے کے لیے کافی ہے کہ حضرت والد قبلہ نے نہ تو مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی اور نہ ہی قائد اعظم پر فتویٰ کفر دیا۔ اس لیے تجانب اہل السنہ ایسی کتاب کے حوالوں سے جس کی والد قبلہ نے کبھی تائید و توثیق

نہیں کی اسے آپ پہ مطالبہ پاکستان کی مخالفت کا الزام عائد کرنا حق و انصاف کے خون کر دینے کے مترادف ہے۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے قیام و نفاذ اور اہلسنت کی تعمیر و تنظیم کے لیے ہر ممکن سعی فرمائی ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء حضرت علامہ سیّد احمد سعید صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے اہلسنت کی تعمیر و تنظیم کے لیے ملک بھر سنی علماء و مشائخ کی کانفرنس بلائی تو حضرت والد قبلہ اس میں شامل ہوئے اس کانفرنس میں جمعیت العلماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی اور حضرت علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمہ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ حضرت والد قبلہ نے اپنے برادر محترم علامہ ابو الحسنات کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ پھر جہاد کشمیر کا مرحلہ آیا تو آپ نے اس میں بھی مقدور بھر حصہ لیا۔ مجاہدین کشمیر کی اعانت و امداد کے لیے ہر ممکن تعاون کیا انہیں دنوں جہادِ کشمیر کے سلسلہ میں بریلی سے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ لاہور تشریف لائے تھے۔ حضرت والد قبلہ اور حضرت علامہ ابو الحسنات اور دیگر علماء اہلسنت کی ایک مجلس مشاورت میں جہادِ کشمیر کے متعلق موثر قدم اٹھانے کے متعلق کچھ تجاویز مرتب کی گئی تھیں اور حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ابو الحسنات مرحوم کے ہمراہ آزاد کشمیر بھی تشریف لے گئے تھے۔ اس طرح آپ نے اپنے استادِ محترم حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ہدایت پہ علماء پنجاب کی مجلسِ مشاورت قائم کی اور دستور اسلامی کے خاکہ کے رہنما اصول مرتب فرمائے۔ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ مطابق مارچ ۱۹۴۸ء حضرت صدر الافاضل، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور حضرت مفتی محمد عمر صاحب

نعیمی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ آپ نے والد قبلہ کے مرتب کردہ رہنما اصولوں کی تائید فرمائی۔ حضرت صدر الافاضل لاہور میں ایک ہفتہ کے قیام کے دوران ہی سخت علیل ہو گئے تھے۔ اس لیے طے یہ ہوا کہ آپ مراد آباد سے دستور اسلامی کا خاکہ مرتب کر کے ارسال فرمائیں گے اور پاکستان کے علماء اس کے نفاذ کے لیے کوشش کریں گے۔ مگر افسوس ابھی حضرت صدر الافاضل غالباً دستور کی ۱۵-۱۴ دفعات ہی مرتب کر پائے تھے کہ ۱۸، ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۲، اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مراد آباد میں وصال فرما گئے۔

۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ جب پہلی دستور ساز اسمبلی قائم ہوئی تو آپ نے قرارداد مقاصد کی ترتیب میں حصہ لیا اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کے لیے ہر ممکن سعی فرمائی۔ ۱۳۶۸ مطابق ۱۹۴۹ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے اس سلسلہ میں بھی اپنا فرض ادا کیا۔ مارشل لا نافذ ہو چکا تھا اور یہ پاکستان کی تاریخ کا نہایت ہی سخت مارشل لا تھا۔ مگر اس کے باوجود نہ تو آپ نے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی ممانعت کو قبول کیا اور نہ روزانہ درس قرآن کو ترک کیا۔ آپ روزانہ نماز فجر کے بعد درس قرآن میں قادیانی فتنہ کے موضوع پر تقریر فرماتے۔ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق قادیانی اعتراضات کا جواب دیتے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تائید فرماتے۔

۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں علماء اہل سنت کا ایک وفد جنگ ستمبر کے بعد لاہور میں جنرل محمد ایوب خان مرحوم سے ملا۔ مقصد ملاقات یہ تھا کہ محکمہ اوقاف میں اہل سنت کے حقوق تلف ہو رہے ہیں۔ اس کا تدارک ہو اور عائلی قوانین کی خلاف شرع دفعات

کو ختم کیا جائے۔ اس وفد میں راقم الحروف مولانا محمد بخش مسلم، مولانا غلام دین صاحب مرحوم، حضرت صاحبزادہ فیض الحسن صاحب اور دیگر علماء شریک وفد تھے۔ مذکورہ بالا موضوع گفتگو کے بعد جنرل ایوب خان مرحوم نے والد قبلہ کی مزاج پرسی کے بعد دعا کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا دعا کیا کروں؟ آپ نے عائلی آرڈی ننس نافذ کیا ہے جس کی بعض دفعات صریح طور پر قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ آپ نے شاستری کی ارتھی کو کندھا دیا۔ ایک مشرک کی ارتھی کو کندھا دینا کب جائز ہے۔ اس پر جنرل ایوب خان مرحوم نے عائلی آرڈیننس میں شریعت کے مطابق ترمیم کا وعدہ کیا اور شاستری کی ارتھی کے متعلق یہ کہا کہ ایک رسمی چیز تھی، مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں علماء کی ایک کمیٹی بنائی۔ عائلی آرڈی ننس کی دفعات پر غور و فکر کے بعد کتاب و سنت و فقہ حنفی کی روشنی میں ترامیم مرتب کرکے صدر ایوب خان مرحوم اور اس وقت کے اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین کو ارسال کیں۔

۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء جمعیت العلماء پاکستان دھڑے بندی کا شکار ہو کر خوفناک انتشار و افتراق کا شکار ہو گئی۔ حتیٰ کہ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی علیہ الرحمہ کی قیادت میں الگ متوازی جمعیت العلماء بھی قائم ہو گئی۔ جمعیت کے اس سیاسی و جماعتی انتشار نے جہاں اہلسنت کو ایک مہلک بدنظمی میں مبتلا کر دیا وہاں اغیار کو بھی اہلسنت کے خلاف سازشیں کرنے کا موقع مل گیا۔ اس پر مزید یہ کہ ملک میں بے دین عناصر نے سوشلزم اور کمیونزم کے لیے فضا سازگار بنانے کے لیے منظم طریقہ پر اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں ایسے ماحول میں میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب علیہ الرحمہ نے اہلسنت کے اتفاق و اتحاد ان کی تعمیر و تنظیم اور جمعیت العلماء کے تمام دھڑوں کو متحد کرنے کے لیے مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۹ء کو علماء و مشائخ اہلسنت کی مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا۔

از دفتر دار العلوم حزب الاحناف لاہور

حضرت محترم ذو المجد و الکرم :- السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مملکت خداداد پاکستان میں جو انتشار و افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور بھانت بھانت کی جو بولیاں بولی جا رہی ہیں اور جس طرح اہل سنت و جماعت جو کہ مملکت پاکستان کی سوادِ اعظم ہے اس کے دینی و مذہبی حقوق کو بے دردی کے ساتھ پامال کیا جا رہا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہوں گے۔

میں ان دنوں بوجہ علالت فرداً فرداً آپ کی خدمت میں حاضری سے معذور ہوں۔ اپنے اس نامۂ پیام ہی کو اپنا قائم مقام تصور کرنے پر مجبور ہوں۔ مجھے آپ کی دینی و مذہبی جذبۂ حمیت سے پوری توقع ہے کہ آپ بھی یہی خیال فرمائیں گے کہ میں خود حاضر ہوں۔

مملکت پاکستان کے سوادِ اعظم کی جو کیفیت ہے اس کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کی تنظیم و تعمیر، حقوق اہلِ سنت کے تحفظ، ملک کو لادینی عناصر کے فتنوں سے بچانے اور نظام اسلامی کے قیام و نفاذ کے لیے اہلِ سنت و جماعت کے علماء و مشائخ متفق و متحد ہو کر کوئی ٹھوس اور پروقار لائحہ عمل طے کریں۔ ایسا لائحہ عمل جس سے اہلِ سنت کا وقار بھی مجروح نہ ہو اور ملکی و ملی اور دینی و مذہبی ذمہ داریاں بھی باحسن وجوہ پوری ہو سکیں۔

اس مجلس مشاورت میں مخصوص اکابر و احباب اہلِ سنت کو محض اس لیے دعوت دی گئی ہے کہ تمام امور پر غیر جانبدارانہ بحث ہو سکے۔ اس کے بعد مجلس جو خطوط متعلق کرے گی اس پر عمل کیا جائے گا۔ مجلس مشاورت مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۹ء دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں ۲ بجے دوپہر ہو گی اور دو دن جاری رہے گی۔

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد غفرلہ امیر دار العلوم حزب الاحناف لاہور

اگرچہ اس سلسلہ کی کہانی اور متحارب عناصر کو متفق و متحد کرنے کے لیے جن مشکلات اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا اس کی داستان بہت طویل ہے تاہم حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کی پرخلوص اور غیر جانب دارانہ جدوجہد سے پہلے مجلس عمل قائم ہوئی۔ پھر سنی بورڈ کا قیام عمل میں آیا آخر ۵ اپریل ۱۹۷۰ء کو اہلسنت وجماعت کے تمام طبقات متحد و منظم ہو گئے جمعیت العلماء پاکستان ایک فعال اور باوقار جماعت کی حیثیت سے ابھری اور اہلسنت وجماعت ملک وملت کی فلاح وبہبود اور پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے قیام اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہو گئے جمعیت العلماء پاکستان کا منشور مرتب ہوا اور لائحہ عمل طے ہوا اور اپنی تاریخ میں پہلی بار جمعیت العلماء نے مستقل طور پر الیکشن سنہ ۱۹۷۰ء میں حصہ لیا اور خاطر خواہ کامیابی حاصل کی

جناب محترم میاں غلام قادر صاحب آف شازد لیباٹری (جو حضرت علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمہ کے دور ہی سے جمعیۃ علماء پاکستان کے سرپرست کے منصب پہ فائز تھے) نے اہلسنت کی تعمیر و تنظیم، حقوق اہلسنت کے تحفظ، عشرہ محرم کے فسادات۔ عیسائی مشنری کی سرگرمیوں کے سدباب، اہلسنت وجماعت کے تمام گروہوں کے اتحاد، سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ، جمعیت العلماء کی ترقی، مسعود بھگوان موومنٹ، اسلام کی حمایت میں جلسے اور جلوس وغیرہ دینی و ملی امور کی انجام دہی میں جس خلوص وللہیت۔ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ حضرت والد قبلہ خاص احباب سے ہیں۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کی دینی و ملی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے ان امور پہ مفصل گفتگو تو ایک جامع سوانح حیات ہی میں ہو سکتی ہے آپ کی دینی و ملی خدمات کے موضوع پر صاحبزادہ فیض القادری (جو کہ سنہ ۱۹۷۴ء تک مرکزی جمعیت العلماء پاکستان

کے سیکرٹری اطلاعات رہے اور جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں اور جمعیت العلماء پاکستان کی تعمیر و تنظیم میں نمایاں حصہ لیا اپنے مضمون سیرت امام اہلسنت میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام اہلِ سنت مفتیٔ اعظم پاکستان قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ نے باوجود اپنی تدریسی و تبلیغی مصروفیات کے ہر سیاسی و دینی تحریک کا جائزہ لیا اور اپنا دینی و ملی فرض کما حقہ ادا فرمایا۔ قیام پاکستان سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد جس قدر تحریکیں اٹھیں آپ نے اپنا کردار ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی تحریک خلافت، شدھی، ترک موالات، ہندو مسلم اتحاد، مسجد شہید گنج، خاکسار موومنٹ احرار کشمکش، مجلس اتحاد۔ تحریک آزادی ہند اور تحریکِ پاکستان جس قدر تحریکیں اٹھیں آپ نے بلا خوف لومۃ ولائم شریعتِ اسلامیہ کی رو سے جو بات حق ثابت ہوئی۔ اسی سے عوام کو آگاہ کیا۔ دو قومی نظریہ کی حمایت اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے آپ نے نہایت پرخلوص سعی فرمائی۔ پاکستان دشمن عناصر اور کانگریسی علماء کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد تعمیر پاکستان اور پاکستان کو اسلام کی راہ پر لانے کے لیے آپ نے کوششیں جاری رکھیں اور ہر اس فتنہ کے سدباب کے لیے مجاہدانہ انداز میں آواز بلند کی جو نظریہ پاکستان اور مقصودِ پاکستان کے خلاف ہو یا اسے مضمحل کرے۔ جب اشتراکی عناصر نے شوشلزم و کمیونزم کا نعرہ بلند کیا اور اسلام کے اقتصادی نظام کو ناقص ٹھہرایا تو مجلسِ عمل علماء اہلسنت نے مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۹ء کو گول باغ لاہور سے اسلام کی حمایت میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ جس کی قیادت حضرت امام اہلسنت قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ مسعود بھگوان نے جب اردو میں نماز پڑھنے کا شوشہ چھوڑا تو حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے موقع پر مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء علماء اہلسنت نے احتجاج کے لیے جلوس نکالا۔ اس کی قیادت بھی حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے فرمائی اور گورنر نور خاں

سے ملاقات کر کے مسعود بھگوان کی برطرفی اور سرکاری افسروں کی طرف سے مداخلت فی الدین کی روش کو ختم کرانے کا مطالبہ فرمایا۔ ۱۷ مئی ۱۹۷۰ء کو بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے ظلم وستم پر احتجاج کے طور پر باغ بیرون موچی دروازہ سے جو جلوس نکلا اس کی قیادت بھی حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ اسی طرح اہلسنت کے داخلی معاملات میں بھی جب نزاع کی صورت پیدا ہوئی آپ نے اہل سنت کی مرکزیت کے قیام اور اہل سنت کے اتفاق و اتحاد کے لیے نہایت خلوص و ایثار کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی ذات کو سوادِ اعظم اہلسنت میں ایسی مرکزیت اور مقبولیت حاصل تھی کہ علماء و مشائخ دینی وملی اور سیاسی و جماعتی امور کے تصفیہ کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اہلسنت کو آپ کی ذات پر ایسا اعتماد تھا کہ آپ کی آواز پر سب لبیک کہتے اور بلا کسی لیت ولعل آپ کے ساتھ تعاون کرتے اور آپ کی مخلصانہ رائے کو بدل و جان تسلیم کر لیتے ایسے مراحل میں سے سب سے سخت اور لاینحل مرحلہ جمعیت العلماء پاکستان کا داخلی انتشار و افتراق تھا۔ جسے ختم کرانے کے لیے کوشش ہوئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا سعادت علی قادری نے بھی سعی فرمائی۔ مگر بات نہ بنی بالآخر مولانا غلام علی کی استدعا پر حضرت قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ نے اہلسنت وجماعت کے اتفاق و اتحاد کے لیے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء ایک میٹنگ طلب فرمائی اور دار العلوم حزب الاحناف میں ملک بھر کے علماء و مشائخ شیر وشکر ہو گئے۔

آپ کے نامور صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی سُنی بورڈ کے پھر مجلسِ عمل کے جمعیت العلماء کے کنوینر مقرر ہوئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں حضرت مفتی اعجاز ولی خاں مرحوم، مولانا غلام علی، مولانا مظفر اقبال، مولانا سلیم اللہ اور جمعیت علماء پاکستان کے سرپرست جناب میاں غلام قادر صاحب شاز دلیباٹری لاہور

نے اور راقم الحروف نے اس سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ بڑی بے سروسامانی کا دور تھا۔ مگر علامہ رضوی نے بے پناہ الجھنوں اور صعوبتوں کے باوجود جمعیت العلماء پاکستان کو فعال و باوقار بنانے کے لیے جو جدوجہد کی وہ تاریخ کا تابناک حصہ ہیں۔

اسی اتحاد و اتفاق کی برکت سے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جو اپنی شان کی بے نظیر سنی کانفرنس تھی۔ اس کانفرنس کا انتظام و انصرام حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ہدایت و زیر سرپرستی علامہ سید محمود احمد رضوی نے جس مجاہدانہ انداز سے کیا وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ نے ملک بھر کا دورہ کیا اور علماء ومشائخ اہلسنت کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں مولانا مختار الحق صاحب خطیب جامع اکبری ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ان کے احباب نے بھی مخلصانہ حصہ لیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ جہاں بھاشانی اور سوشلسٹ عناصر نے کسان کانفرنس منعقد کر کے اسے پاکستان کا لینن گراڈ قرار دیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ پاکستان کے تمام مسائل کا حل سوشلزم اور کمیونزم میں ہے۔ سنی کانفرنس کے قیام نے ایسے عناصر کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اسلام اور اسلامی اقدار کے تحفظ کا جذبہ پیدا ہوا۔ اہل سنت و جماعت متحد و منظم ہو کر نظام مصطفےٰ کے قیام و نفاذ کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ جمعیت العلماء پاکستان کا انتخاب ہوا شیخ السلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب مدظلہ صدر اور علامہ سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ منفرد ہوئے۔

اس طرح ۱۹۵۳ء اور پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں امام اہلسنت حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی زیر سرپرستی اور آپ کی ہدایت کے مطابق علماء وطلباء حزب الاحناف نے ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے

صاحبزادے علامہ سیّد محمود احمد رضوی پر اس سلسلہ میں متعدد مقدمے قائم ہوئے گرفتاری عمل میں آئی۔ جناب شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان نے اپنی تالیف تحریک ختم نبوت کے صفحہ ۲۵۵ پر یہ تصریح کی ہے کہ علامہ سیّد محمود احمد رضوی آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل رہے۔ اپنے فرائض حسن وخوبی سے سرانجام دیتے۔ آپ نے سوا تین ماہ پنجاب میں صبح وشام مختلف جلسوں سے خطاب کیا اور تحریک کی حرارت کو قائم رکھا۔ بالآخر اللہ کے فضل سے تحریک کامیاب ہوئی اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کا بنیادی کام کتاب وسنت ردرس نظامی کی تعلیم وتدریس تھی۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں جبکہ آپ مدرسہ اہلسنت جامعہ نعیمیہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ نے کتب تحتانی کی تدریس شروع کردی تھی۔ جامع مسجد آگرہ کے خطیب ومفتی مقرر ہونے پر بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ البتہ باقاعدہ درس وتدریس کی ابتداء لاہور میں مستقل قیام کے بعد شروع ہوئی اور وفات سے ایک ماہ پہلے تک جاری رہی۔ گویا آپ نے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء سے لیکر شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق اگست ۱۹۷۸ء تک تقریباً چھیاسٹھ سال متواتر قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر درس نظامی کی تدریس کے فرائض ادا کیے۔ ہزاروں طلباء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ کی تعلیم وتربیت سے فیضیاب ہوکر آسمان علم وفضل کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ تالیف وتصنیف کا بھی آپ نے خاطر خواہ کام کیا۔ مگر آپ کی تالیف کردہ کتب ورسائل کے مجموعوں کی گمشدگی کی وجہ سے تمام تصانیف کے نام معلوم نہ ہوسکے۔ تاہم چند کے نام یہ ہیں: ترجمہ تمہید ابوشکور سلمی، فتح مبین، دلوس المقلدین، مناظرہ تلون، ضیاء القنادیل، وہابیوں کی کہانی، مناظرہ ترن تارن، اثبات قبہ جات

القول الصواب وغیرہ نیز آپ نے جو فتاویٰ تحریر فرمائے اور جو ضبط تحریر میں آکر رجسٹر فتویٰ میں درج ہو سکے وہ بھی متعدد جلدوں میں محفوظ ہیں اور ہر جلد سو دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔

والد محترم امام المحدثین حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے تلامذہ اور شاگردوں کے بیان کے لیے دفتر درکار ہے۔ تاہم بعض تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا عبد الجلیل صاحب مرحوم جالندھر، مولانا قاری محبوب علی خان صاحب مرحوم مفتی بمبئی۔ قاضی سراج احمد صاحب مرحوم مدرس نعمانیہ، مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم بورے والا، مولانا زہ گل صاحب مرحوم کابل، مولانا غلام دین صاحب مرحوم، خطیب انجمن شیڈو، فقیہہ اعظم مولانا نور اللہ صاحب شیخ الحدیث بصیر پور، علامہ حافظ منظہر الدین صاحب راولپنڈی، مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ، مولانا عبد القیوم صاحب مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور، مولانا حافظ محمد عالم صاحب شیخ الحدیث سیالکوٹ، مولانا قاری غلام رسول صاحب زینت القرأ، خطیب پاکستان مولانا الٰہی بخش صاحب لاہور، مولانا پیر غلام نازک صاحب فریدی بہاول پور، مولانا محمد فاضل صاحب گولڑہ شریف، مولانا عبد القیوم صاحب مدرس حزب الاحناف لاہور، مولانا سید محفوظ الحق صاحب خطیب بورے والا، پیر طریقت مولانا خواجہ محمد معصوم صاحب، موہری شریف، استاذ العلماء مولانا مہر الدین صاحب لاہور، مولانا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث قصور، مولانا طیب الرحمٰن صاحب ناظم دار العلوم رحمانیہ ہری پور۔ مولانا غلام مہر علی صاحب چشتیاں شریف، مولانا محمد علی صاحب سابق ایم این اے حیدر آباد، مولانا غلام علی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس اوکاڑہ، علامہ محمد یعقوب صاحب سیالکوٹ، مولانا سلیم اللہ خاں صاحب خطیب

لاہور مولانا سید احمد علی شمیم صاحب لاہور، مولانا عبدالغفور صاحب مدرس حزب الاحناف لاہور۔ مولانا محمد بشیر صاحب خطیب گڑھی شاہو لاہور، مولانا غلام ربانی چشتی خطیب لالہ موسیٰ۔ مولانا حبیب اللہ چغتائی خطیب کامونکی، مولانا محمد صدیق صاحب خطیب بھلیر چک، مولانا قیوم الٰہی عرفانی خطیب شاہ جمال۔ قاری مشتاق احمد صاحب ایم اے۔ مولانا عبدالرشید صاحب مدرس جامعہ نظامیہ لاہور، مولانا فقیر محمد صاحب اشرفی خطیب راج گڑھ، مولانا حکیم سید مظفر حسین صاحب موضع کھوکھر، حضرت صاحبزادہ حمید الدین صاحب مروله شریف، مولانا عبدالقدوس صاحب ہاشمی گورنمنٹ کالج سرگودھا، مولانا مہر محمد خاں صاحب خطیب چھانگا مانگا۔ مولانا سیّد فیض الحسن شاہ تنویر فقیروالی، مولانا صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی، مولانا حکیم خلیل الرحمٰن صاحب خطیب ایبٹ آباد۔ یہ چند نام فی الوقت لکھدیئے ہیں۔ آئندہ اڈیشن میں انشاء العزیز تمام تلامذہ کے کوائف مرتب کر کے شامل کر دیئے جائیں گے۔ اس کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے تلامذہ اپنے موجودہ پتے اور مختصر کوائف سے مجھے جلد مطلع فرمادیں تاکہ ترتیب میں آسانی ہو۔ توقع ہے کہ حضرت کے تلامذہ توجہ فرمائیں گے۔

دریغا! آہ ابوالبرکات سیّد
که بُد معمور عالم از کمالش

فقیہہ عصر یکتائے زمانہ
عیاں انوارِ عرفاں از جمالش

محدّث الوری رخت سفر بست
جہاں ماتم کدہ از انتقالش

چو بُد اندر جہاں در فضل ممتاز
"وفات فاضل" آمد برق سالش

۱۳ ھ ۹۸

برق نوشاہی

سیرت و کردار کی ایک جھلک

حسن بھی فانی ہے اور تن بھی۔ نہ شاخیں ہمیشہ ہری رہتی ہیں اور نہ صحنِ گلستان میں پھول۔ بازار میں ہمیشہ سودے نہیں ہوتے اور نہ رونق۔ شمع کی لو پہ ہمیشہ پروانے نہیں جلتے۔ سدا نہ سورج چمکتا ہے نہ بادل چھائے رہتے ہیں۔ رات بھی فانی ہے اور دن بھی۔ نہ روشنی کو ثبات ہے نہ اندھیرے کو دوام کل من علیہا فان کے ضابطہ سے کسے مفر ہے۔

پھول کھلتے ہیں۔ کلیاں مسکراتی ہیں۔ مگر ذرا دیر کے لئے ستارے سچے موتیوں کی طرح دمکتے ہیں۔ سورج کی جہانگیر روشنی سے پوری دنیا روشن و منور ہو جاتی ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے لیے کسی حسین کے حسن جہانتاب کے نظارہ سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ مگر وقتی طور پر سرخ گلاب کے پھولوں سے صحنِ گلستان میں بہار آگئی ہے اندھیرے میں یک لخت روشنی ہو جاتی ہے۔ مگر نہ جانے یہ وقتی روشنی بھی کب ختم ہو جائے

ایک دن تیرا پتنگ کٹے گا لٹ جائے گی ڈور
ڈھیل نہ دے یہ سانس کا رشتہ بے حد ہے کمزور

چمن مہکنے کے لیے کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ بہار کو آنا ہوتا ہے تو آ ہی جاتی ہے بلبل کا ترنم اور کلیوں کا تبسم کسی کے وجود و عدم وجود کو کہاں خاطر میں لاتا ہے شہنائیوں کی آوازیں آج بھی آ رہی ہیں۔ مسرتوں اور بہجتوں کی شلکیں آج بھی سر ہو رہی ہیں۔ کاروبار گلشن رواں دواں ہے۔

شبستانِ خیال ان کی یادوں سے مہکتا ہے۔ ایسے جیسے ویرانوں میں گلزار ڈوبتی شام ان کی یادوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ گزرے ہوئے لمحات کی یاد دامنِ قلب وجگر میں آگ سی لگا دیتی ہے۔

والد محترم امام اہلسنت استاذ العلماء حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کو وصال فرمائے ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر ان کی یاد ہے کہ آتی چلی آرہی ہے تسلسل ٹوٹتا ہی نہیں۔ خلوت وجلوت میں ان کی یاد آتی رہتی ہے۔ جب وہ یاد آتے ہیں تو دل تڑپتا ہے آنسو مچلتے ہیں اور پھر چھلک پڑتے ہیں۔

جب ان کی یاد آتی ہے تو بہت سی یادوں کو ساتھ لاتی ہے۔ ان کی سیرت وکردار کے مناظر سامنے آتے ہیں تو اب محسوس ہوتا ہے کہ ہم کیسی عظیم وجلیل نعمت سے محروم ہو گئے۔ مبالغہ نہیں یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود ہمیں حق پر چلنے اور حق کی حمایت کرنے کے لیے مہمیز کا کام دیتا تھا۔

معمول یہ تھا کہ صبح تہجد کے لیے بیدار ہوتے۔ نوافل کے بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے۔ صبح کی اذان ہوتی تو گھر بھر کے افراد کو نام بنام نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے بیدار کرتے۔ نمازِ فجر کے بعد درس قرآن دیتے اس کے بعد ۱ بجے تک دورہ حدیث پڑھاتے۔ تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر کا کھانا تناول فرما کر کچھ دیر قیلولہ فرماتے۔ نمازِ ظہر کے بعد پھر درس وتدریس افتاء کا سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔ نمازِ عصر کے بعد عموماً سیر کے لیے تشریف لے جاتے کبھی اپنے برادرِ معظم مولانا ابو الحسنات علیہ الرحمہ خطیب مسجد وزیر خاں کے مکان پر جاتے اور کبھی ہمشیرگان کے ہاں۔ لیکن کوشش

یہی ہوتی کہ نمازِ مغرب مدرسہ حزب الاحناف دہلی دروازہ میں ادا ہو۔ نمازِ مغرب کے بعد دعاءِ سیفی۔ دلائل الخیرات اور دیگر وظائف پڑھتے اس عرصہ میں کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ وظائف سے فارغ ہوکر دعا مانگتے اور نمک اور پانی پر دم فرماتے۔ یہ نمک اور پانی مختلف امراض کے لیے شفا تھا۔ دور دور سے حاجتمند آتے اور نمک اور پانی لے جاتے اور جسمانی و ذہنی امراض کے مریض اس کی برکت سے شفا پاتے۔

رات کے کھانے اور نمازِ عشاء سے فارغ ہوتے تو پھر وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کا سلسلہ کبھی رات ۱۲ بجے تک اور کبھی ۱ بجے رات تک جاری رہتا۔ اس عرصہ میں طلباء کو ایک کے بعد دوسری کتاب پڑھاتے۔ رات کی مجلس میں تمہید ابو شکور سلمی، قصیدہ بردہ، دیوان علی اور طحاوی شریف زیرِ درس رہتی تھیں۔

نماز باجماعت ادا کرنے کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ امامت خود کرتے تھے جب تک مدرسہ حزب الاحناف دہلی دروازہ میں قیام رہا۔ کسی نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ ان کی کوئی نماز باجماعت ادا نہ ہوئی ہو۔ تبلیغی جلسوں میں خطاب کے بعد رات خواہ کسی وقت بھی مکان پر پہنچتے۔ ان کے معمول میں کوئی فرق نہ آتا۔ تہجد نمازِ فجر اور نوافل کی ادائیگی کے بعد حسبِ سابق کی طرح درس و تدریس میں مصروف ہو جاتے۔ جب مدرسہ لال کوٹھی گنج بخش روڈ میں منتقل ہوا تو جب تک مسجد جانے کی قوت و ہمت رہی۔ نماز باقاعدگی کے ساتھ باجماعت ہی ادا کرتے علالت کی وجہ سے کمزوری میں اضافہ ہوتا تو مسجد تک نہ جاسکتے تو گھر میں بچوں کو مقتدی بنا کر باجماعت نماز ادا کرتے۔ علالت کے آخری دنوں میں تقریباً نماز باجماعت ادائیگی

کا یہی طریقہ رہا۔ اس پر بھی ذرا ہمت و طاقت ساتھ دیتی تو اپنے کسی پوتے کے سہارے نماز با جماعت مسجد میں ادا کرتے۔ سخت علالت و کمزوری کی حالت میں بھی رمضان مبارک کے روزے اور تراویح کو کبھی ترک نہ کیا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے مشورہ دیا کہ رخصت پر عمل کریں۔ روزہ نہ رکھیں۔ جواب میں فرمایا نا معلوم آئندہ رمضان مجھے ملے یا نہ ملے۔ میں اس سعادت کو کیسے چھوڑ دوں۔ ان کی زندگی میں صرف ۱۳۹۸ھ کا رمضان ایسا ہے۔ جس میں شدت مرض اور نقاہت کی وجہ سے غالباً پانچ یا چھ روزے نہ رکھ سکے اور یہی ان کی زندگی کا آخری رمضان تھا۔

شریعت کی پابندی اور سنتِ رسول کی پیروی ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ہر بات اور ہر کام میں احکامِ شریعت کا خیال رکھتے۔ ان کی پوری زندگی سنتِ رسول کی تصویر تھی۔ جہاں کہیں بھی کوئی بات خلافِ شرع دیکھتے تو بلا خوف لومتہ ولائم ٹوکتے۔ حکمِ شریعت کے بیان و اظہار میں کسی مصلحت و سیاست کو درخورِ اعتناء نہ سمجھتے۔ خلوت ہو یا جلوت ہر موقع و محل پر شریعت اسلامیہ کی پیروی کی تلقین فرماتے۔ جس مجلس میں بھی جاتے۔ حسبِ موقع و محل وعظ و نصیحت فرماتے ان کے ورع و تقویٰ اور خلوص وللہیت سے بڑے بڑے علماء و فضلاء اور مشائخ متاثر ہوتے تھے اور ان کے سامنے معاملاتِ شریعت میں ذرا سی کوتاہی و لاپرواہی سے ڈرتے اور جھجکتے تھے۔ حضرت والد قبلہ حق کی شمع فروزاں تھے۔ وہ تقویٰ و طہارت ایثار و قربانی، خلوص وللہیت، عاجزی و انکساری۔ حق گوئی و بے باکی اور شریعت کی پابندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ ہمیں ہر حال میں اللہ کے ذکر نماز، روزے کی پابندی اور شریعت اسلامیہ کی پیروی کی تلقین فرماتے۔ جب کبھی بھی گھر کے کسی فرد کو کسی سانحہ سے دوچار ہونا پڑا آپ نے نماز ذکرِ الٰہی، درود شریف اور استغفار

کی تلقین فرمائی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوت کے موقع پر راقم کو ارباب مارشل لاء نے گرفتار کیا۔ کچھ عرصہ قلعہ لاہور میں رکھا۔ جہاں مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی مقید تھے۔ پھر سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا راقم کو باعزت رہائی نصیب ہوئی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ مجھے اچانک رات کو رہا کیا گیا جب میں گھر پہنچا تو دیکھا حضرت والد قبلہ اور گھر کے سب افراد لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا ورد کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ میری گرفتاری کے دن سے جاری ہے۔

۱۹۷۷ء جبکہ تحریکِ نظامِ مصطفٰے شباب پر تھی۔ جس دن مسلم مسجد لاہور میں علماء کرام و عوام پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ عین اس موقع پر مجھے سانس کا شدید دورہ پڑا۔ میو ہسپتال میں آکسیجن دی گئی۔ رات ۱ بجے حضرت والد قبلہ ہسپتال تشریف لائے سانس ابھی تک مکمل طور پر درست نہ ہوا تھا۔ فرمانے لگے عشاء کی نماز اگر نہیں پڑھ سکے تو اب پڑھ لو اور یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اگر زبان سے نہیں تو دل ہی میں ورد شروع رکھو۔ آپ نے مجھے اس کربناک لمحہ میں بھی ذکرِ الٰہی کی تلقین فرمائی۔ صبح کو مجھے افاقہ ہوا تو گھر آگیا۔ میں نے عرض کیا جب آپ ذکرِ الٰہی کی تلقین فرما کر واپس ہوئے تو میرے دل میں ایک دفعہ یہ خیال فاسد پیدا ہوا کہ سانس کی تکلیف کا ازالہ ذکرِ الٰہی سے کیسے ؟ اس پر آپ نے فرمایا جس قدر فائدہ ہوا ہے اسی ذکر کی برکت سے ہوا ہے۔ جب تیز آندھی چلتی یا کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا تو ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ نماز اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے اور صحابہ کرام علیہم الرحمہ والرضوان کو بھی ذکر اور استغفار کی تلقین کرتے تھے۔ تعویذ گنڈا آپ کا پیشہ نہ تھا۔ کبھی کسی

سائل سے از خود کچھ طلب نہیں کرتے تھے البتہ اگر کوئی خود اپنی مرضی سے کچھ پیش کرتا تو قبول فرمالیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں حاجت مندوں کا ہجوم رہتا تھا اس میں ہر طبقہ کے لوگ ہوتے تھے۔ جب کوئی اپنی پریشانی کا اظہار کرتا تو سب سے پہلے یہ پوچھتے کہ نماز پڑھتے ہو۔ اگر سائل اثبات میں جواب دیتا تو بطیب خاطر اسے حسبِ موقع و محل تعویز یا وظیفہ بتا دیتے اور اگر سائل یہ کہتا کہ نماز نہیں پڑھتا تو جوش میں آکر فرماتے جب اللہ تعالیٰ ہی کو ناراض کیا ہوا ہے تو تعویذ گنڈا کیا کرے گا۔ پھر آپ نماز کی اہمیت و فرضیت پر تبصرہ فرماتے اور شریعت کی پابندی کی تلقین کرتے۔ جب سائل نماز پڑھنے کا اقرار کرتا تب تعویذ یا وظیفہ بتاتے۔ ایک دن ایک عورت آئی کہنے لگی میرا بچہ بیمار ہے۔ علاج سے فائدہ نہیں ہو رہا ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے آپ اللہ۔ اللہ کر دیجئے۔ فرمایا نماز پڑھتی ہو اس نے نفی میں جواب دیا۔ فرمایا ہمارا تعویذ بے نمازی کو فائدہ نہیں دیتا۔ پھر اسے آپ نے نماز روزہ کی اہمیت بتانی شروع کر دی۔ وہ عورت بڑی ڈھیٹ تھی کہنے لگی شاہ جی بچہ پیشاب کر دیتا ہے۔ کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ کام کاج سے فرصت نہیں ملتی۔ یہ وقت دوپہر کے کھانے کا تھا، میں نے عرض کی کھانا تیار ہے اسے تعویذ دے دیجئے جب وہ عورت چلی گئی تو فرمایا تعویذ گنڈا ہم دنیا کے لیے نہیں دین کے لیے کرتے ہیں مجھے درس و تدریس سے اتنی فرصت کہاں؟ صرف خدمت خلق اور تبلیغ کی غرض سے اس کام کے لیے وقت نکال لیتا ہوں۔ اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے کسی کا کام ہو جائے تو کارِ ثواب ہی ہے۔

قرض حسنہ دینا آپ کی عادت تھی، لوگ اپنی ضرورتوں کے لئے قرض لیتے اور آپ انکار نہ کرتے عموماً قرض کی رقم واپس نہ آتی تھی۔ لیکن پھر بھی جس نے اصرار کیا کچھ نہ کچھ لے ہی گیا ان کی یہ روش ہم پر بڑی گراں گزرتی تھی مگر ادب و احترام کیوجہ

سے کوئی زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ ڈائری سے قرض لینے والوں کی فہرست میں بڑے بڑے نامور علماء۔ فضلاء اور طلباء اور عام لوگوں کی نشاندہی ہوتی ہے جسے قرض دیتے تو ڈائری پر یہ جملے تحریر فرماتے۔

آج مورخہ فلاں کو اتنی رقم قرض حسنہ دی مولیٰ تعالیٰ حسن معاملہ کی توفیق عطا فرمائے ہمیں اب ان کے وصال کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ عموماً قرض کی عدم وصولی کے باوجود آپ کا قرض دینا سفید پوش حاجتمندوں کی امداد و اعانت کا ایک طریقہ تھا جو آپ نے اپنا رکھا تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ والد قبلہ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ قناعت و ایثار ان کی طبیعت ثانیہ تھی وہ امورِ خیر کی انجام دہی کے لیے بھی مخیر حضرات سے چندہ یا عطیہ دینے پر اصرار نہیں فرماتے تھے جس نے دے دیا لے لیا نہ دیا تو گلہ شکوہ اور ترغیبِ شدید سے پہلو تہی فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے دین کا کام ہے میرا ذاتی کام نہیں ہے۔ جو دینی مذہبی امور کی انجام دہی کے لیے کچھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے گا اور جو نہیں دیتے ان کی مرضی۔ آپ نے اپنے ذاتی کام کے لیے کبھی کسی وزیر و امیر کے دروازہ قدم نہیں رکھا۔

حضرت والد قبلہ کی قیام گاہ رشد و ہدایت کا مرکز تھی جب بھی دیکھئے قال اللہ و قال الرسول ہی کا ذکر ہوتا نظر آتا تھا۔ پاک و ہند اور بیرونی ممالک سے آپ کے پاس بکثرت فتوے آتے تھے اور آپ پوری تحقیق و تفتیش کے ساتھ مدلل جواب تحریر فرماتے تھے۔ فنِ فتویٰ نویسی میں بھی آپ ممتاز مقام پر فائز تھے۔ دلائل و براہین اور حوالجات کتب کے لحاظ سے آپ کے فتاوے ہیں اعلحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

کا رنگ نمایاں دکھائی دیتا تھا۔ عام لوگ تو عام لوگ ہیں۔ علماء و فضلاء کو جب کسی مسئلہ کے متعلق حوالہ کتاب کی ضرورت پڑتی تو آپ سے دریافت کرتے اور آپ ذرا دیر میں متعدد کتابوں کی نشاندہی فرما دیتے۔ آپ کی فقہی و علمی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ مشاہیر علماء مشکل اور لاینحل مسائل کے حل کے لیے آپ سے رجوع کرتے تھے۔

ایک مسئلہ کے ضمن میں متعدد مسائل بیان فرما دیتے۔ سوال و جواب سے کبھی بیزار نہ ہوتے۔ سائل کی تشفی کرانے میں راحت محسوس فرماتے۔ ہر مسئلہ مدلل فقہی کتب کے حوالوں سے بیان فرماتے۔ یہ سلسلہ دن بھر تو جاری رہتا ہی تھا۔ مگر لوگ وقت بے وقت حتیٰ کہ کبھی رات ایک بجے اور ۲ بجے بھی مسئلہ پوچھنے کے لیے دروازہ کھٹکھٹاتے اور آپ مسئلہ شرعی کے بتانے میں ذرا بھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے۔

ایک دفعہ رات ایک بجے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ راقم کی آنکھ بھی کھل گئی دیکھا کہ ایک شخص یہ پوچھ رہا ہے کہ اگر نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھی جا سکی تو وتر جماعت سے پڑھے جائیں یا نہیں۔ جواب دیا اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وتر جماعت سے نہ پڑھے جائیں۔ جب یہ شخص جانے لگا تو میں نے کہا جناب یہ مسئلہ آپ صبح بھی پوچھ سکتے تھے۔ اس پر والد قبلہ نے فرمایا مسئلہ مجھ سے پوچھا ہے۔ تمہیں کیا تکلیف ہوئی؟ اس کے بعد فرمایا عالم دین پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کی دینی رہنمائی کرے۔ اس دور میں وہ لوگ بہت غنیمت ہیں جو دین کی بات پوچھتے ہیں۔

آپ تقویٰ۔ پرہیزگاری اور ورع کے پیکر تھے۔ اتباع سنت اور احکام شریعت کا بہت خیال رکھتے۔ استقامت کا یہ عالم تھا۔ پاک و ہند میں جس قدر فتنے اور شورشیں اٹھیں آپ کبھی ان سے مرعوب نہ ہوئے۔ جو بات شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتی وہ ہی کہتے۔ سخت سے سخت خطرناک مواقع پر بھی آپ کی حق گوئی اور استقامت میں ذرا فرق نہ آیا۔

اسی حق گوئی کی پاداشں میں آپ پر خنجر سے حملہ ہوا زخم بہت گہرا اور شہ رگ کو متاثر کرتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو آپ سے دین کی خدمت کا کام لینا تھا، اس لیے یہ چراغ گل نہ ہو سکا۔ آپ کے فاضل شاگرد جناب علامہ حافظ مظہر الدین صاحب لکھتے ہیں۔

جن دنوں ہندو مسلمان اتحاد کا غلغلہ تھا ہمارے بڑے بڑے لیڈر بہک گئے تھے لیکن سیدؒ صاحب اور ان کے بزرگوں نے استقامت کی راہ ترک نہ کی۔ پوری قوت سے اس فتنے کا سدِ باب کیا۔ اسی سلسلے میں آپ پر خنجر سے حملہ بھی کیا گیا۔ آپ زخمی بھی ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ اگرچہ سیاسیات سے آپ کو کوئی خاص شغف نہ تھا۔ قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت ہی میں آپ کے لیل و نہار گزر رہے تھے۔ لیکن اسلام کی سربلندی کے لیے جب بھی کوئی تحریک اٹھی آپ نے ایک مردِ مجاہد اور غازی کا کردار ادا کیا۔

فتویٰ نویسی کے فن میں آپ اپنے معاصرین میں ممتاز مقام پر فائز تھے۔ مشکل سے مشکل مسائل میراث زبانی بیان فرما دیتے تھے۔ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں علوم و فنون کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں جو آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں آپ اہم اور ضروری مسائل کی عبارات پر اپنے قلم سے نشان لگا دیتے تھے۔ آج بھی اگر ان کو جمع کیا جائے تو اہم مسائل شریعت کا ایک مجموعہ مرتب ہو سکتا ہے۔

والد قبلہ علیہ الرحمہ کو اعلیحضرت فاضل بریلوی کی صحبت و تربیت کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے اعلیحضرت کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کے فن میں عبور حاصل کیا تھا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل اور بہار شریعت کا پہلا حصہ جس پر اعلیحضرت کی تقریظ بھی ہے۔ آپ کی زیر نگرانی حسنی پریس بریلی میں طبع ہوا۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی صحبت و تربیت نے آپ کو علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کا پیکر بنا دیا تھا۔ اعلیحضرت کے نامور فاضل صاحبزادے حجۃ الاسلام

مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفٰے رضا خانصاحب مدظلہ العالی، والد صاحب کے خصوصی احباب میں سے تھے۔ حضرت مفتی اعظم ہند سے تو بہت ہی گہرے تعلقات تھے۔ اعلحضرت فاضل بریلوی نے والد قبلہ کو قرآن و حدیث، تفسیر فقہ اور تمام سلاسل اولیاء کے اور وظائف کی روایت واجازت عطا فرمائی تھی۔ اپنے ہاتھ سے قلمی سند لکھکر دی تھی اور خلافت سے بھی نوازا تھا۔

تقریر خواہ کسی بھی موضوع پر ہو اس کا مرکز و محور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور آپ سے عقیدت ہی ہوتا تھا۔ تقریر میں اصلاحی پہلو بھی نمایاں ہوتا تھا حسب موقع و محل احکام و مسائل شریعت ضرور بیان فرماتے تھے۔ آپ کے نہایت عزیز اور فاضل شاگرد علامہ حافظ محمد مظہر الدین صاحب مدیر نشانِ راہ کوہستان مقیم راولپنڈی تحریر فرماتے ہیں کہ مناظرہ کے میدان میں خصوصیت سے آپ کے جوہر کھلتے تھے۔ تقریر کی دلپذیری کا یہ عالم ہوتا کہ گھنٹوں تقریر سننے کے باوجود سامعین بے مزا نہ ہوتے۔ از اوّل تا آخر وجد و کیف کا عالم طاری رہتا۔ بعض اوقات تو شدتِ جذبات میں آپ کے آنسو بھی ٹپک پڑتے۔ اس وقت قدسیوں کی روحیں بھی وجد میں آجاتیں یہ آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تھا۔

فنِ مناظرہ میں۔ آپ ممتاز مقام پر فائز تھے۔ آریوں۔ عیسائیوں مرزائیوں اور فرقِ باطلہ سے آپ کے بیسیوں مناظرے ہوئے۔ مخالف کو عموماً ابتدائی گفتگو ہی میں خاموش کر دیتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا عبدالعزیز خاوری کا بیان ہے کہ ایک شیعہ مناظر نے یہ شرط لگائی کہ آپ صرف اثنا عشری کتب کے حوالے دیں اس پر سید صاحب قبلہ نے فرمایا منظور ہے۔ مگر میری شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے مقابل صرف حنفی کتب کے حوالے دیں، چنانچہ اس نکتہ پر آپ کو شاندار فتح حاصل ہوئی اور شیعی مناظر کتب حنفی کے حوالوں سے اپنا موقف نہ ثابت کر سکا۔ ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک تقریباً ملک کے تمام

مذہبی و تبلیغی جلسوں میں آپ کا نام سرِ فہرست ہوتا تھا۔ آپ مسلسل چھ چھ گھنٹے کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تقریر سادہ مگر مدلل ہوتی۔ تقریر میں آیات قرآنی و احادیث اقوالِ مفسرین و شارحین اور فقہی کتب کے جزئیات کا انبار لگا دیتے۔ سامعین بڑی دلچسپی سے آپکی تقریر سنتے اور تقریباً ہر وعظ میں بہت لوگ عقائد باطلہ سے توبہ کرتے اور شریعت کی پابندی کا عہد کرتے۔

متانت سنجیدگی اور وقار، انکی شخصیت کے خاص جوہر تھے وہ خلوص و ایثار کا پیکر تھے۔ کسی کی تکلیف برداشت نہ کرتے۔ علماء، فقراء، صوفیا اور طلباء کی قدر کرتے۔ ان کی ڈائری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ملک کی کیسی کیسی عظیم اور علم و فضل میں مشہور ہستیوں نے آپ سے اپنے مسائل میں مدد چاہی اور آپ نے بے تکلف ان کی امداد و اعانت فرمائی۔ تواضع اور مہمان نوازی انکی طبیعت ثانیہ تھی۔ لاہور میں عموماً جو بھی علماء آتے وہ آپ کے مہمان ہوتے تھے۔ دینی طلباء پر خاص طور پر شفقت فرماتے۔ طلباء کو اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں اور قمیض سی کر پہناتے اور اس میں دلی مسرت محسوس کرتے۔ کسی طالب سے اپنا ذاتی کام کبھی نہیں لیتے تھے۔ الا یہ کہ کوئی طالب علم از خود بڑے اصرار سے آپ کے سر پر تیل کی مالش کر دیتا تھا۔ دین و مذہب کی خدمت کا جذبہ اس کیفیت کا تھا کہ حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنے ہاتھ سے جھنڈیاں بناتے، دیوار پر سپیدی کرتے اور اسٹیج سجاتے عقیدت مند اور تلامذہ آگے بڑھتے تو فرماتے مجھے بھی تو ثواب حاصل کرنے دو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے خاندان کے ذریعہ دین و مذہب کی جو خدمت ہوئی اور مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ و اشاعت کا جو نظام قائم ہوا اس کی تہہ میں شہرت

ناموری نہ تھی بلکہ صرف اور صرف رضا الٰہی کا جذبہ کارفرما رہا۔ حضرت امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمہ نے اپنی ساری زندگی تبلیغ و تدریس میں صرف کر دی۔ حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ نے ملک وملت کی بھلائی کی ہر تحریک میں حصہ لیا۔ اور تقریر و تحریر کے ذریعہ گراں قدر دینی و ملی خدمات سرانجام دیں۔ والد محترم حضرت امام المحدثین علامہ ابوالبرکات نے کتاب وسنت کی تعلیم و تبلیغ اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اپنی ذات کو وقف کئے رکھا۔

انہوں نے جو بات کی اپنے علم و یقین کے مطابق شریعت کے دائرہ میں رہ کر کی۔ کوئی قدم اٹھایا تو احکام شریعت ہی کو پیش نظر رکھا۔ مذہبی و سیاسی جماعتیں بنتی رہیں، مگر عہدوں اور منصبوں کے حصول کا ارادہ نہ کیا۔ خلوص و نیت کے ساتھ خدمت دین و مذہب کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ حضرت والد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کام رضاء الٰہی کے لیے ہو اسی میں برکت ہوتی ہے اور اس کا آخرت میں اجر ملتا ہے۔ جو کام اپنی ذاتی شہرت و نمود اور مفاد کے لیے کیا جائے وہ بظاہر کیسا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، نہ تو اس میں برکت ہوتی ہے اور نہ ہی آخرت میں اس کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کے مریدین و معتقدین اور تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع اور موثر بھی ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے ترفع، شہرت اور ناموری کے لیے جتھہ بندی نہیں کی۔ عام روش یہ ہی ہے کہ معاصرین میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے نوک جھوک ہوا کرتی ہے۔ مگر آپ میں یہ بات نہ تھی۔ وہ ہر سنی عالم کا احترام کرتے تھے۔ اور ان کی دینی و ملی اور مذہبی سرگرمیوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی فرماتے بلکہ ہر ممکن تعاون بھی فرماتے تھے۔ وہ نہ کسی سے بغض رکھتے تھے نہ حسد وہ ایک مخلص اور ملک وملت کے درد مند عالم دین تھے۔ اور ملک وملت کی بھلائی اور اہلسنت وجماعت کی ترقی کے لیے جو بھی صحیح قدم اٹھاتا تھا۔

کسی عہدہ اور منصب کی طلب کے بغیر اس کا ساتھ دیتے تھے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پنجاب کے اکثر مقامات پر جو حضرات علم و فضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمک رہے ہیں اور آج بفضل خدا وہ اکابرین اہلسنت میں شمار بھی ہو رہے ہیں۔ ان کو بڑھانے چمکانے اور رجمانے میں آپ کے پر خلوص تعاون و امداد کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔ اسی لیے سب ہی ان کا ادب کرتے تھے اور ان کی آواز پر لبیک بھی کہتے تھے۔ آپ علماء کی ذاتی رنجشوں اور احباب کے درمیان کدورتوں کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ دین و مذہب کی تبلیغ و اشاعت اور ملک و ملت کی بھلائی کے لیے جو کوئی بھی قدم اٹھاتا آپ اس کے ساتھ تعاون کرنا اپنا فرض منصبی جانتے۔ اکابر علماء متفقہ طور پر اگر آپ کو عہدہ یا منصب قبول کرنے پر اصرار کرتے تو قبول کر لیتے ورنہ آپ عہدہ و منصب کے نہ کبھی طالب ہوئے اور نہ ہی اس کے حصول کے لیے کبھی کوشش کی۔

حضرت والد قبلہ اہلسنت وجماعت کے مسلک و مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے لاہور اور پنجاب کے مختلف شہروں میں تبلیغی اجتماعات کے انعقاد کا انتظام فرماتے تھے۔ حسب موقع و محل مبلغین کا انتخاب، مساجد و مدارس کے لیے خطباء و مدرسین کا انتظام فرماتے۔ نئے ابھرتے ہوئے علماء خطباء کو کام کرنے کا موقع دیتے عام تبلیغی اجتماعات میں خطاب کے لیے اس وقت کے علماء میں سے جنہیں دعوت دی جاتی۔ ان میں حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی، حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مفتی آگرہ، مولانا نواب الدین صاحب ستکوہی، مولانا قطب الدین صاحب جھنگوی، مولانا نظام الدین صاحب ملتانی علیہم الرحمہ کے نام قابل ذکر ہے۔ خود بھی اکابر علماء کے ساتھ ملک کے مختلف شہروں میں خطاب کے لئے تشریف لے جاتے۔ غیر منقسم

ہندوستان کا آخری تبلیغی دورہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں ہوا جو دہلی سے آگرہ تک مشتمل تھا۔ اس تبلیغی دورہ میں حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی، مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب سیالکوٹی حضرت والد قبلہ اور راقم الحروف بھی شامل تھا میری عمر اس وقت تقریباً ۱۳، ۱۴ سال کی تھی۔ دہلی میں قاضی حوض، باڑہ ہندو راؤ بلیماران میں اور آگرہ میں جامع مسجد میں اجلاس ہوئے۔ آگرہ کے جلسہ میں راقم الحروف نے قَدْ جَاءَکُم مِنَ اللہِ نُور پر تقریر کی جسے اکابر علماء نے بہت پسند فرمایا اور حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مرحوم جو اس تبلیغی جلسہ کے داعی تھے نے مجھے مبلغ پانچ روپے انعام میں دیئے۔ اکابر علماء کے اس وفد نے تاج محل آگرہ کی سیر کی، فتح پور سیکری، حضرت سلیم چشتی کے مزار پر حاضری دی۔ آپ کے مزار پر ایک قوال دف بجا کر ان جملوں کی تکرار کر رہا تھا۔ "پوجا ہے ہم نے تجھ کو" اس پر شریک وفد علماء میں سے کسی نے فرمایا ایسے شعراء کے کلام کو آڑ بنا کر مخالفین اہلسنت ہمیں بدنام کرتے ہیں کہ اتنے میں اس قوال نے پورا شعر پڑھا۔

پوجا ہے ہم نے تجھ کو محراب بے خودی میں
سو حسن آ گئے ہیں آداب بندگی میں

شریک وفد تمام اکابرین علماء نے اس شعر کی تحسین کی۔ صوفیانہ لباس میں ایک صاحب تھے۔ جن کا نام میں نہیں جانتا وہ تو فوراً شعر سن کر تڑپنے لگے۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کی نشست گاہ کی کیفیت یہ تھی۔ چاروں طرف الماریوں میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں نصب تھیں۔ بیٹھنے کی جگہ کے سامنے خانہ دار میز جس پہ کتابیں کھول کر پڑھائی جاتیں۔ گدے کے ارد گرد بھی میز ہوتی تھی۔ جس پہ کتابیں رکھی

ہوتی تھیں۔ ان منبروں کے نیچے پورے ملک سے آمدہ رسالوں، اخباروں، پوسٹروں اور فتاویٰ کا ڈھیر ہوتا تھا۔ اسی کمرے کے ایک کونہ میں رات کو آرام کرنے کے لیے ایک پلنگ، اس پلنگ کے نیچے پہننے کے کپڑوں کے دو ایک ٹرنک اسی کے ایک حصہ میں تیل اور سرکہ کی بوتل، نمک مرچ کا ڈبہ، پیاز اور اچار کا مرتبان رکھا ہوتا تھا اسی کمرہ کے ایک کونہ میں دیسی قسم کا غسلخانہ تھا۔ جہاں آپ وضو، غسل فرماتے تھے یہ تھی حضرت والد قبلہ کی نشست گاہ جو کتب خانہ بھی تھی، درس و تدریس اور افتاء کا مرکز بھی اور اہلسنت و جماعت کی دینی و ملی اور قومی تحریکوں کا منبع بھی۔ اسی کمرہ میں رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ کے مرشد برحق، شیخ المشائخ حضرت سیّد علی حسین شاہ صاحب الاشرفی، الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف جلوہ فرما ہوتے تھے۔ اور اسی کمرہ کو اکابر علماء اہلسنت و مشائخ ملت حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، حضرت مخدوم صدرالدین صاحب ملتانی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب و مفتی ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی، صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی اور صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد نعیم الدین صاحب مراد آبادی حضرت مولانا معوان حسین صاحب رامپوری۔ خطیب شاہی مسجد لاہور، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی علیہم الرحمہ والرضوان جیسے اکابر کے قیام کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسی کمرہ کی مذکورہ بالا کیفیت کی خبر پاکر سنہ ۱۹۴۰ء میں روز نامہ زمیندار دا احسان کے کوکلتاش خراسانی اور حاجی لق لق تشریف لائے والد قبلہ اس وقت بخاری شریف کے درس میں مستغرق تھے۔ درس حدیث کے اختتام پر سلام دعا ہوئی اور آپ کے لیے دوپہر کا کھانا آگیا۔ فرمایا دو مہمان اور بھی ہیں ان کا کھانا بھی لاؤ۔ پھر والد قبلہ نے پلنگ کے نیچے رکھی ہوئی

پیاز کو کاٹا۔ نمک مرچ چھڑکا اور سرکہ ڈال دیا کھانا کھانے کے بعد حاجی لق لق مرحوم نے عرض کی۔ حضرت آپ کے دفتر کے متعلق سنا تھا کہ وہ حزب الاحناف کا دفتر ہی نہیں انواع واقسام کی اشیاء کا عجائب خانہ بھی ہے۔ سو وہ اپنی نظر سے دیکھ لیا حاضری کا مقصد تو یہ تھا کہ یہاں سے مزاحیہ کالم کے لیے مواد حاصل کریں گے۔ مگر یہاں کے علمی اور روحانی ماحول نے ایسا متاثر کیا ہے کہ زبان کھولتے ہوئے خوف آتا ہے۔ والد قبلہ نے فرمایا۔ درس و درس کی وجہ سے فرصت کم ملتی ہے اس لیے اپنی ضروری چیزیں قریب ہی رکھ لیں ہیں تاکہ بوقت ضرورت انہیں کام میں لایا جا سکے اور کسی کو بلانے اور منگوانے میں وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کو مختلف سلاسل اولیاء اللہ، قادریہ سہروردیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد محترم امام اہلسنت محدث الوری علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ، سے اور سلسلہ عالیہ قادریہ جلالیہ اشرفیہ نظامیہ چشتیہ سراجیہ میں اپنے مرشد کامل۔ اعلیحضرت شیخ المشائخ حضرت الحاج سید شاہ ابو احمد المدعو محمد علی حسین سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف سے، آپ کو اپنے مرشد برحق سے دعائے سیفی اور دلائل الخیرات کی خصوصی اجازت بھی عطا ہوئی تھی۔ جس میں ترک جمالی و جلالی سے پرہیز کی رخصت ہے۔

والد قبلہ حضرت امام العارفین شیخ المشائخ حضرت شاہ سید علی حسین شاہ صاحب اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت تقریباً ہر سال ماہ رمضان المبارک میں لاہور جلوہ فرما ہوتے۔ انکی تشریف آوری پر دفتر حزب الاحناف ذکر وفکر نعت خوانی اور درود وسلام کی محفلوں میں تبدیل ہو جاتا۔ والد قبلہ پر شیخ کی نظر کرم تھی اور وہ آپ کو سید صاحب کہہ کر

پکارا کرتے تھے۔ والد قبلہ مزامیر سے قوالی نہیں سنتے تھے اور شیخ کے ہاں قوالی سنی جاتی تھی۔ مگر شیخ کے شفقت وکرم یہ عالم تھا۔ لاہور میں کبھی آپ نے قوالی نہیں سنی۔ بعض مرید مجلس قوالی کی فرمائش کرتے تو فرماتے نہ بابا سید صاحب قوالی پسند نہیں کرتے۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب قدس سرہ العزیز حضور غوث پاک کی اولاد سے حسنی حسینی سید تھے عالم باعمل عارف کامل۔ جامع شریعت وطریقت تھے۔ چہرہ ایسا نورانی تھا کہ بس دیکھا ہی کیجئے۔ آپ رات کو کچھ دیر آرام فرماتے ورنہ شب وروز تسبیح وتہلیل ذکر وفکر اور نوافل میں مشغول رہتے آپ تارک السلطنت مخدوم اوحدالدین سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کے آستانہ عالیہ کھوچھہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کے چہرے کو دیکھ کر یہ اشعار کہے تھے ؎

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ پروردۂ سہہ محبوباں

حضرت والد قبلہ کے شیخ، قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی قدس سرہ السبحانی، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ وہ مبلغ اسلام بھی تھے اور شریعت وطریقت کے امام بھی اور تارک السلطنت امام العرفا حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلال وجمال کے آئینہ بھی۔ ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ صرف ان کے چہرہ نورانی کو دیکھ کر غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے حق کی منزل کو پا لیتے تھے۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی نے عرس اشرفی کے موقع پر اپنی تقریر میں فرمایا لاہور میں ۱۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے زیرِ اہتمام اہلسنت وجماعت اور دیوبندی مکتبہ فکر کے درمیان آخری فیصلہ کن مناظرہ طے ہوا۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا حشمت علی خاں لکھنوی مرحوم اور دیوبندیوں

کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی مناظر مقرر ہوتے۔ مسجد وزیر خاں لاہور میں مناظرہ کی مجلس جمی اس اجتماع میں اہلسنت کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ حضرت شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی قدس سرہ العزیز بھی جلوہ فرما ہوئے تھے۔ قصہ طویل ہے مختصر یہ کہ مولوی اشرف علی تھانوی باوجود وعدہ کے میدان مناظرہ میں نہ آئے اور یوں یہ مناظرہ فیصلہ کن نہ ہوسکا۔ لیکن حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر عوام نے یہ فیصلہ ضرور سنادیا۔ جس طرف ایسا نورانی چہرہ والا بزرگ ہو وہ جماعت باطل پر نہیں ہوسکتی۔

حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب شیخ الحدیث مدظلہ پیر گوٹھ جو اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے عزیز ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال کی تھی۔ جبکہ میں نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ سے شرح جامی کا درس لیا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی عام نشست ایک مسہری تھی جس پر آپ جلوہ فرما ہوتے تھے۔ اس کے سامنے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جس پر لوگ آکر بیٹھتے تھے۔ ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰحضرت کی مسہری پر کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ ایک دن جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسہری پر ایک نورانی شخصیت تشریف فرما ہیں اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نہایت ادب و احترام سے رعام نشست اکرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ یہ کون ہیں۔ جن کا اس قدر ادب و احترام ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے اپنی نشست پر انہیں بٹھایا ہے۔ میں پوچھنے ہی والا تھا کہ اعلیٰحضرت نے فرمایا انہیں تعظیم دو۔ یہ حضور غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کے شہزادے حضرت سید علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی ہیں۔

آجکل آپ کے خلیفہ و سجادہ آپ کے پوتے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ ابوالمسعود

سیّد اشرف عرف محمد میاں مدظلہ العالی ہیں۔ جو ایک جید عالم جامع شریعت وطریقت شخصیت ہیں اور اعلیحضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے عکس جمیل ہیں۔ طبیعت سادہ ہے۔ بناوٹ اور تصنع سے مبرا، خاندانی وجاہت اور علم وفضل کے پیکر ہیں۔ کسی بھی موضوع پر گفتگو چھڑ جائے علم وعرفان کے دریا بہا دیتے ہیں۔ آپ افقِ ولائت کے ماہ تاباں ہیں۔ اور اپنی ضو ریز کرنوں سے ایک عالم کو منور و مستنیر فرما رہے ہیں۔ پاک و ہند میں آپ کے روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ حضرت سجادہ نشین کچھوچھہ شریف مدظلہ العالی جولائی ۱۹۷۷ء میں لاہور تشریف لائے تھے آپ کے ہمراہ آپ کے رشتہ کے داماد حضرت سیّد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی امیرِ حلقۂ اشرفیہ کراچی بھی تھے حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا، مظاہر اشرف لاہور آتے رہتے ہیں۔ مگر ٹھہرتے ہوٹل میں ہیں۔ اس پر والد قبلہ نے عرض کی غریب خانہ کے ہوتے ہوئے ہوٹل میں کیوں قیام فرماتے ہیں۔ حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے جناب سیّد مظاہر اشرف صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا سیّد صاحب سے ہمارے تعلقات بڑے پرانے اور بڑے قریبی ہیں ان کا گھر ہمارا گھر ہے آئندہ آپ سیّد صاحب کے ہاں قیام کیا کریں۔ پھر جب حضرت سجادہ نشین کراچی کے لئے روانہ ہوئے تو باوجود علالت کے والد قبلہ آپ کو ہوائی اڈہ پر رخصت کرنے کے لیے گئے۔ ابکی دفعہ کیفیت ہی دوسری تھی۔ آنکھیں پرنم تھیں اور حضرت سجادہ نشین مدظلہ کے واپس تشریف لیجانے کو آپ نے بہت ہی محسوس کیا تھا۔ شاید وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ آخری ملاقات ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۸ء کی ایک شام حضرت والد قبلہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم ایک ایسی نعمت سے محروم ہو گئے۔ جس کی عظمت اور مرتبہ ومقام کی رفعت کا اندازہ ہمیں اتنا ان کی حیات میں نہ ہو سکا۔ جتنا کہ ان کی وفات کے بعد ہو رہا ہے اور اب تو ان کی زبان مبارک سے ایک کلمہ سننے اور ان کے روئے زیبا کا صرف ایک بار دیدار کرنے کو دل مچلتا اور تڑپتا ہے۔ اے کاش ایسا ہو سکے۔

واللہ علی کل شی قدیر

حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف صاحب الاشرفی الجیلانی امیرِ حلقۂ اشرفیہ کراچی والد قبلہ کے پیر خانہ کے ایک فرد ہیں۔ یہ انکی ذرہ نوازی ہے کہ اب وہ جب بھی لاہور تشریف لاتے ہیں۔ ہمارے ہاں قیام فرماتے ہیں۔ عابد و زاہد بزرگ ہیں۔ میں نے بچشم خود ان کو شب بیدار دیکھا ہے۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ کے بہت قریبی عزیز ہیں۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ السبحانی کے عاشق ہیں۔ سالانہ محرم میں آپ کا عرس مبارک نہایت دھوم دھام سے مناتے ہیں اور اپنی گرہ سے ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں۔ تعلیماتِ اشرف کی اشاعت و ترویج کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ ماہ رجب میں ہر سال اعلحضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کا (والد قبلہ کے پیر) کا بھی عرس منعقد کرتے ہیں۔ ہر دو اعراس میں علماء کرام کی تقاریر ہوتی ہیں اور مسلک اہلسنت وجماعت کی تبلیغ۔ اگرچہ پیری مریدی ان کا پیشہ نہیں ہے۔ خاندانِ اشرفیہ کے چشم وچراغ ہونے کی وجہ سے فقر وغنا زہد وتقویٰ۔ ریاضت و مجاہدہ ایسے اوصاف کے حامل ہیں۔ علماء فقراء سے محبت کرتے ہیں۔ پاک و ہند اور ریاست ہائے متحدہ عرب ممالک میں آپ کے معتقدین و مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور ہمارے لیے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ خاندانِ اشرفیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ والد قبلہ بھی ان سے بہت محبت و شفقت اور احترام سے پیش آتے تھے جب تک ڈاکٹر صاحب ہمارے ہاں مقیم رہتے شام کا کھانا ان کے ہمراہ ہی کھاتے۔ ڈاکٹر صاحب بھی والد قبلہ کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں۔ وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ سید صاحب قبلہ امام المحدثین ہیں اور میرے لیے تو اس لیے بھی بہت ہی واجب الاحترام ہیں کہ وہ میرے دادا پیر کے مرید اور اعاظم خلفاء سے ہیں، ڈاکٹر صاحب موصوف والد قبلہ کے آخری ایام میں لاہور ہی میں رہے۔ جب انہوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہا تو ڈاکٹر صاحب بھی ان کے سرہانے کھڑے تھے۔

آپ کی محفل وعظ و نصیحت میں جو لوگ بھی آتے ۔ عموماً شریعت کے پابند ہو جاتے عقائد میں پختگی اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ۔ آپ کے مریدین ، مقتدین و متوسلین اور تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے ۔ خود بھی شریعت کا پاس لحاظ اس درجہ فرماتے کہ رخصت پر بھی عمل کرنا گوارہ نہ کرتے ۔ آپ کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تھا ۔ برادرم محمد اعظم صاحب اعظم اینڈ کو لاہور نے عرض کی ڈاکٹر یقین الدین صاحب ماہر امراض چشم ہیں ۔ میں نے انتظام کر دیا ہے وہ آپریشن کر دیں گے ۔ فرمایا علاج کے دوران تیمم کرنا ہو گا اور نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہو سکے گی ۔ چنانچہ آپ آپریشن سے گریز فرماتے رہے ۔

ایک دن حضرت مولانا نور اللہ صاحب شیخ الحدیث بصیر پوری مدظلہ العالی (جو والد قبلہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور نہایت متقی و پرہیز گار ہیں) مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے ۔ میں نے ان سے کہا کہ والد قبلہ اپریشن نہیں کرا رہے ۔ آپ کچھ کہیے ۔ انہوں نے عرض کی ۔ عذر شرعی کی صورت میں تیمم جائز ہے ابھی وہ یہ ہی کہہ پائے تھے کہ والد قبلہ نے فرمایا آپ فتویٰ دیتے ہیں ۔ مولانا نے عرض کی ۔ مسئلہ تو یہ ہی ہے ۔ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے ۔ تب جا کر اپریشن کے لیے تیار ہوئے ابتدا میں جناب ڈاکٹر یقین الدین صاحب غالباً والد قبلہ کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہ تھے ۔ مگر جب دوران علاج ان سے سابقہ پڑا اور والد قبلہ کے ورع و تقویٰ کو انہوں نے دیکھا تو پھر تو بہت ہی خلوص و محبت سے علاج کیا انہیں کے ذریعہ جناب محترم ڈاکٹر سید افتخار الدین صاحب ایم بی بی ایس ریلوے روڈ لاہور سے تعارف ہوا ۔ ان کی کرم نوازیوں کے لیے تو میرے پاس شکریہ کے الفاظ بھی نہیں

ہیں۔ پھر برادرم ڈاکٹر ایم وائی اظہر بین بازار راوی روڈ لاہور نے بھی نہایت محبت و خلوص اور عقیدت سے علاج معالجہ میں حصہ لیا۔ جناب محترم ڈاکٹر محمد افضل قادری مرحوم پروفیسر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے صاحبزادے عزیزم ڈاکٹر ندیم افضل سلمہٗ اور والد قبلہ کے عقیدت مند جناب ڈاکٹر محمد فاروق قادری علوی موچی دروازہ لاہور نے بھی معاونت کی۔ یہ وہ حضرات ہیں جو دِن رات میں جب بھی ضرورت پڑی بلا تکلف آئے اور والد قبلہ علیہ الرحمہ کے علاج معالجہ میں آخر تک حصہ لیتے رہے اور آج بھی ان کے خلوص و محبت کا وہی عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ثواب دارین کی نعمتوں سے نوازے اور ہر بلاء و مصیبت سے محفوظ و مصئون رکھے اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی ہے کہ حضرت والد قبلہ کو علاج کی بہتر سے بہتر سہولتیں حاصل رہیں۔ جب تک جناب محترم ڈاکٹر محمد افضل قادری مرحوم پروفیسر ان کی حیات رہے۔ وہی والد قبلہ کے معالج خاص رہے۔ ڈاکٹر محمد افضل صاحب قادری مرحوم ملک کے نامور ڈاکٹر اور نہایت عابد، زاہد متقی شخصیت تھے۔ غربا کا اور خصوصاً دینی طلباء کا علاج معالجہ بڑے غور و فکر سے مفت کرتے اور اپنے پاس سے دوائی دیتے وہ دیانت و امانت اور اخلاص و مروت کا پیکر تھے۔ ہمارے خاندان سے ان کے ابتداء ہی سے گہرے تعلقات تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم سختی کے ساتھ پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے۔ داتا صاحب کے مزار مبارک پر تقریباً روزانہ حاضری دیتے درود تاج ان کا وظیفہ تھا۔ حضور علیہ السلام کے عشق و محبت سے ان کا سینہ معمور تھا۔ مسلک حقہ اہلسنت و جماعت پہ اتنے پختہ تھے کہ اپنی سیٹ پر بھی تبلیغ کرتے تھے۔ حضرت والد قبلہ نے اپنی ڈائری میں ان کا ذکر یوں فرمایا ہے۔ آج مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۵ء، ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ بروز بدھ ۳ بجے شب داعی اجل کو لبیک کہا اور دنیا کو خیر باد کہتے ہوئے چلے گئے۔

میو ہسپتال گورا وارڈ میں ۲۰ یوم بعارضہ کینسر سخت علیل رہے۔ دس پندرہ ڈاکٹروں نے ہر چند کوشش کی۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ ڈاکٹر محمد افضل قادری رضوی دیدار شاہی نہایت خوش خلق۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ علمائے صلحا سے محبت رکھنے والے تھے۔ خصوصاً فقیر سے اور علامہ ابوالحسنات سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ والد قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کا علاج کرتے رہے اور ایک رات مسلسل ان کے سرہانے بیٹھے رہے۔ برادرم علامہ ابوالحسنات اور عزیزم سید محمود احمد رضوی اور فقیر کا تندہی اور جانفشانی سے خالصاً لوجہ اللہ علاج کیا اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہے۔ ڈاکٹر صاحب بار بار دعا کے لیے میو ہسپتال بلاتے رہے ۱۶ رمضان ۱۳۹۵ھ کو فقیر اور محمود صاحب رضوی مزاج پرسی کے لیے گئے تو کہا سید صاحب میں جا رہا ہوں میں سنی حنفی قادری ہوں۔ مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کا غلام اور مرید ہوں۔ میری نمازوں کا خیال رکھیں۔ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔ محمود رضا صاحب میرے بھائی ہیں۔ وہ میرے بچوں کو اپنے بچوں کی طرح خیال کریں۔ پھر اپنے بچوں سے کہا سید صاحب کی خدمت کرنا۔ میری والدہ کی قدموں میں میری قبر بنانا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے کراچی کے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹروں کو دکھایا۔ الحاج قبلہ بابو سراج دین صاحب اور ان کے فرزند جناب محمد اعظم اور جناب الحاج محمد صدیق صاحب بادامی باغ لاہور نے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے علاج کا انتظام کیا۔ پھر جس کسی حکیم وڈاکٹر کی شہرت سنی علاج کرانے میں کوتاہی نہ کی۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اصل تکلیف انہیں پیشاب میں خرابی کی تھی۔ اسی وجہ سے بخار اور دیگر عوارض

لاحق ہوتے رہے۔ کمزوری اگرچہ بڑھتی گئی۔ مگر اتنی بھی نہیں کہ چل پھر نہ سکیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری رمضان ۱۳۹۸ھ کے بھی روزے رکھے۔ مگر اب نقاہت میں بہت اضافہ ہوگیا تھا اس پر بھی وضو وغیرہ خود ہی کرلیتے تھے۔ مگر اچانک ۱۲ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعہ سے نقاہت وضعف بڑھتا ہی گیا۔ غذا بھی برائے نام رہ گئی۔ حتیٰ کہ وعدۂ الٰہی کے مطابق ۲۰ شوال ۱۳۹۸ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء ۴ بجکر دس منٹ پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

وصال سے پانچ روز قبل راقم الحروف نے مزاج پرسی کی تو فرمایا اللہ کا شکر ہے مگر ہم چند دن کے مہمان ہیں۔ اس پر میرا دل بھر آیا آنسو بہنے لگے تو فرمایا یہ دن تو سب کو دیکھنے پڑتے ہیں۔ موت سے کس کو مفر ہے اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ہاں یاد رکھنے کی باتیں یہ ہیں۔ اہلسنت وجماعت کے مسلک حق پر قائم رہنا۔ شریعت کی کی پابندی کرنا اپنی اولاد کو دین کا علم سکھانا۔ دار العلوم حزب الاحناف تمھارے پاس امانت ہے اس دینی ادارہ کی تعمیر وترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔ دینِ اسلام اور مسلک اہلسنت وجماعت کی تبلیغ واشاعت میں کوتاہی نہ کرنا۔ میرے بعد سب بھائی بہن اتفاق واتحاد سے رہنا۔ تم سب سے بڑے ہو۔ سب سے نیک برتاؤ کرنا۔ لطف ومہربانی سے پیش آنا۔ پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار پڑھتے رہے۔

یَا اَکرَمَ الخَلقِ مَالِی مَن اَلُوذُ بِہٖ ۔۔۔ سِوَاکَ عِندَ حُلُولِ الحَادِثِ العَمِمِ

یَا نفسِ لَا تقنطِی عَن زَلَّۃٍ عظمت ۔۔۔ ان الکبائرَ فِی الغفرانِ کاللمم

وَلن یَضِیقَ رسولَ اللہ جاھُکَ بی ۔۔۔ اذا الکریم تجلّٰی باسم منتقم

اس کے بعد فرمایا دہلی دروازہ میں قیام کے دوران ہر نماز کے بعد اباجی

علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پہ فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔ کل سے اباجی اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے دربار عالی میں حاضری کو جی چاہ رہا ہے۔ مگر اب ضعف و نقاہت کی بنا پہ حاضری مشکل نظر آ رہی ہے اگر ہو سکے تو میرا جنازہ کچھ دیر کے لیے اباجی علیہ الرحمہ اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار پہ لے جانا۔ اتنے میں والدہ مختار اور اس کی بہنیں حاضر آئیں۔ انہیں مخاطب بنا کر فرمایا نماز کی پابندی کرنا۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ حشر کے دن سب سے پہلے نماز ہی کی پرسش ہو گی۔ شاہدہ سلمہا رونے لگی تو اسے گلے سے لگایا اور فرمایا تم سب نے میری بڑی خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ تمھیں خوش رکھے اسی دن آپ نے اپنے محب خاص جناب قبلہ بابو سراج دین صاحب، جناب محترم امیر بخش صاحب اور جناب الحاج محمد صدیق صاحب بادامی باغ — کو یاد کیا۔ دوسرے دن عصر کے بعد یہ حضرات تشریف لائے۔ مگر ان حضرات سے زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔ آپ کے مرید اور خلیفہ جناب الحاج سیّد نصیر الدین صاحب ہاشمی رجو روزانہ بعد نماز عصر تصوف کے موضوع پہ کوئی کتاب آپ کو سنایا کرتے تھے، آج نہ سنا سکے۔ نقاہت و ضعف بہت زیادہ تھا۔

والد قبلہ علیہ الرحمہ مجھے خواب میں اب تک دو ایک دفعہ نظر آئے وہ بھی ایسے کہ مدینہ منورہ جانے کی تیاری فرما رہے ہیں۔ گھر بھر کے تمام افراد کو عموماً وضو فرماتے، نماز پڑھتے، تسبیح پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت کے تلمیذ مولانا محمد صادق صاحب علوی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں عرض کی مجھے قرآن مجید کا پہلا پارہ پڑھا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب خود ہی پڑھ لیا کرو۔ مجھے فرصت کہاں ہے؟ میں تو صبح و شام حضور سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور حاضر رہتا ہوں۔ میرے سب سے چھوٹے لڑکے سید ندیم اشرف سلمہ کو تو ایسے نظر آتے ہیں کہ جیسے زندگی میں اسے پیار کرتے اور شفقت فرماتے

تھے۔ ندیم سلمہ سے آپ کو بہت پیار تھا۔ وہ آپ کے ساتھ ہی کھاتا پیتا اور سوتا تھا۔ وصال کے موقع دو دن تک وقفہ وقفہ کے بعد آپ کی جدائی کے صدمہ سے بیہوش ہوتا رہا۔ اس کو اب بھی آپ کی یاد آتی ہے اور پریشان ہوتا ہے تو آپ اسے بیداری میں نظر آتے ہیں۔ وہ کہتا ہے مجھے اباجی نے سمجھایا ہے، پیار کیا ہے اور فرمایا ہے تم کیوں روتے ہو میں تو تم سے ملتا رہتا ہوں۔ میں تم سے دور نہیں ہوں۔ ایک دفعہ خواب میں مجھے فرمایا کہ میرے کاغذات میں ایک نگ ہے۔ جس پر سرخ ابری سے اللہ محمد کے حروف بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی خاکی لفافہ میں ایک تسبیح ہے یہ حکیم صوفی محمد حنیف خاں صاحب زیدہ مجدہ کی امانت ہے ان کو پہنچا دو۔ صبح اٹھ کر میں نے تلاش کی۔ دونوں چیزیں مل گئیں اور حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی خدمت میں پیش کر دیں وہ فرمانے لگے۔ حضرت نے میری مشکل حل کر دی میں نے کہا کیسی مشکل؟ کہنے لگے پھر کبھی بتاؤں گا۔

راقم الحروف نے حضرت والد قبلہ کے تلامذہ و مریدین و احباب کرام سے عرض کی تھی کہ وہ حضرت کی سیرت و کردار سے متعلق جو کچھ جانتے ہیں۔ قلمبند کر کے ارسال فرمادیں کچھ حضرات نے توجہ دی جن کے مضامین کے کچھ حصے ان اوراق میں سمو دیئے گئے ہیں اس سلسلہ کے بقیہ مضامین کے بعض حصے یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

حضرت مولینا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں اچھرہ لاہور میں مولانا مہر محمد صاحب مرحوم سے کتب معقول پڑھتا تھا میرے ساتھی طلباء نے حضرت قبلہ سید صاحب کی شہرت سن کر یہ طے کیا کہ آپ سے مسئلہ امکانِ کذب پر منطقی قاعدوں وضابطوں کے مطابق گفتگو کی جائے۔ چنانچہ چند طلباء کے ساتھ ہم سید صاحب

قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذکورہ بالا مسئلہ سے متعلق آپ سے سوالات کئے۔ آپ نے نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ معقول ومنقول کے دلائل و براہین کی روشنی میں اس مسئلہ کو بیان فرمادیا۔اس پر میرے ساتھی طلباء جو دیوبندیت سے متاثر تھے نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔

آپ کے شاگردِ رشید مولانا مہر محمد خاں صاحب ہمدم خطیب جامع مسجد چھانگا مانگا بیان کرتے ہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت آپ کا سرمایہ تھا۔ تقریر میں حضور کا نام نامی اسمِ گرامی نہایت ادب واحترام اور عقیدت ومحبت اور آداب والقاب کے ساتھ لیتے۔ عموماً حضور علیہ السلام کا ذکرِ مبارک ان الفاظ سے فرماتے۔ سرورِ انبیاء، حبیبِ کبریا جب حضور کا نام لیتے درود ضرور پڑھتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دورانِ تقریر فرطِ عقیدت ومحبت میں آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ آپ کی تقریر کا مرکزی نکتہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت وعقیدت اور آپ کا ادب واحترام اور آپ کے مرتبہ کی عظمت کا اظہار وبیان ہوتا۔ حضور سیّد صاحب کو جو بھی موضوع دیا جاتا علم وعرفان کے دریا بہادیتے۔ عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علماء تحسین وآفرین کی صدائیں بلند کرتے۔ اندازِ تقریر عام فہم نہایت شستہ، سنجیدہ اور متین ہوتا۔ آیات واحادیث، اقوالِ مفسرین وتصریحاتِ آئمہ دین سے مزین ٹھوس دلائلِ شرعیہ پر مشتمل تقریر فرماتے۔ کبھی تقریر میں شعر بھی پڑھتے مگر تحت اللفظ۔ صحابہ کرام اہلبیت عظام آئمہ دین بزرگانِ ملت کا نام ادب واحترام سے لیتے۔ تقریر میں اصلاحی پہلو نمایاں ہوتا۔ مجادلہ مکابرہ، سخت کلامی طنز وتشنیع سے پرہیز فرماتے۔ آپ جہاں ایک ممتاز مدرس وخطیب تھے۔ وہاں کامیاب مناظر بھی تھے۔ آپ نے بدعقیدہ اور گمراہ فرقوں سے بیسیوں مناظرے کئے۔ مرزائیوں

سے بھی آپ کے متعدد مناظرے ہوئے اور بفضلِ خدا کامیاب و کامران رہے آپ مناظرہ میں عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔ ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

مولانا علی احمد صاحب سندیلوی مدرس جامعہ نظامیہ لاہور اپنے مضمون جامع الصفات شخصیت میں لکھتے ہیں کہ قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ کے درس حدیث میں شمولیت کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا۔ آپ علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے اور خلوص و مروت تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر تھے آپ جب حدیثِ رسول کی شرح فرماتے تو یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے علم و حکمت کی کتاب کھل گئی ہے۔ ——— مولانا قاری محمد اشرف صاحب قادری برکاتی مہتمم مدرسہ دستگیریہ مزملیہ رحیم یار خاں نے اپنے مضمون مفتیٔ اعظم میں لکھا ہے کہ آپ فنافی الرسول کے مرتبہ پر فائز تھے ۔ آپ طلباء کو تلقین کرتے کہ دین کی راہ میں کانٹوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کی رضا کے لیے دین کا علم حاصل کرو اور خلوص و استقامت کے ساتھ تبلیغ و اشاعت دین کا فریضہ ادا کرو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین برائے زندگی نہیں ، زندگی برائے دین ہے۔ آپ اپنے درس میں عشق و محبت رسول اور احترام و عقیدتِ رسول پر بڑا زور دیتے اور فرماتے کہ محبتِ رسول ہی دین بلکہ دین کی روح ہے۔ ایک دن میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ صبح کے وظائف و درس قرآن سے فارغ ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا آپ کے چہرہ پر غیر معمولی رونق اور مسرت و بہجت کے آثار نمایاں ہیں۔ فرمایا آج میں بہت خوش ہوں۔ میرے نصیب جاگ گئے ہیں۔ رات مجھے اللہ کے محبوب اور کائنات کے مطلوب

ومقصود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضور نے مجھے چاۓ عطا فرمائی ہے پھر آپ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ فرمایا۔ صحیح حدیث سے واضح ہے کہ خواب میں حضور کی زیارت یقیناً حضور ہی کی زیارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو خواب میں حضور کی شکل میں آنے کی طاقت نہیں دی۔ اس کے بعد فرمایا بعض لوگوں کی زبان سے کیف ومستی اور بے خودی میں انا الحق تو سنا گیا۔ مگر انا محمد کسی کی زبان پر جاری نہ ہو سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور اپنے حبیب پر اس کا اکرام ہے۔ ایک دفعہ میں نے وحدت الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہی تو اس پر آپ نے فرمایا۔ ؎

یہ باتیں ہیں دو اور خدا ایک ہے ۔۔۔ نہیں جانتے ہم وجود و شہود

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کے تلمیذ و مرید مولانا حکیم سید مظفر حسن مجددی برکاتی اپنے مضمون شیخ المحدثین میں لکھتے ہیں کہ میرے استاد مولانا محمد صدیق صاحب ساکن بھلیر نے جب مجھے بخاری شریف ختم کرا دی تو فرمایا حدیث تو میں نے پڑھا دی ہے اگر حدیث رسول کے اسرار و معارف سے آگاہی چاہتے ہو تو میرے شیخ اور استاد حضرت سید صاحب قبلہ کے حلقہ درس میں شامل ہو جاؤ۔ میرے نزدیک پورے پاکستان میں حدیث پڑھانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے آپ کے درس حدیث میں داخلہ لیا۔ آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مسئلہ کے متعلق پوچھنے پر سینکڑوں حوالے بیان فرما دیتے۔ طلباء مسلسل سوالات کرتے اور آپ خندہ پیشانی سے تسلی بخش جواب عطا فرماتے۔ طلباء پر شفقت و محبت فرماتے۔ آپ کے حلقہ درس میں شریک طلباء عشق رسول کی دولت سے مالا مال ہو جاتے آپ کی روحانی توجہ سے طلباء میں ورع و تقویٰ شریعت کی پابندی اور سنت رسول کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔

مولانا ابو العلا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدرسہ حنفیہ قصور نے اپنے مضمون میں لکھا کہ حضرت استاذ مکرم فقیہہ و حدیث، تفسیر اور علم میراث کے امام تھے۔ ہم نے ان کے حلقہ درس میں علم و عرفان کے دریا موجزن دیکھے۔ فتویٰ نویسی کی کیفیت یہ تھی کہ طلباء سے سوال سن کر مع حوالہ کتاب جواب قلمبند کروا دیتے۔ کسی مسئلہ کے متعلق جواب دینے میں آپ کو تکلف نہ ہوتا تھا۔ درسِ حدیث کی یہ شان تھی کہ جب بھی کوئی حدیث مکرر آتی تو آپ اس کی تشریح و توضیح میں نیا انداز اختیار فرماتے اور نئے فوائد نئے مسائل بیان فرماتے۔

حضرت والد قبلہ کے مرید جناب محمد مرتضیٰ بی کام آنرز اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ جب میری عمر تقریباً بائیس سال تھی اور میں ایک مقامی کالج میں زیر تعلیم تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصیدہ بردہ پڑھنے کی اجازت چاہی حضرت نے انکار کر دیا بات ختم ہو گئی۔ مگر آج یاد نہیں کہ دوسرے تیسرے روز پھر وہاں کیوں چلا گیا تھا۔ اور پھر یہ میرا معمول بن گیا اکثر جاتا حضرت درس دے رہے ہوتے، تھوڑی دیر بیٹھتا اور اجازت لے کر چلا جاتا اور پھر بات اس مقام تک آگئی جسے صرف محبت ہی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت کی توجہ میرے جمیع امور پر ہمیشہ رہی۔ اب گذرا زمانہ کبھی آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ حضرت نے خاکسار کو مع تمام خامیوں کے اور ان کی وجہ سے صادر ہونے والی غلطیوں سمیت اپنے قلب سلیم کی وسعتوں میں جگہ دے ڈالی تھی کہ جاؤ جو بھی ہو ہم تمہیں نہیں ٹھکرائیں گے۔ مجھے جو شفقت اور محبت میرے اپنے نہ دے سکے وہ مجھے ان سے ملی وہ میرے دوست اور محرم راز تھے۔ جوں جوں آپ میری غلطیوں اور خامیوں سے آگاہ ہوتے گئے۔ آپ کی شفقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور یہ بات آپ کی عالی ظرفی، علو مرتبت اور تکمیل انسانیت کی اعلیٰ منازل

پر آپ کے فائز ہونے کی دلیل ہے ابتدائی سالوں میں اکثر حسب حاضر ہوتا آپ درس دے رہے ہوتے۔ میں سنتا رہتا۔ چونکہ مسئلہ تقدیر کے متعلق الجھا ہوا تھا اور نوجوانی کا عالم قیل وقال کا زور تھا موقع ملتے ہی سوال داغتا۔ حضرت میری تشفی کے لئے وضاحت فرماتے، مگر دل کو چین نہ آیا۔ ایک روز حسب معمول میں نے درس کے دوران ہی سوال کیا کہ ایسا ہے تو پھر ویسا کیوں ہے۔ چنانچہ حضرت نے ایک خاص انداز سے میرے سینے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا "اس کیوں" کو نکال دو اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کے بعد میں گھر چلا آیا مگر میں نے محسوس کیا جیسے وہ بے چینی دور ہو چکی ہے اور اب کوئی سوال نہیں اٹھتا، اور مسئلہ جیسے حل ہو چکا ہے

بہت عرصہ بعد میں نے جانا کہ یہ بات قال سے نہیں حال سے درست کی گئی تھی۔ چنانچہ کئی سال بعد میں پھر پریشان تھا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ویسی انگلی ایک مرتبہ پھر ہلا دیجئے تو آپ نے تبسم فرمایا اور بس۔ آپ سراپا محبت و شفقت تھے اور جو بھی آتا بقدر ظرف فیضیاب ہوتا تھا۔ آپ ایک جید عالم دین تو تھے ہی مگر ساتھ ہی عمل کے جس درجے پر آپ فائز تھے وہ بھی آپ ہی حصہ ہے۔ نظریں تو شاید مل ہی جائیں مگر "تو چیزے دیگری" میں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا۔ آپ صدق وصفا کا نمونہ تھے اور جیسے شفیق دوسروں کے لئے تھے ویسے ہی شفیق وہ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی تھے اور اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ گھر میں مزاج کچھ اور ہے اور "عوامی" چہرہ کچھ اور ہے۔ اپنے فرزند ارجمند علامہ محمود احمد صاحب کی صحت و آرام کے بارے میں اکثر ذکر فرماتے۔ پندرہ برس کے تعلق وحاضری میں میں نے آپ کو ہمیشہ بحر غنا میں شناور پایا۔ آپ کو کسی بھی شخص سے کبھی کسی قسم کا سوال کرتے نہ پایا جو بھی موجود ہوتا وہ آپ ہی سے ملتجی ہوتا تھا۔ خدا تعالیٰ آپ کی روح پاک کو جنت نعیم کی ہر لحظہ بڑھنے والی نعمتوں سے نوازے اور آپ کے قرب و مقبولیت میں بے

پایاں اضافہ فرمائے اس ناچیز اور حضرت کے جملہ مریدین اور ارادتمندوں کو شریعت اسلامیہ کو اپنانے اور ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ مزید برآں رب العزت اپنے کرم سے ان کے باقیات الصالحات کو جو کہ مدرسہ حزب الاحناف اور نیک اور صالح اولاد کی صورت میں موجود ہیں آباد و شاد رکھے اور یہاں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہی رہیں۔

از حضرت برق نوشاہی

آہ ابوالبرکات میرِ کارواں ! — رفت از دارِ فنا سوئے جناں
آں شریکِ زمرۂ لایحزنون — شیخِ عالم مخزنِ علم و فنون
محرمِ اسرارِ دیں روشن ضمیر — مفتئ اعظم محدث بے نظیر
سُنی و حنفی امام و مقتدا — فاضل و علام و سید پیشوا
رازی دوراں غزالی زماں — قطبِ عالم شمع بزم عارفاں
شد خیالی روشن از افکارِ اُو — گشت تاباں صدر از انوارِ اُو
آں چراغِ خاندانِ الوری — راست بر قدش قبائے قادری
ہادی دیں عالمِ ذی جاہ رفت — عارف باللہ حق آگاہ رفت

برق سالِ رحلتِ آں نیک نام
"آہ در خلدِ بریں عالی مقام"
۹۸ ھ ۱۳

ملفوظات برکاتیہ

راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی میں اور اس کے بعد بھی حضرت قبلہ والد صاحب علیہ الرحمہ کے ارشادات و ملفوظات قلمبند کرنے شروع کیے تھے۔ اگرچہ یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ تاہم جو ملفوظات راقم نے مرتب کیے ان کا کچھ حصہ بطور تبرک یہاں درج کر رہا ہوں ۔

فرمایا۔ معاملات میں دیانت و امانت کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ شہید فی سبیل اللہ بھی اس وقت تک جنت میں نہیں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے ذمہ جو قرض ہے وہ ادا نہ کر دیا جائے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں حضور سرور انبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں۔

وَ الَّذِی نفس محمدٍ بیَدِہٖ لَوْ اَنَّ رَجُلاً قُتِلَ فِی سبیل اللہ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ عَاشَ وَ عَلَیہِ دَینٌ مَادَخَلَ الجَنَّۃَ حتّٰی یقضیَ دَینہ ۔

(مشکوٰۃ)

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر کوئی آدمی راہ خدا میں شہید ہو جائے اور اس پر کسی کا قرض ہو تو جب تک قرض ادا نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رب العلمین اور مالک یوم الدین ہے۔ فعال لما یرید ہے۔ بے نیاز ہے اگر بخش دے تو یہ اس کا فضل و کرم ہے اور اگر نہ بخشے تو یہ اس کا عدل ہے۔

اگر بخشے رہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا ٭ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

وہ کریم کارساز بے نیاز اور متکبر ہے ——— تکبر بندے میں ہو تو عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں حسن ہے اور اس کی عظمت و جلال کا آئینہ دار ہے بندے کی عبدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی مرحلہ پر بھی اس میں تکبر پیدا نہ ہو۔ حسن و جمال فضل و کمال اگر کسی میں ہے تو یہ اسی کا عطیہ ہے اس لیے عاجزی بندہ کا حسن ہے۔ انکساری اور فروتنی میں ہی بندے کی عظمت ہے

فرمایا۔ وہ لوگ کس قدر ظالم اور بدنصیب ہیں۔ جو درود و سلام کی مجالس کو طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ کی ہدایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس بلکہ کوئی نشست ایسی نہ ہونی چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حضور نبی کریم علیہ السلام پر درود و سلام سے خالی ہو۔ اگر زندگی میں ایک مجلس بھی ایسی ہوئی۔ قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس وقت پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ (ترمذی)

لوگ کہیں بیٹھیں اور انہوں نے اس مجلس میں نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا تو قیامت کے دن یہ ان کے لیے خسران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے خواہ معاف فرمادے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور صلوٰۃ علی النبی کے عمل کو ہر مجلس میں جاری رکھنا شرعاً مطلوب و محمود ہے۔ نیز حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ ذلیل و خوار ہو۔

رغِمَ انف رجل ذکرت عِندہٗ فَلَمۡ یُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی) وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت مجھ پر درود نہ بھیجے۔

اکثر آئمہ فرماتے ہیں۔ جب آپ کا ذکر آئے تو سننے والے پر اور ذکر کرنے والے پر درود بھیجنا واجب ہے اس لیے درود و سلام کو اپنی مجلس اور ہر نشست کا محور و مرکز بنائیے۔ تمام فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ آیہ مبارکہ یصلون علی النبی کی رو سے ہر فرد امت کے لیے آپ پر درود بھیجنا فرض ہے۔ سیدنا امام شافعی اور امام احمد کا مسلک تو یہ ہے کہ جیسے نماز میں تشہد واجب ہے ایسے ہی درود شریف پڑھنا بھی واجب ہے اگر نہ پڑھا تو ان آئمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

البخیل الذی مَن ذُکرتُ عندہ فلم یُصَلِّ عَلَیَّ (اصلی) بخیل اور کنجوس آدمی وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے، اور مجھ پر درود بھی نہ بھیجے۔ (ترمذی)

حضور سرور عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے (مسلم) جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کی دس خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی) قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین وہ شخص ہوگا۔ جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ (ترمذی)

فرمایا اللہ تعالیٰ اجل مجدہ کی بارگاہِ عالی میں خوشی میں غمی میں ہر حال میں توبہ و استغفار کو لازم پکڑنا چاہیئے۔ عبادت پر ناز اور تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔

توبہ و استغفار ہی عاصیوں گنہگاروں کے لیے رحمت و مغفرت کا ذریعہ ہے اور مقربین اور معصومین (انبیاء کرام) کے لیے ان کے درجاتِ قرب و محبوبیت میں ترقی کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت کی ہے کہ اللہ کے حضور توبہ کرو۔ میں خود بھی دن میں سو سو مرتبہ اس کے حضور توبہ کرتا ہوں (مسلم) نیز آپ نے فرمایا۔ خدا قسم

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً — قسم ہیں دن میں ستر مرتبہ سے زائد اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں (بخاری)

حضور کا دن میں ستر ستر مرتبہ توبہ استغفار کرنا تعلیم امت کے لیے تھا۔ ورنہ حضور تو معصوم ہیں اور معصوم ہونے کے باوجود آپ کا توبہ و استغفار کرنا اپنے رب کے حضور اپنی عبدیت کا اظہار بھی ہے اور آپ کے مرتبہ قرب و محبوبیت میں اضافہ کا سبب ہے۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید میں کہیں بھی حضور علیہ السلام کو محض بشر کی حیثیت کی نہیں پیش کیا گیا۔ جب بھی حضور کی بشریت کا ذکر کیا۔ رسولا ایسے الفاظ کی فصل کے ساتھ کیا ہے اور یہ ہی ہم کہتے ہیں اور یہ ہی عقیدہ تمام ائمہ دین علماء امت اور بزرگانِ دین کا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

چون وجود آں سرور علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق این باشد ناچار اورا سایہ نبود۔ ونیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است وچون لطیف تر از وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد در مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم صد ۹۲)

مجوبان کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند و صاحب دولتان کہ او را علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان رسالت و رحمت عالمیان دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہلِ نجات آمدند (مکتوب دفتر سوم حصہ ہشتم صہ ۱۴۵/۶۴)

جن دِل کے اندھوں نے حضور علیہ السلام کو محض بشر کہا اور عام انسانوں کی طرح تصور کیا۔ وہ بالآخر آپ کے منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے آپ کو اللہ کا رسول اور رحمت عالمیان جان کر تمام انسانوں سے ممتاز جانا وہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے اور نجات پانے والوں سے ہو گئے۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بقدر ضرورت روزی کمانا فرض ہے اور اس سے زیادہ مباح اور تکبر و غرور کے لئے مال و دولت حاصل کرنا مکروہ ہے۔

دولت مندی بری چیز نہیں ہے دولت پرستی بڑی خطرناک بیماری ہے جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے اور جسے حدیث میں فتنۂ غنیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء ہر نماز کے بعد کثرت سے جو دعا فرماتے تھے (تعلیم امت کے لئے) وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ (بخاری)

الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں دولت کے فتنہ کے شر سے اور مفلسی کے فتنہ کے شر سے۔

تو دولت و ثروت بذاتِ خود کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

بشرطیکہ حلال وحرام کا خیال رکھا جائے۔ اور حقداروں کا حق ادا کیا جائے۔ اور اگر دولت مندی اور خوش حالی تکبّر و غرور کا باعث بن جائے دولت کے نشہ میں مخمور ہو کر حدود الٰہی سے تجاوز کیا جائے، حلال وحرام کی تمیز اٹھ جائے۔ تو پھر یہ دولت فتنہ ہی ہے اور اس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

فرمایا بحالتِ نماز آسمان کی طرف دیکھنا منع ہے اور اس فعل پر وعید بھی آئی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَا بَالُ اَقوامٍ یرفعون ابصارھم الی السَّماءِ فِی صلٰوتِھِمْ فاشتد قولہ فی ذٰلک حتّٰی قَالَ لینتھن عن ذالِکَ اولتخطفن ابصارھم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳ - ۱۰۴)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے سختی سے فرمایا یہ لوگ لازمی طور پر یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی آنکھیں (نگاہیں) اچک لی جائیں گی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو۔ اور ہمارے حضور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا فضل و کرم۔ لطف و احسان۔ اور اعزاز و اکرام دیکھو سب کے لئے قانون یہ ہے کہ بحالت نماز آسمان کی طرف نظریں اٹھاؤ گے۔ تو اندھے کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن اپنے محبوب رسول کے لئے یہ قانون اور ضابطہ نہیں ہے وہ بحالتِ نماز آسمان کی طرف وحی کے انتظار میں نظریں اٹھاتے ہیں۔ تو فرمایا جاتا ہے، تم نے نظریں اٹھائیں ہم نے دیکھ لیں۔ ہم تمہاری رضا کے لئے بیت المقدس کی قبلیّت کو منسوخ کر کے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ بنا دیں گے۔ سورہ بقرہ میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّماءِ فلنولینک قبلۃ

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ تو ضرور ہم تمہیں پھیر

دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ — ترضٰہا۔

فرمایا۔ اللہ کے محبوب اور سب کے مطلوب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کو خواب میں زیارت نصیب ہو جائے۔ تو جان لو اس کے بخت جاگ گئے۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ اسے حضور کو بیداری میں بھی دیکھنے کا شرف ہو جائے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے۔

مَنْ رَاٰنی فی المنام فَسَیَرَانی فی الیقظۃِ وَلا یتمثلُ الشیطان بی (بخاری شریف جلد ۲ کتاب التفسیر صد ۱۰۳۵)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا۔ اور شیطان میری شکل نہیں اختیار کر سکتا۔

فرمایا کہ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ آپ اللہ عزوجل کی ایک آسان سی تجلّی کے مشاہدہ سے سرفراز ہوئے۔ مگر لمحہ بھر کے لئے بھی تابِ جمال نہ لا سکے ________ مگر ہمارے مقدس رسول حضور سیّد کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج یہ ہے کہ حریم حق میں باریاب ہو کر نہایت سکون و وقار کے ساتھ عین ذات کے مشاہدہ سے مشرف ہوئے

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات

تو عین ذات می نگری در تبسمی !

فرمایا۔ کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو

جاتا ہے اور جب غصہ میں ہوتی ہو تو اس کا بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیسے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

اِنَّكِ اِذَا كُنْتِ رَاضِيَةً قُلْتِ بَلٰى وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِنْ كُنْتِ سَاخِطَةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ	جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو بلیٰ ورب محمد کہتی ہو جب غصّہ میں ہوتی ہو تو لا وربِ ابراھیم کہتی ہو۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ مگر غضب کی حالت میں صرف آپ کا نام

قُلْتُ بَلٰى لَسْتُ اُهَاجِرُ اِلَّا اِسْمَكَ (بخاری)	ترک کرتی ہوں۔ یعنی آپ کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔

درس حدیث کے دوران فرمایا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اور آپ کا ادب واحترام آپ کی احادیث مبارکہ کے انوار و برکات اور اسرار و رموز سے آگاہی کے لئے لازمی شرط ہے کسی شاعر نے کہا اور حق کہا ہے کہ ؎

بے عشق محمد جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

عقیدت و محبت کا تقاضہ یہ ہے نہایت ادب واحترام سے باوضو حدیث کا مطالعہ کیا جائے۔ محض ایک تاریخ کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمانی تعلق کو تازہ کرنے اس پر عمل اور ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے مطالعۂ حدیث کے وقت آپ کی عظمت اور جمال وجلال سے

قلب معمور ہو یہ تصور باندھا جائے کہ ہم مجلس اقدس میں حاضر ہیں۔ آپ ارشاد فرما رہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں۔ متنِ حدیث میں نہ کمی کی جائے نہ زیادتی، توجہ سے پڑھا اور سنا جائے تب جا کر حدیث کے اسرار و معارف سے آگاہی ہوتی ہے بعض طلباء دورانِ تعلیم کسی اور طرف متوجہ رہتے ہیں۔ بعض کتبِ حدیث کے اٹھانے اور رکھنے میں ادب کا خیال نہیں رکھتے۔ بعض بلا وجہ کتب حدیث میں لکیریں کھینچ دیتے ہیں صفحہ پر اپنا نام لکھ دیتے ہیں کتب حدیث پر دوات یا کوئی اور چیز رکھ دیتے ہیں۔ کتاب پر کہنیاں جما کر مصروف مطالعہ ہوتے ہیں دوران مطالعۂ حدیث ہنسی مذاق اور دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں خلافِ ادب ہیں اور یہ حرکتیں برکاتِ حدیث سے محرومی کا سبب بن سکتی ہیں۔ سیّدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کے کردار کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جب وہ ایک حدیث لکھنے کا قصد فرماتے تھے۔ تو پہلے آب زمزم سے غسل کرتے پھر دو رکعت نفل پڑھتے پھر حدیث لکھتے۔ اسی ادب و احترام کا ثمرہ ہے کہ امت نے انہیں امام الدنیا فی الحدیث مانا۔ اور وصال کے بعد ان کے جسم سے اور قبر کی مٹی سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ لوگ آپ کی قبر کی مٹی مریض کو کھلاتے تو وہ شفا پاتا تھا۔ حدیثِ رسول تو شفا ہی شفا ہے مگر شفا پانے کی لازمی اور ضروری شرط ادب و احترام ہے — اسی دوران حضرت امام ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ذکر آیا تو فرمایا۔ آپ کی کتب کے مطالعہ سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کے اندازِ تحریر کی معرفت بہت ضروری ہے۔ ورنہ طالب علم کو پریشانی ہوگی۔ مقام مقامِ توحید ہو تو وہ صرف اسی میں مستغرق ہو کر لکھتے ہیں۔ اور جب مقام رسالت کی بات چلے تو پھر عظمتِ مقام رسالت میں مخمور ہو کر قلم چلتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویت الایمان میں لکھا ہے شرک عام ہو گیا ہے اور اصل توحید نایاب ہے اس پر آپ نے فرمایا اس نظریہ کے لوگ اسی طرح کی مہمل اور فضول باتیں کیا کرتے ہیں۔ شرک و بدعت کا فتویٰ دینا ان کی طبیعت ثانیہ ہے ایسا سنگین فتویٰ جڑنے میں خوف خدا سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ بخاری شریف کی حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنی وَ اللهِ مَا اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ تُشۡرِکُوا بَعۡدِیۡ۔ مجھے خدا کی قسم اپنی امت کے شرک میں مبتلاء ہونے کا خوف نہیں ہے ایسی صورت میں مسلمانوں کو بلاسوچے سمجھے مشرک قرار دینا اور اصل توحید کو نایاب بتانا ظلم و عدوان ہی ہے۔

فرمایا۔ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں آپؐ کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ پتھر بھی آپ سے پیار کرتے ہیں۔ مدینہ میں احد ایک مقدس پہاڑ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ احد ہے یہ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں مسلم شریف کی حدیث میں فرمایا۔ میں آج بھی مکّہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جب میں اس کے قریب سے گذرتا۔ تو وہ مجھے سلام کرتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ اطراف مکّہ سے گذرے تو جو درخت اور پتھر حضور کے سامنے آیا اس سے السلام علیک یارسول اللہ کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذاتِ اقدس روحِ عالم ہے۔ آپ کی شان یہ ہے کہ جس چیز کے پاس سے گذر جائیں اس میں نہ صرف حیات (زندگی)، پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عقل و شعور اور نطق ایسی انسانی صفات بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا اور حق فرمایا ہے ؎

لب زلالِ چشمہ کن میں کندھیں وقتِ خمیر
مُردے زندہ کرنا اے جان تم کو کیا دشوار ہے

اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمودہ یہ نکتہ بھی بہت ایمان افروز ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت غارِ ثور میں جلوہ فرما ہوئے اور کفار نے تعاقب کیا اور غار تک پہنچ گئے۔ تو انہیں حضور نظر کیوں نہیں آئے ؟ جواب میں فرماتے ہیں۔

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

مولوی مست جمال قادری نے عرض کی۔ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے فرمایا۔ ہاں۔ پوچھا دلیل۔ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر فضل و شرف اور خوبی و کمال کو بلا تکلف مان لو۔ اور دلیل طلب نہ کرو۔ حضور علیہ السلام کا فضل و شرف دلیل کا رہینِ منت نہیں ہے اور پھر دلیل تو غیروں کے لئے ہوتی ہے۔ ہم تو ان کے ہیں اور وہ ہمارے ہیں۔ عارفِ کامل حضرت بوصیری قدس سرہ العزیز کی سی عقیدت و محبت اپنے اندر پیدا کرو۔ وہ فرماتے ہیں :۔ فانسب الیٰ ذاتہ ماشئت من شرفٍ وانسب الیٰ قدرہ ماشئت من عظمٍ۔ نسبت کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جتنا تو چاہے تعظیم و شرف سے اور نسبت کر ان کے مرتبہ کی طرف جتنا تو چاہے عظمتوں سے۔

فرمایا۔ جس میں یہ تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت و حلاوت کو پائیگا۔

اوّل یہ کہ اللہ و رسول اس کو ماسواء سے زیادہ پیارے ہوں۔ دوم یہ کہ کسی آدمی
سے صرف اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے نفرت۔ سوم یہ کہ
وہ کفر میں لوٹ جانا ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے کو برا جانتا ہے
یہ بخاری شریف کی حدیث کا مفہوم ہے۔ آخر الذکر دونوں باتوں کی روح حضور
ہی سے مُحبّت و عقیدت ہے بنابریں حدیث مذکورہیں مرکزی و بنیادی بات
یہ ہی ہے کہ ایمان کی لذت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک حضور
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب و مطلوب نہ بنالے اور سارے جہان
سے زیادہ محبت نہ کرے ۔

ثابت ہُوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ظاہر ہے کہ مُحب محبوب کی ذات میں نقص و عیب کا متلاشی نہیں ہوتا
حدیث میں ایسا ہی وارد ہُوا ہے کہ محبت میں آدمی محبوب کا عیب دیکھنے
سے اور سننے سے بہرہ اندھا ہو جاتا ہے اس لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم سے مُحبّت کا تقاضہ یہ ہی ہے کہ ہر خوبی اور فضل و کمال کا آپ کو
جامع مانا جائے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے جن خصائص و کمالات کا بیان ہُوا
ہے ان سب کمالات و فضائل کے حضور جامع ہیں سورہ انعام آیت اولٰئک
الَّذِیْنَ ھَدَ اھُمُ اللہ الخ سے واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم
کے تمام کمالاتِ عملی و علمی و خصائص و اوصاف سے حضور کی ذات اقدس مالا
مال ہے۔

فرمایا کسی قوم کا دنیاوی ترقی میں عروج پر پہنچ جانا۔ اس قوم کے حق پہ ہونے

کی دلیل نہیں ہے معیار صداقت دولت نہیں بلکہ ایمانِ صحیح ہے حتیٰ کہ گمراہ یا بدین گروہ کی مقاماتِ مقدسہ مکہ و مدینہ پر حکومت ہو جائے۔ تو یہ بات بھی اس گروہ کی حقانیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ آج بیت المقدس پر یہود کا قبضہ ہے۔ کیا اس امر کو یہودی مذہب کے حق ہونے کی دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں ——— فرمایا جھوٹی قسم بہت بڑا گناہ ہے۔ سورہ مجادلہ میں اسے منافقو کی عادت بتایا ہے۔ اللہ عزوجل کے مقدس نام کا سہارا لے کر جھوٹ بولنا۔ ایسے ہی ہے جیسے معاذ اللہ بسم اللہ پڑھ کر شراب پینا ——— اللہ ہم سب کو اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے ———

فرمایا۔ تصوف۔ ظاہر و باطن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع ہی کا دوسرا نام ہے جس کا ظاہر و باطن شریعت کے خلاف ہو وہ ولی نہیں ہو سکتا اور محض کرامت کا ظہور بھی معیارِ ولایت نہیں ہے ولی تو وہ ہے جس میں ایمان اور تقویٰ ہو حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ العزیز لطائف اشرفیہ میں فرماتے ہیں۔ مخالفِ شریعت سے خرق عادت کا ظہور کرامت نہیں۔ اسد راج ہے۔ حضرت بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص ہوا میں اڑ رہا ہے اور عمل اس کا شریعت کے خلاف ہو تو اس سے فریب مت کھاؤ۔ جان لو کہ یہ شیطانی شعبدہ ہے کرامت معیارِ ولایت نہیں ہے۔ معیار ولایت تو ایمان و تقویٰ اور شریعتِ اسلامیہ کا اتباع ہے۔

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

فرمایا — حضرت شمس تبریز علیہ الرحمہ کا شعر ہے۔

شریعت را مقدم دار اکنون ! شریعت از طریقت نیست بیرون

یعنی ہر جگہ اور ہر موقع پر شریعت اسلامیہ کو مقدم رکھو کیونکہ طریقت شریعت سے باہر نہیں۔ جس طریقت کو شریعت باطل قرار دے وہ طریقت نہیں گمراہی ہے مرشد کو اور قبر کو سجدہ تعظیمی حرام و گناہ ہے دست بوسی و قدم بوسی میں حرج نہیں اولیاء اللہ کے مزارات کا محض بنیتِ تعظیم طواف کرنا۔ ناجائز ہے کیونکہ طوافِ تعظیم خانہ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے اسی طرح عوام کو مزاراتِ اولیاء اللہ کو بوسہ دینا بھی مناسب نہیں کہ پاس ادب یہ ہی ہے کہ مجرا ہو دور سے۔ البتہ آستانہ بوسی آنکھوں سے لگانا۔ ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے جو بزرگوں میں معمول رہا ہے یہ جائز ہے کیونکہ جس طرز ادب سے شرع نے منع نہ کیا اس میں حرج نہیں وہابی دیوبندی ادب و آداب کے ان مروجہ طریقوں کو جن کی ممانعت شریعت نے نہیں فرمائی۔ پرستش اور پوجا قرار دے کر شرک و بدعت کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں، یہ سخت زیادتی و ظلم بلکہ شریعتِ اسلامیہ پر افتراء ہے۔

ایک شخص کے مختلف سوالات کے جواب میں فرمایا۔ قبر کے اندر عرقِ گلاب چھڑکنے میں حرج نہیں۔ مگر قبر کے اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا ہے مسلمان سُنی صحیح العقیدہ شخص کے لئے دعاءِ مغفرت کرنا ہر وقت جائز ہے دفن سے قبل بھی اور دفن کے بعد بھی۔ اور چالیس قدم چل کر دعا مانگنا بھی جائز ہے مگر چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ ہے دعا ہر وقت مانگی جا سکتی ہے چالیس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی قبر کی زیارت ہر وقت جائز ہے مگر رات میں تنہا

قبرستان نہ جانا چاہیئے۔ زیارت قبور کا افضل وقت روزِ جمعہ بعد نمازِ صبح ہے۔ افضل یہ ہے کہ میت کی تعزیت بعد دفن کی جائے۔ اور میت کو دفن کرنے سے قبل بھی تعزیت بلا کراہت جائز ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسے کسی (مسلمان صحیح العقیدہ) کے جنازہ کی خبر ملے تو وہ اہلِ میت کے ہاں جا کر اُن کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اسے ایک قیراط کا ثواب عطا فرمائے گا۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو دو قیراط اجر پھر نماز جنازہ میں شریک ہو تو تین قیراط دفن میں حاضر ہو تو چار قیراط اجر و ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ یہ حدیث صحیح الامام ابن السکن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

فرمایا۔ نومولود بچہ کا پہلا حق ماں باپ پر یہ ہے کہ اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہیں۔ گویا سب سے پہلے اس کے دل و دماغ کو توحید و رسالت سے آشنا کیا جائے۔ ساتویں دن لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا عقیقہ کیا جائے، نام اچھا رکھا جائے جب بولنے کے قابل ہو تو سب سے پہلے کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری کرایا جائے۔ پھر انہیں اچھی تربیت اور حسنِ ادب سے آراستہ کیا جائے۔ اور شریعت اسلامیہ کے ضروری مسائل سے آگاہ کیا جائے ــــ اولاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت و عطیہ اور امانت سمجھ کر ان کی قدر کرنی چاہیے جب سات برس کے ہو جائیں تو نماز کی تاکید کی جائے۔ جب دس برس کی عمر ہو جائے تو نماز میں کوتاہی کرنے پر سرزنش کی جائے۔ دس سال کی عمر کے بچوں کو ایک ساتھ ایک بستر ہ پر نہ سلایا جائے۔ بلکہ الگ الگ بستر ہ پر سلایا جائے کیونکہ اس عمر میں بلوغ کا دور قریب آجاتا ہے۔

فرمایا- لڑکی کی پیدائش پر غم کرنا- اور اس بنا پر اپنی بیوی کو ستانا اور طعنے دینا ناجائز وگناہ ہے- احادیث میں لڑکیوں کے ساتھ خاص طور پر حسنِ سلوک کی تلقین کی گئی ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ سے بچاؤ کا سبب بن جائیں گی (بخاری)، امام مسلم کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین کھجوریں دیں اُس نے ایک ایک کھجور اپنی بیٹیوں کو دے دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں رکھنا ہی چاہتی تھی کہ اس کی بچیوں نے وہ تیسری کھجور بھی مانگ لی اور ماں نے وہ ایک کھجور بھی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہ کھائی- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا ذکر ہُوا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لئے جنت کا اور دوزخ سے رہائی کا فیصلہ فرما دیا-

---

فرمایا— ماں باپ اولاد کی جنت- یا دوزخ ہوتے ہیں- والدین کی خدمت اور فرمانبرداری سے جنت ملتی ہے اور ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی سے دوزخ اللہ کی رضا والدین کی رضامندی سے وابستہ ہے جنت ماں کے قدموں میں ہے اور والدین کی خدمت بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے، والدین کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ معاذ اللہ کافر و مشرک بھی ہوں تو بھی خدمت اور حسنِ سلوک کے مستحق ہیں — یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ والدین کو ایذا دینے والے کو اس دنیا میں بھی سُکھ چین نہیں ملتا- اس کی اولاد بھی وہی سلوک کرتی ہے جو اس نے اپنے والدین سے کیا تھا- حدیث میں آیا ہے کہ بوڑھے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنے والے بدنصیب ہیں (مسلم)، اس لئے وہ شخص بڑا بدنصیب اور رحمتِ الٰہی سے دُور

ہے۔ جو والدین کا یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کا بڑھاپا پائے۔ اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت تک نہ پہنچ سکے۔

فرمایا۔ صلہ رحمی یعنی اپنے عزیز اقرباء۔ رشتہ داروں کے ساتھ نیک برتاؤ سے رزق میں وسعت۔ عمر میں زیادتی اور برکت ہوتی ہے، صلہ رحمی کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ قطع رحمی کرنے والے کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں نہ جا سکے گا۔ بلکہ حضورؐ نے قطعِ رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی تلقین فرمائی ہے۔ (بخاری)

فرمایا۔ جو شخص اپنی بیوی کے حقوق نہیں ادا کرتا۔ نہ اس کو بساتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تنگ کرنے کے لئے یوں ہی معلق چھوڑے رکھتا ہے ایسا شخص ظالم اور سخت گنہگار ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو (ترمذی)

فرمایا۔ عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے اس حق کی اہمیت کا اندازہ یوں کر لیجئے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ نیز حدیث انس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرم وآبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبردار رہے تو پھر اسے حق ہے، کہ جس دروازے

سے چاہے جنت میں داخل ہو (حلیہ ابونعیم) ترمذی کی حدیث میں فرمایا جو عورت اس حالت میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائیگی۔

فرمایا۔ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیماری کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک آنے پر یَرْحَمُكَ اللہُ کہنا۔ (بخاری) اسی طرح مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت و حمایت کرنا۔ لازم ہے اسی طرح جو بات اپنے لئے پسند ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کی جائے۔ جو اپنی ذات کے لئے ناپسند ہو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی ناپسند ہو۔

فرمایا:۔ اسلام دیانت و امانت کی تعلیم دیتا ہے۔ ظلم و زیادتی سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ معاملات میں سچائی اور عدل و انصاف سے کام لینے کی ہدایت دیتا ہے۔ عموماً لوگ معاملات میں دیانت کا خیال نہیں کرتے اور انہیں بد دیانتی، دھوکہ اور فریب ایسے گناہ کی شدت کا احساس نہیں ہوتا۔ معاملات میں بے ایمانی کرنے کے گناہ کی سنگینیت کا اندازہ بخاری کی اس حدیث سے ہو سکتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے ظلماً کسی کی ایک بالشت بھر زمین قبضہ میں لے لی تو اس کی گردن میں قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائیگا

يُطَوَّقَه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سبع ارضين

حضور علیہ السلام کی نمازِ جنازہ سے متعلق سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا بالفرض والمحال اگر مان لیا جائے کہ فلاں صحابی نے حضور کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی تو بھی یہ بات شرعاً موجب قدح وطعن نہیں ہے۔ کیونکہ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر اس بستی کے کچھ لوگ پڑھ لیں۔ سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے۔ سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے نمازِ جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آپ کے مقدس صاحبزادے ہیں۔ وہ بھی شریکِ جنازہ نہ تھے۔

جلاء العیون میں ہے کہ ہفت کس بر جنازہ فاطمہ نماز کردند ابوذر۔ سلمان حذیفہ عبداللہ بن مسعود مقداد ___ غور کیجئے کیا حضراتِ حسنین پر اپنی والدہ ماجدہ کے جنازہ میں شرکت کی بنا پر طعن و اعتراض کرنا جائز قرار پائے گا۔ ہرگز نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات سرے سے ہی غلط کہ صحابہ کرام نے نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی۔ معترض کی کتب سے تو یہ واضح ہے۔ تمام انصار و مہاجرین صحابہ کرام نے شرکت کی۔ چنانچہ اخبار ماتم ج ۱ ص ۶۵ پر ہے۔ حتیٰ صلی علیہ صغیرھم وکبیرھم ذکرھم واناثھم ونواحی المدینۃ بغیر امام نیز حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۸ پر حضرت ابوبکر کی شرکت کا ذکر کیا ہے۔ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسولِ خدا را در بقیع دفن کنند و ابوبکر پیش او الیستد و خود بر او نماز کرد و بعد ازاں صحابہ را فرمودند کہ دہ نفر دہ نفر داخل می شود تا آنکہ مدینہ و اطرافِ مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوٰۃ فرستاد۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ مکہ سے زیادہ محبت کی جائے یا مدینہ سے فرمایا دونوں ہی سے محبت و عقیدت رکھنا واجب ہے البتہ یہ ظاہر ہے کہ اہلِ ایمان و عرفان کو مدینہ منورہ بہت ہی محبوب و مطلوب ہے اور اس کی وجہ حضور سرور

ابنیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے۔ جس میں آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔

اللّٰھُمَّ حبب الینا المدینہ کحبنا مَکَّۃَ اواشد اللھم وصححھا وَبَارِكْ لنا فِی مُدِّھا وصاعھا وانقل حُمَّاھَا فاجعلھا بالجحفۃ

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۳)

یا اللہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں اسی طرح ڈال دے۔ جیسے مکہ کی محبت ڈالی یا اس سے بھی زیادہ۔ اس کو صحیح سالم رکھ۔ اس کے مد اور صاع (پیمانے) میں برکت دے اور اس کے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے (بخاری)

فرمایا۔ بیعتِ الرضوان حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ و مقام کی آئینہ دار ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اقرار اور اعتراف غیروں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ (فروع کافی جلد دوم ص ۱۵۰ کتاب الروضہ میں) واقعہ حدیبیہ سے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب کفار مکہ نے حضرت عثمان کو قید کر لیا تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام سے جہاد پر بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر حضرت عثمان کے لیے مارا یعنی اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کو ان کی عدم موجودگی میں بیعت فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی حضرت عثمان کیسے خوش نصیب ہیں کہ مکہ پہنچ گئے کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر رہے ہوں گے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَاکَان یفعل حضرت عثمان میرے بغیر طواف نہیں کرینگے۔

(ملا مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں ج ۲ ص ۲۲۴)

حضرت رسول۔ عثمان را برسالت بہ نزدِ ایشان فرستاد۔ و بہ روایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند خبر بحضرت رسید کہ او را اکشتند۔ حضرت

فرمود کہ ازیں جا حرکت نمی کنم۔ تا با ایشاں قتال کنم و مردم را بہ سوئے بیعت دعوت نمایم۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۳۲۴)

بعثمان نداریم ما ایں گمان ! کہ تنہا کند طوف آن آستان !

یہ تھا حضور علیہ السلام کو حضرت عثمان کی ذات پر اعتماد اور حضرت عثمان کی حضور سے محبت و عقیدت اور آپ کا احترام کہ آپ نے حضور کے بغیر کعبہ کا طواف نہ کیا۔

فرمایا —— ضروریاتِ دین یعنی دین کی وہ ضروری باتیں جن پر ایمان لانے اور جن کی تصدیق کرنے سے آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے یہ ضروری ہے کہ ان حقائق کو اسی نوعیت و کیفیت کے ساتھ مانا جائے جس نوعیت و کیفیت سے کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت نے انہیں پیش کیا ہے امورِ ایمانیہ میں سے بعض کی توضیح وتشریح شارع علیہ السّلام نے فرما دی ہے اور بعض مجمل طور پر بیان فرمائے ہیں۔ بہرحال مفصل ہوں یا مجمل جن باتوں پر ایمان لانے کا مکلف کیا گیا ہے ان کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا چاہیئے۔

فرمایا —— امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر فضل و کمال میں ثانی رہے ہیں تصدیقِ نبوت میں ثانی۔ اسلام قبول کرنے میں ثانی۔ ہجرت میں ثانی غارِ ثور میں ثانی خلافت علی منہاج النبوۃ میں ثانی۔ مگر عشقِ نبوی اور اتباع و اطاعتِ رسول میں اوّل رہے —————— ان کی تمام حیثیتیں ثانوی تھیں مرکزی و بنیادی طور پر وہ محبِ رسول تھے۔ محبت و عقیدتِ رسول ہی قبولِ اسلام اور ہجرت کے تمام مراحل سے لے کر وصالِ نبوی تک ان کی زندگی کا امتیازی نشان بنی رہی۔ ساری منزلوں میں محبتِ رسول ہی آپ کی رہنما رہی اور اسی سے آپ پیچ در پیچ مسائل کے قفل کھولتے رہے۔

فرمایا۔ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے انہیں اپنا خلیل بنالیا۔ خلیل اسے کہتے ہیں۔ جس کے دل میں اپنے محبوب کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت کی گنجائش ہی نہ ہو بلاشبہ یہ حضرت شیخ الانبیاء ابراہیم خلیل علیہ السلام کا بہت عظیم وجلیل اعزاز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ لیکن اس خصوص میں حضور سرور انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفےٰ علیہ التحیتہ والثناء کی عظمت کی کیفیت یہ ہے کہ علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو مقام محبت وخلت اللہ تعالیٰ نے حضور کو عطا فرمایا۔ اس کی بلندی کا یہ عالم ہے۔

ان من مراتب المحبتہ مالم تبلغہ امنیہ الخلیل علیہ السلام وھی المرتبہ الثابتہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ حضرت خلیل علیہ السلام کا طائر آرزو بھی وہاں پر نہیں مار سکتا۔

فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقیقہ میں حضور نے دو دنبے ذبح فرمائے۔ اور ان کے سر کے بالوں کے ہموزن چاندی صدقہ فرمائی۔ حضور کو حضرات حسنین سے بہت محبت تھی۔ آپ انہیں پیار کرتے گود میں لے کر انہیں سونگتے اور فرماتے۔ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ حضور ان کی خاطر دوران خطبہ منبر سے اتر آتے سجدہ لمبا کر دیتے حتیٰ کہ دوران خطبہ ایک مرتبہ حسن وحسین مسجد میں آگئے تو آپ خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اترے ان کو اٹھایا پیار کیا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا دونوں شہزادے ہم شکل محبوب خدا تھے۔ امام حسن سر سے سینہ تک امام حسین سینہ سے قدم تک حضور کے مشابہ تھے۔ صحابہ کرام جب حضور کے دیدار کے لیے تڑپ جاتے تو دونوں شہزادوں کو اپنے سامنے کھڑا کر لیتے تصویر نبی سامنے آجاتی۔

فرمایا۔۔۔ وضوح حق کے لئے دیانت خلوص اور اہلیت کی ضرورت ہے۔ ضد ہٹ دھرمی۔ تعصب اور سخن پروری حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے آج کل مختلف فرقوں کے درمیان جو مناظرے ہوتے ہیں یہ محض مکابرے و مجادلے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) بیانِ حق اور قبول حق کا جذبہ مفقود ہوتا ہے۔ اگر خلوص و دیانت کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں گفتگو کی جائے۔ تو حق کا واضح ہونا یقینی ہے۔۔۔۔ فرمایا رحمۃ العلمین صرف ہمارے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صفتِ خاصہ ہے سارے عالم کے لئے حضور کے سوا کوئی رحمت نہیں ہے یہ ہی نص قطعی کا مفاد ہے دیوبندی فرقہ کے لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ حضور کی صفتِ خاصہ نہیں ہے (جیساکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ رشیدیہ ج ۲ صـ۱۳ پر لکھا ہے) غلط اور خلافِ نص ہے۔ کسی آیت یا حدیث میں کسی دوسرے کے لئے رحمۃ العلمین نہیں آیا۔ سارے عالم کے لئے صرف حضور ہی رحمت ہیں کوئی اور نہیں تو یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ خاصہ ہوئی۔

فرمایا۔۔۔ آیت خاتم النبین کے قطعی اجماعی از عانی اتفاقی معنیٰ صرف یہ ہی ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں۔ تمام مفسرین و آئمہ دین نے تصریح کی ہے کہ بلحاظِ لغت و قواعد عربیہ بغیر کسی تخصیص و تاویل کے آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور تمام انبیاء میں سب سے آخر ہیں۔ امت نے خاتم کے یہ ہی معنیٰ مراد ہونے پر اجماع کیا ہے اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اگر اصرار کرے تو قتل کیا جائے

فرمایا۔۔۔ علماء میں معاصرانہ نوک جھوک ہوا کرتی ہے۔ جیسے شاعروں اور ادیبوں میں اور شاید علم و فن کا مزاج یہ ہی ہے مگر یہ خالص علمی اور فنی بنیاد پر ہو تو فائدہ مند ہے اس سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے مختلف علوم و فنون کی کتابیں نظر سے گذرتی ہیں۔ معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ مگر اس معاملہ میں بغض و حسد، تکبر و غرور کا بالکل دخل نہیں ہونا چاہیئے

اگر بحث وتمحیص اپنے ذاتی ترفع۔ اور ایک دوسرے کو ذلیل ورسوا کرنے کی نیت سے ہو تو ناجائز وحرام ہے اور اس سے بچنا لازم وضروری ہے۔

فرمایا — امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ الطاف القدس میں فرماتے ہیں کہ عارف کا نفس بالکل اس کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے اس کی روح کے تمام عالم کو بعلم حضوری طبعاً اپنے اندر دیکھتی ہے — عارف کو یہ عرفان عبادت وریاضت سے حاصل ہوتا ہے ہمارے مشائخ سلسلہ فرماتے ہیں کہ ہم گروہِ اولیاء کے سات اصول ہیں (۱) قرآن مجید سے تمسک (۲) سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء (۳) اکل حلال (۴) کسی کو دکھ نہ دینا (۵) گناہوں سے پرہیز (۶) توبہ (۷) حقداروں کے حق ادا کرنا — حضرت امام شاہ ولی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ ایمان اور اتباعِ سنت سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں اور کشف بھی وہی درست ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ (لواقح الانوار)

فرمایا — کسی مسلمان سے بلاوجہِ شرعی بغض وکینہ رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح بلاوجہِ شرعی تین دن سے زیادہ ترکِ سلام وکلام بھی حرام ہے ہمارے معاشرہ میں دنیاوی رنجش کی وجہ سے برسوں کلام نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب تک نہیں دیتے یہ روش اچھی نہیں اسے ترک کرنا واجب ہے۔ جو صلح میں پہل کرتا ہے جنت میں پہلے جاتا ہے۔ دو مسلمانوں، دو خاندانوں خصوصاً میاں بیوی کے درمیان صلح کرا دینا بہت ہی ثواب کا کام ہے۔

فرمایا۔ سوتے وقت آیۃ الکرسی کا پڑھنا۔ شیطانی اثرات سے محفوظ ومصئون رہنے کے لیے اکسیر ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس گھر

میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے (مسلم) نیز آپ نے فرمایا دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے۔ لیکن میزانِ عمل میں بڑے بھاری اور اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں وہ دو کلمے یہ ہیں۔ سبحانَ اللہِ وَ بحمدہٖ ۔ سبحان اللہ العظیم۔ (بخاری) جیسے مادی چیزیں ہلکی بھاری ہوتی ہیں۔ اور اُن کا وزن معلوم کرنے کیلئے آلات ہوتے ہیں۔ جسے ترازو یا کانٹا کہتے ہیں اس طرح غیر مادی چیزیں بھی ہلکی و بھاری ہوتیں ہیں اور ان کو ہلکا یا بھاری بتانے والا آلہ ہوتا ہے جس سے ان کی مقدار معلوم ہو جاتی جیسے تھرمامیٹر سے حرارت و برودت کا پتہ چل جاتا ہے حالانکہ گرمی سردی مادی چیزیں نہیں ہیں ایک کیفیت ہے اس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نام کا وزن ہوگا۔ اور میزان قیامت کے دن یہ بتائے گی کہ ان مذکورہ بالا ہلکے پھلکے کلموں کا وزن کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ لا یثقل مع اسم اللہ شیئ اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز بھی بھاری و وزنی نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے کہ ذکر الٰہی ہی سے دنیا و آخرت میں اطمینانِ قلبی کی دولت ملتی ہے۔

فرمایا۔ سراجِ امت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے آپ جلیل القدر تابعی۔ جامع شریعت و طریقت اور مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز ہیں۔ آپ نے سات عدد صحابہ کرام حضرت انس۔ عبدالرحمٰن بن یزید، سہل بن سعد، عبداللہ بن عامر۔ ابن ابی اوفیٰ۔ مقداد، و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ۵۵ پچپن حج کیے۔ ایک سو مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے چالیس برس تک عشاء کی نماز سے فجر کی نماز ادا کی۔ شیخ الاسلام علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ نعمان حضور علیہ السلام کے بڑے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہیں۔

سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن کی تالیفات کو پڑھ کر فقیہہ بنا ہوں

واللہ ماصرت فقیھا الابکتب محمد بن حسن۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو مذہب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے موافق عمل کریں گے یہ اس لئے نہیں کہ آپ مقلد ہوں گے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے حضرت روح اللہ عیسٰی علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ اصل عبارت یہ ہے بعد نزول بمذہب امام ابوحنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود۔

○

از حضرت محترم سید ابوالکمال برق قادری نوشاہی سجادہ نشین دربار نوشاہی ڈوگہ شریف

آں ابوالبرکات سید باصفا
حامیِ مسلک امام احمد رضا

اُو بہ بزمِ اتقیاء بُد تاجدار
ہم بہ سلکِ اصفیاء قطبِ مدار

مسلکِ احناف زو رخشندہ بود
مذہبِ حنفی از و تابندہ بود

حسرتا! آں مردِ راہ روشن جبیں
رفت از لاہور در خلدِ بریں

از وفاتش عالمے گریہ کناں
مَوتِ عَالِم مَوتِ عَالَم بے گماں

برقؔ وصل آں شہے عالی نصیب

گفت ہاتف رفت مخدوم وجیب
۹۸ ھ ۱۳

○

یا اللہ　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　یا رسول اللہ ﷺ

مختصر سوانح شیخ الحدیث الوری قدس سرہ العزیز

قطعہ تاریخِ وفات قیامت آیات حضرت امام اہلسنّت رہبر شریعت ہادیٔ طریقت

ماحیٔ بدعت مولانا الحاج ابو محمد محمد سیّد دیدار علی شاہ صاحب محدّث الوری

بانی و امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

●

افسوس کہ آں عالمِ دیں عارفِ کامل　　بگذاشتہ ایں عالمِ دار العملی را

آگاہ جہانست کہ او تا دمِ آخر　　کندید بیک ضرب بناہائے جہلی را

در خواب مرا گفت یکی پیرِ طریقت　　برلوحِ مزارش بکن ایں شعرِ جلی را

حافظ بس سر کوبی اعداءِ شریعت　　دیدارِ علی یافتہ دیدارِ علی را

(از علّامہ ابو الحسنات مرحوم)　　۱۳۵۴ھ

●

تاریخ وصال

۳- رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶- اکتوبر ۱۹۳۵ء

امام اہلسنت شیخ المحدثین حضرت مولانا ابو محمد محمد سیّد دیدار علی شاہ صاحب مشہدی رضوی نقشبندی قادری محدث الوری قدس العزیز ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۶ء پیر کے دِن ریاست الور کے ایک ممتاز علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے حسنی حسینی سیّد ہیں۔ آپ کے اسلاف مشہد سے وارد ہند ہوئے۔ حضرت سیّد اسماعیل قادری، مشہدی (آپ کے پردادا) پہلے شخص ہیں۔ جو مشہد سے بلگرام وہاں سے فرخ آباد پھر ریاست الور میں سکونت پذیر ہوئے آپ کا خاندان ابتداء ہی سے زہد و تقویٰ اور بزرگی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا صوفی سیّد نجف علی رضوی قادری علیہ الرحمہ جید عالم اور جامع شریعت وطریقت بزرگ تھے۔ —— حضرت محدث الوری اپنے عم مکرم حضرت مولانا شاہ سیّد نثار علی رضوی، مشہدی قدس سرہ العزیز (جو اپنے وقت کے جید عالم باکمال بزرگ اور ولی کامل تھے) کی دعا سے پیدا ہوئے۔ حضرت نے آپ کی والدہ محترمہ کو بشارت دی تھی۔ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ جو دینِ اسلام کا چراغ ہوگا۔ اس کا نام دیدار علی رکھنا۔

حضرت مولانا شاہ سیّد صوفی نثار علی شاہ صاحب رضوی مشہدی رحمۃ اللہ علیہ درس نظامی کے فاضل اور جید عالم دین اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔ مگر درویشی کا رنگ بہت غالب تھا۔ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مصروف رہتے مہینوں پہاڑوں میں چلہ کشی کرتے۔ پپیہا بولتا تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی بہت نظافت پسند عابد و زاہد شخصیت تھے۔ اسم ذات کے عالم ہونے کی وجہ سے نگاہوں سے جلال برستا تھا۔ آپ نے اپنے مکان محلہ دائرہ کی چھت پر ایک

صاف شفاف حجرہ تعمیر کرایا تھا۔ جس میں رات کو عبادت و ریاضت فرماتے۔ آپ کی مجلس میں اس دور کے علماء فقراء اور مجاذیب آیا کرتے۔ ذکر و فکر کی مجلس گرم رہتی حضرت سیّد مبارک علی شاہ صاحب رضوی مشہدی علیہ الرحمہ (جن کا مزار مبارک مسجد دائرہ کے پہلو میں تھا) پہ مراقبہ فرماتے اور ان کا سالانہ عرس بھی کرتے۔ جس کی ایک نشست میں علماء کرام کی تقاریر اور دوسری نشست میں محفل سماع منعقد ہوتی۔ قوال تہجد گزار اور شریعت کے پابند ہوتے تھے۔ حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ کے والد محترم حضرت سیّد نجف علی شاہ صاحب اولاد سے محروم تھے۔ ایک دن آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی۔ سب کے کام کرتے ہو ہماری مراد کب پوری ہوگی۔ فرمایا اب کے جب چلہ سے فارغ ہوں تو بات کرنا۔ چنانچہ آپ اکتالیس روز اپنے مخصوص حجرہ میں چلہ کش رہے۔ دن کو روزہ رکھتے، نمک، پانی اور باجرے کی روٹی سے افطار فرماتے۔ نماز پنجگانہ کے لیے مسجد تشریف لاتے اس کے سوا نہ کسی سے ملاقات کرتے اور نہ کلام کرتے یوں اکتالیس روز عبادت و ریاضت میں گزارنے کے بعد فرمایا۔

بیٹا پیدا ہوگا دین کا چراغ۔ دیدار علی نام رکھنا۔

میرے جدِ امجد حضرت شیخ المحدثین مولانا سیّد دیدار علی شاہ کا بچپن سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا، قطب وقت حضرت شاہ سیّد نثار علی رضوی مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کی آغوشِ شفقت میں گزرا۔ جو آپ کے عمِ مکرم بھی تھے۔ جب تکمیل علوم کے بعد آپ سہانپور سے الور تشریف لائے تو حضرت شاہ نثار علی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی صحبت میں رکھکر منازل سلوک طے کرائے اور علوم روحانیہ سے سرفراز کیا اور خلعت خلافت سے سربلند فرمایا۔ حضرت محدث الوری کے برادر نسبتی حضرت مولانا شاہ سید مبارک علی شاہ صاحب الوری جو اپنے وقت کے باکمال بزرگ تھے اور راقم الحروف کے نانا تھے۔ نہایت

عابد و زاہد متقی پرہیزگار صاحب کرامت شخصیت تھے رات دن عبادت و ریاضت میں گذار دیتے ریاست الور میں آپ کے دولت کدہ پر مشائخ و فقراء کا اور مجاذیب کا ہجوم رہتا تھا۔ دور دور سے حاجتمند آتے اور اپنی مشکلات کا روحانی علاج کراتے۔ حضرت سید مبارک علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی حضرت سید شاہ نثار علی صاحب علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ ریاست الور میں اپنے پیر و مرشد کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے منعقد کراتے تھے۔ جس میں علماء و مشائخ اور فقراء و صوفیا تشریف لاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد حیدر آباد میں آپ نے وصال فرمایا۔ حیدر آباد میں آپ کا روضہ مبارک مرجع خاص و عام ہے۔ مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد علی صاحب رضوی سابق ایم این اے حیدر آباد آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔

آپ نے وقت کے جید علماء و فضلاء اور اولیاء کاملین سے فیض حاصل کیا۔ دہلی میں مولانا شاہ کرامت اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ پھر رامپور میں محدث عصر حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی علیہ الرحمہ سے فقہ تفسیر اصول معانی کی تعلیم مکمل کی۔ حضرت محدث الوری کے استاذ شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی مجددی قدس سرہ العزیز ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ محمد یحییٰ خلف اصغر حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد سے ہیں اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی قدس سرہ العزیز کے مرید و خلیفہ ہیں۔ جب آپ کے شیخ انگریزی اقتدار و غلبہ سے بددل ہو کر حجاز مقدس ہجرت کر گئے تو آپ نے پاپیادہ حج کیا اور آٹھ ماہ میں یہ سفر طے کر کے مدینہ طیبہ میں اپنے شیخ کے حضور حاضر ہو کر تکمیل سلوک کیا۔ آپ تمام علوم عالیہ اسلامیہ تفسیر و حدیث اور فقہ کے امام اور تقویٰ طہارت میں یکتا تھے۔ نواب رام پور کلب علی خاں مرحوم آپ

کے نیازمند تھے۔ آپ کے تلامذہ و مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ ہندوستان کے جید علماء نے آپ سے حدیث کا درس لیا۔ سیرۃ النبی کے مصنف مولانا شبلی نعمانی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے میاں نذیر احمد دہلوی کی تالیف معیار حق کے جواب میں انتصار الحق کتاب تالیف کی۔ ایک خلق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ۱۵ جمادی الآخری ۱۳۱۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔

اس کے بعد مولانا عبد العلی رامپوری علیہ الرحمہ سے جو امام منطق تھے۔ معقولات کا درس لیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے شیخ الحدیث مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتب حدیث کی سماعت کی۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی اور حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تھے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہانپوری فن حدیث کے امام تصور کیے جاتے ہیں۔ بخاری شریف پر آپ کے حواشی آپ کی قابلیت و علمیت کا شاہکار ہیں۔ آپ مولانا عبد الحئی (بحر العلوم لکھنوی) اور شاہ عبد القادر دہلوی کے شاگرد ہیں۔ ۱۲۶۱ھ میں آپ نے مکہ معظمہ پہنچکر حضرت شاہ محمد اسحٰق قدس سرہ العزیز سے دوبارہ درس حدیث لے کر سند حاصل کی۔ مکہ معظمہ سے واپس آکر آپ نے سہارنپور میں حدیث شریف کا درس قائم فرمایا اور صدہا علماء کو محدث بنایا۔ ہندوستان میں ہر طبقہ کے علماء میں سے اکثر کی سند حدیث آپ تک پہنچتی ہے۔

حضرت محدث الوری قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۲ھ میں حضرت محدث سہانپوری سے سند حدیث حاصل کی۔ چنانچہ مقدمہ تفسیر میزان الادیان میں آپ تحریر فرماتے ہیں اور سند کتب فقہ و حدیث اور احادیث سے مسائل فقہیہ مطابق کرنے کی جو تمام

کتب احادیث قراءۃً و سماعۃً حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی مسند آرائے گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی اور مولانا وصی احمد صاحب مرحوم و مغفور صورتی ثم پیلی بھیتی اور تقریباً بیس پچیس طلبا کے ساتھ حرفاً حرفاً مولانا احمد علی سہانپوری مرحوم و مغفور پر ۱۲۹۲ھ میں پیش کر کے خاکسار نے حاصل کی تھی۔ (مقدمہ تفسیر صفحہ ۸۱)

حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد روحانی فیوض و برکات کے حصول کے لیے کاملین وقت کی تلاش میں رہے۔ انبالہ ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے مہبط انوارِ روحانی بنا ہوا تھا آپ بھی انبالہ پہنچے اور کامل دو سال آپ کی زیرِ تربیت، ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے حضرت انبالوی علیہ الرحمہ نے آپ کو سلاسل اولیاء کی اجازت و خلعتِ خلافت عطا فرماتے ہوئے فرمایا۔ اب گنج مراد آباد جاؤ۔ وہاں تمہارا حصہ تمھارے لیے چشم براہ ہے۔

حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی تھے۔ شریعت و طریقت کے امام نہایت عابد زاہد متقی اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ حضرت محدث الوری فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے بظاہر کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ مگر اس کے باوجود ہر علم و فن پر گفتگو فرماتے۔ آپ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز اور سنتِ رسول کی سچی تصویر تھے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اور آپ کے عشق میں چور و مخمور رہتے۔ دربار نبوت میں حضوری کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ آپ کی محفل میں نعت خوانی اور درود خوانی ہوا کرتی تھی۔ ایک دن مجلسِ نعت میں حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ نے اپنی کہی ہوئی نعت پیش کی۔ جس کے چند بند یہ ہیں۔ ؎

دل اپنا عشق احمد مرسل سے چور ہے — آنکھوں میں ان کا نور دلوں میں سرور ہے
دیکھو گری نگاہ سے نہ دیدار زار کو — مولیٰ کا اس کے نام بہت دور دور ہے

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے شاگرد اور قطب الاقطاب حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ شریعت وطریقت کے امام اور مرجع ہر خاص وعام تھے۔ بڑے بڑے علماء مشائخ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر فیض روحانی حاصل کرتے تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرکے اپنی ضروریات پورا فرماتے ایک عرصہ تک آپ نے قرآن مجید کی تصحیح کا کام کیا۔ آپ زیادہ تر سفر میں رہے اور ایک خلق خدا آپ سے فیض پاتی رہی جب عمر مبارک زیادہ ہوئی تو گنج مرادآباد میں مقیم ہوگئے۔ آپ کی بارگاہ رشد وہدایت کامرکز تھی آپ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے ۱۳۱۹ھ میں اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لیے گنج مرادآباد تشریف لے گئے تھے۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں وصال فرمایا۔

میرے جد امجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو حضرت مولانا عبدالغنی صاحب بہاری مہاجر مدنی علیہ الرحمہ جو اس وقت ریاست الور کے ایک گاؤں باندی کوئی تشریف لائے ہوئے تھے اور جنہیں چالیس ۴۰ اکابر علماء مکہ معظمہ ومدینہ منورہ سے حدیث فقہ وغیرہ کی اجازت تھی (مقدمہ میزان ج ۱ صفحہ ۸۹) سے اور حضرت امام فن قرأت قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی علیہ الرحمہ سے بھی قرآن مجید وحدیث وفقہ کے روایت کی اجازت حاصل تھی۔ اس طرح اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی آپ کو تمام سلاسل اولیاء کے اعمال واذکار اور جملہ مرویات فقہ وحدیث کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی تھی۔

تو حضرت سائیں توکل شاہ صاحب علیہ الرحمہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ افاقہ کے بعد آپ نے حضرت محدث الوری کی پیشانی کو بوسہ دیا سینہ سے لگایا اور فرمایا گنج مراد آباد جاؤ تمہارا حصہ وہاں بھی ہے — شیخ طریقت حضرت سائیں صاحب علیہ الرحمہ کی اس ہدایت پر آپ گنج مراد آباد حاضر ہوئے اور قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ سے بیعت ہوئے اور حدیث کی اس منفرد سند کے حصول کا شرف بھی حاصل کیا۔ جو صرف ایک واسطہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تک اور صرف دو واسطوں سے حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تک پہنچتی ہے حضرت محدث الوری فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قطب الاقطاب گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ کی مجھ پر خاص نظر کرم تھی اور مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ شیخ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شمس الدین احمد میاں نقشبندی کے ساتھ مجھے حدیث کا درس دیا اور مجھے تمام اعمال واذکار سلاسل اولیاء اللہ کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ کے شجرہ کے آخری بند یہ ہیں۔

بحق خواجۂ ما شاہِ آفاق — بفقر اندر علم در معرفت طاق

بحق فضل رحمان قبلہ جاں — کہ نامش می فزاید نور ایماں

بحق ایں ہمہ پیرانِ برحق — بکن دیدار علی را واصل برحق

قطب الاقطاب۔ شیخ المشائخ امام المحدثین حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے علم وفضل اور ولایت کا ایک زمانہ معترف ہے اپنے اور پرائے سب آپ کے ورع وتقویٰ بزرگی اور ولایت کو تسلیم کرتے ہیں آپ

تذکرہ اکابر اہلسنت اور تذکرہ علماء اہلسنت لاہور میں یہ درج ہے کہ جب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ نے آپ کو اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ سے ملاقات کی رغبت دلائی تو آپ نے فرمایا ـــــ بھائی مجھے ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے کہ طبیعت کے درشت ہیں اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں۔ والد محترم حضرت قبلہ علامہ ابو البرکات علیہ الرحمہ نے بھی اس واقعہ کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ بلکہ اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے متعلق اخبار و رسائل و کتب تذکار میں ایک دو واقعے بلا تحقیق درج ہو گئے ہیں۔ واقعہ صرف اس قدر تھا کہ حضرت صدر الافاضل کے اعلیحضرت فاضل بریلوی سے گہرے مراسم تھے۔ حضرت صدر الافاضل کی ترغیب پر حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ اعلیٰحضرت کی زیارت کے لیے بریلی تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حضرت قبلہ علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب علیہ الرحمہ بھی تھے۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے دونوں کو اپنے تمام اذکار و وظائف قرآن و حدیث و فقہ کی اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ (مقدمہ میزان ج ۱ صـ۸۰) ذکر احباب میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

ـــــ مولانا دیدار علی کو ـــــ کب دیدار دکھاتے یہ ہیں۔

میرے جد امجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری کو حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ (جو کہ اعلیٰحضرت بریلوی کا پیرخانہ ہے) سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کی سند حدیث کا سلسلہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہے۔ حضرت حافظ

حاجی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن عرف شاہ جی سے انہیں اپنے برادر مکرم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے اور انہیں اپنے جد مکرم شاہ آلِ رسول احمدی سے انہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اور انہیں اپنے والد حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے قرآن وحدیث و فقہ کی اجازت وسند حاصل ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

میرے جدِ امجد حضرت محدث الوری قدس سرہ العزیز نے ساری عمر تبلیغ واشاعت دین۔ قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کی تدریس میں صرف کی۔ علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد آپ نے سب سے پہلے ریاست الور مسجد دائرہ میں درس قرآن شروع کیا۔ درس کی خصوصیت یہ تھی کہ سننے والے پابند شریعت ہو گئے۔ سینکڑوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حتیٰ کہ ہندو بھی آپ کے درس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور مسجد کے باہر کھڑے ہو کر آپ کا درس سننے لگے۔ الور کا راجہ بڑا متعصب ہندو تھا۔ اس نے حضرت کا درس بند کرانے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کیے۔ مگر آپ استقامت کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔ ۱۳۰۷ھ میں آپ نے ریاست الور مسجد محلہ دائرے والی میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ ابتدا ہی سے ہندو ریاست کے خلافِ اسلام رسم ورواج اور پابندیوں سے بیزار تھے۔ آپ اپنے استادِ محترم کی ہدایت پر بسلسلہ تدریس بمبئی تشریف لے گئے وہاں آپ نے تبلیغ واشاعت دین کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں لاہور تشریف لائے اور اس دور میں پنجاب کی شہرہ آفاق واحد دینی درس گاہ دارالعلوم نعمانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ مدرسہ نعمانیہ میں آپ حدیث کا درس دیتے تھے اور لاہور اور مضافاتِ لاہور میں آپ تبلیغی جلسوں میں خطاب

فرماتے تھے۔ لاہور میں آپ کی تبلیغی مساعی سے مسلک اہلسنت کو بہت تقویت پہنچی۔ لاہور میں آپ کا وعظ بہت موثر و مقبول ہوا۔ جس اجتماع میں آپ کا اعلان ہوتا۔ خلقِ کثیر آپ کی زیارت اور وعظ سننے کے لیے جمع ہو جاتی۔ علامہ نور بخش صاحب توکلی مصنف سیرت رسولِ عربی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ انجمن نعمانیہ کے ۲۵ سالانہ اجتماع کی ایک خصوصیت یہ بھی کہ دیگر علماء کرام کے علاوہ برِصغیر پاک و ہند کے تین ممتاز عالمِ دین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی، مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی بھی اس جلسہ میں جلوہ افروز تھے اور تینوں کا وعظ ایک ہی دن ہوا اور یہ تینوں بزرگ ۱۲۹۵ھ ــــــــ میں مولانا احمد علی سہارنپوری کے پاس دورۂ حدیث میں شامل تھے۔ ۳۵ سال بعد تینوں اس جلسہ میں جمع ہوئے ان حضرات کی وجہ سے رونق دوبالا ہوئی۔ حاضرین ان کی زیارت کرنے اور تقریر سننے کے لیے دور دور سے آئے۔ (رسالہ انجمن نعمانیہ نومبر ۱۹۱۲)

حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ ۱۹۱۶ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے اور رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق جولائی ۱۹۱۶ء جامع مسجد اکبر آباد (آگرہ) کے مفتی و خطیب مقرر ہوئے اور ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء آگرہ میں اس منصب پر فائز رہے۔ جیسا کہ رجسٹر فتاویٰ جامع مسجد آگرہ سے واضح ہے۔ رجسٹر فتاویٰ کے ایک فتویٰ پر جو رجسٹر کے مطابق آپ کا پہلا فتویٰ قرار پاتا ہے (اور جو آپ نے فرضیت جمعہ کے متعلق تحریر فرمایا) ۳ رمضان ۱۳۳۴ھ تاریخ درج ہے اور ۱۹۱۵ء میں مولانا مفتی محمد رمضان صاحب اور ۱۹۱۶ء میں مولانا مفتی سید محمد اعظم صاحب جامع مسجد آگرہ کے خطیب و مفتی رہے ہیں۔ آخر الذکر کے آخری فتویٰ پر ۳۰ شعبان ۱۳۳۴ھ، ۲۱ جولائی ۱۹۱۶ء تاریخ درج ہے۔ اس بنا پر حضرت محدث الوری

رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق جولائی ۱۹۱۶ء میں جامع مسجد اکبر آباد کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے اور ۲۶، ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲، ستمبر ۱۹۱۹ء تک تو آپ یقیناً جامع مسجد آگرہ کے خطیب رہے۔ کیونکہ مکان رہائشی محلہ گلاب خانہ آگرہ مملوکہ مسماۃ فردوسی بیگم بنت مولوی سید الطاف علی زوجہ سید سلامت علی ساکن محلہ گلاب خانہ کے کرایہ نامہ (اسٹام) آٹھ روپے ماہوار پر کرایہ کے آخری وصولی کی تاریخ ۲۲، ستمبر ۱۹۱۹ء ہے اس سے اتنی بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ ۱۹۱۶ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۱۹ء تک یقیناً آگرہ میں آپ کا قیام رہا۔

۱۳۳۸ مطابق ۱۹۲۰ء میں آپ حج بیت اللہ و زیارت روضہ اطہر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجاز روانہ ہوئے۔ حج سے واپسی کے بعد ۱۹۲۰ء ہی میں آپ مستقل سکونت کے ارادہ سے لاہور تشریف لائے اور جامع مسجد نواب وزیر خاں مرحوم کے خطیب و مفتی مقرر ہوئے۔ آپ نے خطابت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع فرمایا اور ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں آپ نے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند قائم کی اور اسی انجمن کے ماتحت مسجد وزیر خاں میں درس نظامی کی تعلیم و تدریس شروع ہوئی۔ مولانا عبدالحکیم شرف تذکرہ اکابر اہلسنت میں لکھتے ہیں۔ آپ نے مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔ جہاں سے سینکڑوں علماء و فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے۔ آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا دیہات ہوگا۔ جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ مخالفوں کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ

دے سکے دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرغوب نہ کر سکی۔ علم وفضل کے تو گویا سمندر تھے کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورہ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا۔ آپ کے خلوص و ایثار، زہد و تقویٰ۔ سادگی اور اخلاق عالیہ کے مخالف وموافق سبھی معترف تھے۔ سنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لیے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔ غازی کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری صدر جمعیت علماء پاکستان (رحمۃ اللہ علیہ) اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور دامت برکاتہم العالیہ آپ ہی کے فضل وکمال کے عکس جمیل ہیں۔ آپ عربی اردو، فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کا دیوان پختگی کلام پر شاہد ہے۔

آپ نے دو قومی نظریہ کی حمایت میں ایک جامع فتویٰ مرتب فرما کر شائع کیا۔ جس سے کانگرس نواز علماء بڑے چراغ پا ہوئے اور پورے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی۔ ہندو اور کانگریسی علماء نے شدید مخالفت کی۔ مگر آپ نے سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے دو قومی نظریئے کی تائید میں آپ کے ٹھوس دلائل سنے تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیر خاں میں منعقد عظیم الشان جلسہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دو قومی نظریے کی مکمل تائید کا اعلان کر دیا۔ عقیدہ ومسلک کے بارے میں آپ نے کسی قسم کی مصلحت اور رورعایت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ جو بات کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح و درست ہوتی۔ اس کا اظہار وبیان آگ کے شعلوں میں بھی کرنے سے گریز نہ کرتے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماء اہلسنت میں لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ مسجد وزیر خاں میں کانگرسی اور احراری علماء نے ایک بہت بڑے سیاسی جلسے کا اہتمام

کیا۔ آپ خطیب مسجد ہونے کی حیثیت سے مدعو تھے۔ آپ نے اسی سٹیج پر اس شد و مد سے کانگرس اور احرار کے سیاسی خیالات پر تنقید کی کہ حاضرین جھوم اٹھے اور کانگرسی علماء وہ خیالات اپنے ساتھ ہی لے کر چلے گئے جو لاہور والوں تک پہنچانے کے لیے آئے تھے۔

سادگی اور انکساری اور عاجزی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ عوام و خواص سے انکساری سے ملتے۔ علماء و مشائخ اہلسنت کی عزت و تکریم کرتے۔ دینی طلباء پر شفقت فرماتے۔ بحث سے اجتناب فرماتے۔ مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے گالیوں کا جواب میں خاموش رہتے۔ اپنی ضرورت کی اشیاء خود بازار سے خرید لاتے۔ جہاں کہیں خلاف شریعت بات دیکھتے نہایت نرمی سے نصیحت فرماتے۔ دکانداروں کو مسائل شریعت سے آگاہ فرماتے۔ دن اور رات میں لاہور کی چھ چھ مساجد میں وعظ فرماتے علامہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علماء اہلسنت میں لکھتے ہیں۔ لباس سادہ، کپڑے کی ٹوپی، تکمے والا کرتہ، ٹخنوں سے اونچا پاجامہ، دیسی ساخت کا جوتا۔ یہ تھے ملبوسات جس میں سنی اعتقادیات کے بے باک مجاہد نے ساری زندگی گزاری۔ آج کے جبہ و دستار کی عظمت اس درویش صفت کی سادگی پر رشک کرتی ہے۔ آپ ایک شعلہ بیان مقرر کی حیثیت سے لاہور، امرتسر اور پنجاب کے دوسرے شہروں میں دینی جلسوں میں معروف ہو چکے تھے۔ آپ کے بیان اور زور کلام نے سامعین کو آپ کے کمال کا معترف بنا لیا تھا اور آپ کی علمی شہرت نے پاک و ہند کے علمی حلقوں کو بڑا متاثر کیا۔ حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کرنا اتباع سنت اور اطاعت رسول کی جیتی جاگتی تصویر کھینچنا ہے اپنے تو اپنے ہیں۔ بیگانے بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے کہ مولانا ورع و تقویٰ کا سچا نمونہ ہیں۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کی تین صاجزادیاں اور تین صاجزادے تولد ہوئے چھوٹے صاجزادے الحاج سید احمد ابوالبرکات قادری دامت برکاتہم سنیوں کے استاذ العلماء کہلائے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمہ ہے اور آپ اپنے والد کی اس علمی یادگار کو اب تک چلا رہے ہیں۔ دوسرے صاجزادے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں اور صدر جمعیت علماء پاکستان ہیں۔ آپ ملت کے اکابرین میں شمار ہوئے۔ سنیوں کی سیاسی اور معاشرتی جدوجہد میں آپ نے بڑا حصہ لیا اور تحریک پاکستان، جہاد کشمیر اور ختم نبوت کی مہم کے سچے سپاہی تھے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں لاہور میں وہابی، نجدی اور مرزائی فرقوں نے بڑی سرعت سے سر اٹھایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ان تحریکوں کے سرکوب مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا غلام دستگیر قصوری رح وفات پا چکے تھے اور لاہور کسی جواں ہمت اور مستند عالم دین کا شدت سے منتظر تھا۔ مولانا دیدار علی شاہ رح نے لاہور کے مغموم سنیوں کی آواز پر لبیک کہا اور آگرہ چھوڑ کر لاہور پہنچے۔ مسجد وزیر خاں کے خطیب مقرر ہوئے اور لاہور کے کوچہ و بازار اس شیر کی گرج سے بیدار ہو گئے۔ جامع مسجد وزیر خاں ان دنوں لاہور کی علمی اور دینی سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ تھا۔ آپ کی آمد سے اس مسجد کے ویران در و دیوار صلوٰۃ و سلام کی ضیا بار آوازوں سے زندہ ہو گئے اور سنیوں کے لیے یہ مرکز مرکز خیر بن گیا۔ نہ صرف لاہور بلکہ سارا پنجاب مسجد وزیر خان کی طرف کھنچا آنے لگا۔ مولانا نے اجتماعی زندگی کو اعتقادی رنگ دینے کے لیے ایک فعال ادارہ کی ضرورت کے پیش نظر انجمن حزب الاحناف کی تشکیل کی۔ یہ انجمن ۱۹۲۴ء میں اہل سنت والجماعت کے اعتقادی تحفظ کے لیے قائم کی گئی۔ اس انجمن کے زیر اہتمام ایک بلند پایہ دارالعلوم ——————

۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا۔ دار العلوم حزب الاحناف نے تھوڑے ہی عرصے میں مرکزی و علمی حیثیت اختیار کر لی۔ پہلے یہ دار العلوم مسجد وزیر خاں میں قائم ہوا۔ جس میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے علامہ سید ابو البرکات سید احمد قادری مولانا عبد الرحمن ہزاروی، مولانا عبد الواحد ملتانی اعزازی مدرس مقرر ہوئے۔ اس دار العلوم نے اپنی عملی کارکردگی سے غیر اعتقاد تحریکوں کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بند کھڑا کر دیا۔ پنجاب میں بلند کردار واعظ، پُر اثر خطیب، جید مناظر اور قابل مدرس پیدا کیے۔ ہزاروں طلبائے علم اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر پنجاب کے ہر شہر میں پھیل گئے اور جہالت کی ظلمتیں انہی لوگوں کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں سے کافور ہونے لگیں۔ دور حاضر کے مشہور خطیب، واعظ، مفتی، مدرس اور فقیہہ جو مشرب اہل سنت کی خدمت کر رہے ہیں۔ اکثر اسی گلستان حزب الاحناف کی بہار ہیں۔ اگر حزب الاحناف کے مختلف ادوار کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظلمت کدہ لاہور کو سنیت کی ضیا پاشیوں سے منور کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ وہ تدریس کے سیل بیکراں، تقریر کے وقت ٹھاٹھیں مارتا سمندر، کام کے وقت بجلی کی سی مستعدی اور معاندین کی سرکوبی کے وقت گرز البرز شکن تھے۔ جن بد اعتقاد لوگوں نے لاہور کو اپنی فکری تحریک کی آماجگاہ بنا رکھا تھا وہ سر گرفتہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اس مختصر سے جسم مگر استقلال کے کوہ الوند سُنی عالم نے تمام طوفانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مولانا نے اہل لاہور کو جہاں اپنے وعظ و تقریر سے زندہ کر دیا تھا۔ وہاں وہ اس اہمیت کو ہمیشہ سامنے رکھتے کہ قلمی جہاد کی بھی سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ کا علمی مقام متعین کرنے کے لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی تصانیف کا ایک مختصر سا جائزہ لیں۔ اگرچہ اس کتاب

کا تنگ دامن اس بات کا متحمل نہیں کہ ہم تفصیل کے ساتھ ان کارناموں کو پیش کر سکیں۔ جو آپ کے قلمی جہاد کی یادگاریں ہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ دامن لپیٹنے کی کوشش میں آپ کی تصانیف کا نام درج کر دیا جاتا ہے۔ قارئین میں سے علمی ذوق رکھنے والے خود جائزہ لیں گے کہ آپ نے کتنی بڑی خدمت دین کی ہے۔ لاہور میں آپ نے سورۃ الحمد کا درس شروع کیا تو طبع رسا نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ پورا ایک سال صرف ہو گیا آپ نے اس مرحلہ میں تفسیر میزان الادیان، تقابل ادیان پر بڑی مبسوط بحث کر کے اہلِ علم کے لیے ایک علمی یادگار چھوڑی۔ قیام آگرہ کے دوران آپ نے "ہدایۃ الغوی لکھی جس میں شیعہ عقائد پر مدلل تنقید کی گئی تھی۔ رسول الکلام کے نام سے میلاد النبی پر ایک عمدہ رسالہ سپردِ قلم کیا۔ جب یہ رسالہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھا گیا تو آپ سنتے سنتے کھڑے ہو گئے اور فرطِ انبساط میں جھومنے لگے۔

(از تذکرہ علماء اہلسنت)

درس و تدریس و عظ و تقریر کے ساتھ ساتھ آپ نے تحریری کام بھی خاطرخواہ کیا۔ بہت سی آپ کی تصانیف ایسی ہیں۔ جو اب نایاب ہیں۔ تاہم بعض تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر میزان الادیان
۲۔ ہدایۃ الغوی
۳۔ رسول الکلام
۴۔ تحقیق المسائل نمبرا
۵۔ ہدایۃ الطریق
۶۔ المبسوط فی ذوالیفۃ الجمعہ
۷۔ مجموعہ رسائل خمسہ
۸۔ القبۃ الخضریٰ
۹۔ سلوک قادریہ
۱۰۔ علامات وہابیہ
۱۱۔ فضائل رمضان
۱۲۔ فضائل شعبان

۱۳۔ الاستعانت من اولیاء اللہ۔ 15۔ دیوان دیدار علی اردو۔
۱۴۔ مقدمہ تفسیر میزان الادیان سورہ فاتحہ۔ 16۔ دیوان دیدار علی فارسی۔

آپ نے ۲۲، رجب المرجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰، اکتوبر ۱۹۳۵ء داعی اجل کو اس وقت لبیک کہا جبکہ نماز عصر کے لیے نیت باندھ چکے تھے۔ اندرون دہلی دروازہ دار العلوم حزب الاحناف میں آپ کی آخری آرامگاہ مرجع خاص و عام ہے۔ عم مکرم حضرت علامہ ابوالحسنات مرحوم نے تاریخ وفات ارشاد فرمائی۔ جو لوح مزار پہ کندہ ہے۔

حافظ پس سر کوبیٔ اعداءِ شریعت
دیدار علی یافتہ دیدار علی سرا

تاریخ وصال

سید شریف احمد شرافت نوشاہی۔

جنابِ حضرت دلائے سید احمد — وحید اہل زماں بود در حمیدہ صفات
بعصرِ خویش بزہد و ورع یگانہ بود — بعلم و فضل و فقاہت شہیر جملہ جہات
ازیں سرائے فنا چوں نورد رخت سفر — مقام کرد بجنت بہ اسعدِ ساعات
نزولِ رحمت حق باد صد ہزاراں بار — کہ دفن گشت درانجائے زبدۂ سادات

زراہِ فکر شرافت بگفت سال وصال
مزارِ اقدس شہزادۂ ابوالبرکات
۱۳ ھ ۹۸

عقائد نامہ مرتبہ حضرت محدث الوری علیہ الرحمہ

امام اہلسنت شیخ المحدثین حضرت علامہ الحاج ابو محمد محمد سید دیدار علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز بانی دار العلوم حزب الاحناف نے ۱۹۲۴ء میں عقائد اہلسنت مرتب فرمائے تھے، جو اپنی جامعیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بطور تبرک یہاں پیش کئے جارہے ہیں۔ آپ نے مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا ممبر بننے کے لیے عقائد اہلسنت کی تصدیق ہر ممبر کے لیے لازمی قرار دی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَزَّ بُرْهَانُهٗ ط

مومن بماجائہ الرسول کو بہ تصدیق قلبی و اقرار لسانی امورِ ذیل کا اظہار لازم ہے اور یہی ایمانِ شرعی ہے۔

۱۔ صانع عالم جل مجدہٗ واجب الوجود ازلی ابدی ہے۔ اس کا کوئی مثل نہ ذات میں ہے۔ نہ صفات میں۔ تمام کمالاتِ ممکنات اسکی عظمتِ ذاتی کے ظل و پرتو ہیں۔

۲۔ وجوبِ وجود۔ استحقاقِ عبادت۔ خالقیت باختیارِ خود۔ تدبیرِ کائنات کلی و جزوی اس کی ذاتِ مقدس سے مختص ہیں۔

۳۔ حیوٰۃ۔ قدرۃ۔ علم۔ کلام۔ سمع۔ بصر۔ ارادہ صفاتِ ذاتیہ حق سبحانہ کی ہیں۔ ان سب سے ازلاً متصف ہے۔ باقی صفات فعلیہ۔ نفسیہ سلبیہ اضافیہ ہیں۔

۴۔ کائنات کو خلعتِ وجود بخشنے سے پیشتر ویسا ہی کامل تھا۔ جیسا بعد میں (الآن کما کان)

۵۔ شفائے مریض۔ عطائے رزق ازالۂ تکالیف ومصائب بطورِ استقلال و خلق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

۶۔ طبیب بادشاہ ودیگر اسباب ظاہری و باطنی مثل دُعا، ہمت انبیاء و اولیاء بہ عطائے الٰہی بطور سبب امور مذکورہ کے ملسوب الیہ ہوتے ہیں۔

۷۔ حکیم علی الاطلاق کی صفتِ حکمت کا تقاضا ہے کہ صفات و افعالِ الٰہیہ درپردہ اسباب ظہور فرماتے ہیں۔

۸۔ جیسا کہ بداہتہً معلوم ہے کہ بیشمار اسباب معاش و تدابیر مہمات و مدافعت امراض مظاہر رزاقیت وغیرہ صفات قدیمہ کے ہیں۔ ایسا ہی شرعاً وکشفاً ثابت ہے کہ مقربانِ درگاہِ حق کی دعا و ہمت و برکتِ وجودات مبارکہ مظہر فیضانِ عنایت الٰہی ہے۔ صرف اسباب کو مدنظر رکھنا اور مسبب جلشانہ کی قدرتِ کاملہ کا نہ ماننا یا قدرتِ کاملہ کو بعض اسباب میں ہی منحصر و محدود کرنا کفر ہے اور اسباب کا کلیتہً نفی کرنا ابطالِ حکمتِ قدیمہ کے علاوہ سعادتِ دین و دنیا سے محروم رہنا ہے اور اسباب ظاہری و باطنی اولیائے مقربین کو جلوہ گاہِ صفات مان کر ان سے مستفید اور مستفیض ہونا بصیرۃ اور کمالیتِ ایمان کا نشان ہے۔

۸۔ جوہر۔ عرض۔ جسم۔ مکان۔ زمان۔ جہت حرکت۔ انتقال۔ تبدیل ذاتی و صفاتی۔ جہل و کذب۔ ممکنات سے مختص ہیں۔ ذاتِ حق پر سب محال بالذات ہیں۔

۹۔ استواء علی العرش۔ ضحک وجہ ید وغیرہ صفات منصوصہ کذائی مثل صفاتِ ثمانیہ۔ سمع۔ بصر۔ علم۔ ارادہ۔ کلام قدرۃ، حیوۃ۔ تکوین بیچون وبے چگون ہیں؛

۱۰۔ ادراک حقیقت الٰہیہ میں انبیاء اولیاء عاجز ہیں۔ تجلیاتِ ذاتی وصفاتی و اسمائی نصیب انبیاء و اولیاء حسب المراتب دنیا میں ہوتی ہیں۔

۱۱۔ رویتِ ذاتِ حق آخرت میں اہلِ جنت کے لیے ثابت ہے۔ بلاکیف و بلاجہت۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال و اعمال کا خالق اور مرید ہے۔ لیکن راضی بالکفر والمعصیت نہیں ہے۔

۱۳۔ تمام خیر و شر خالق الکل جلشانہ کے ارادہ و خلق و تقدیر سے ہے۔ جو ازل میں مقرر ہو چکا ہے۔ وہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن راضی صرف خیر پر ہے۔

۱۴۔ تقدیر سے بندہ مجبور نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی و بدی کا راستہ بتاکر اپنے افعال میں گونہ اختیار دیا ہے۔ جس کے سبب انسان اور حجر و شجر میں فرق بدیہی ہے۔ جسے اصطلاحاً کسب کہتے ہیں۔ اسی کسب کے سبب وہ جزا اور سزا کا مورد ہے۔

۱۵۔ جبر جو منافی جزا ہو اور قدر جو شرکتِ شے کی خالقیت میں قادرِ مطلق سے پیدا کرے باطل ہیں۔ زیادہ خوض و بحث اس مسئلہ میں ممنوع ہے امورِ مذکورہ پر ایمان لانا باعثِ نجات ہے اور ان کا انکار ہلاکت ہے پس عقلمندی و سعادت یہ ہے کہ حصولِ نجات کا فکر ہو۔

۱۶۔ بے نیاز ہے۔ کسی کا اس پر حق نہیں ہے۔ مگر جو اپنے فضل سے وعدہ فرمائے وہ ضرور وفا فرماتا ہے۔

س کے تمام افعال حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس سے کوئی غرض یا نفع عائد بذاتِ مقدس نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ قبح و ظلم و سفہ و عبث سے اس کے افعال منزہ ہیں۔

۱۸۔ مومن کو دینِ حق پہ انشراح عطا فرمانا اور اسے قبول کرنا اور اس کے موافق اعمال و احسان کی توفیق عطا فرمانا۔ اس کا فضل ہے اور کافر کو صرف عقل و حواس عطا فرمانا کہ تبلیغ انبیاء کا اس کے ذہن پہ واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا جناب رب العزت کا عدل ہے۔

۱۹۔ صفتِ عدل و فضل کی چھ صورتیں ہیں۔ جن کا اعتقاد کرنا مومن پہ فرض ہے

۱۔ حق سبحانہ تعالیٰ کسی پہ ذرّہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا۔

۲۔ کسی کے اعمالِ حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔

۳۔ کسی کو بغیر گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔

۴۔ اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پہ جو مصیبت بھیجے۔ اس میں بھی ان کے لیے اجر رکھتا ہے۔

۵۔ کسی کو اطاعت یا معصیت پر جبر نہیں فرماتا۔

۶۔ فوق الطاقت کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

۲۰۔ افعال کا باعث ثواب و عقابِ اخروی ہونا صرف اسی کے حکم سے ہے۔ اس میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ بعض کی حکمت کو عقل ادراک کر سکتی ہے اور اکثر میں اخبار انبیاء کی محتاج ہے۔

۲۱۔ ہر ایک صفتِ الٰہی بالذات واحد ہے اور بحسب التعلق غیر متناہی بتعلقات حادث ہیں اور اس کی صفاتِ قدیمہ ہے۔

۲۲۔ حق سبحانہ و تعالےٰ کے بہت نام ہیں۔ جن کی خبر اسی نے اپنے کلام پاک میں دی ہے۔ اہلِ سنّت کے نزدیک دُعا و ذکرِ الٰہی انہی اسماء سے ہے۔ جو شرع مطہر میں وارد ہیں۔ یہ سب اسماء کلام الٰہی کے مانند قدیم ازلی ابدی ہیں اور عباد کا اپنی زبان پر لانا یا لکھنا حادث ہے۔

۲۳۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس اسم کے معنے میں تنقیصِ شان الوہیت ہو۔ اس کا ذاتِ حق پر بولنا کلمۂ کفر ہے۔

۲۴۔ وحدتِ وجود حسبِ تقریرِ محققین حق ہے۔ شریعتِ حقہ کے کسی اصل کے منافی نہیں ہے۔ فرقِ مراتب و حفظ احکام ضروری ہے۔ جو صفات متلزم مرتبۂ الوہیّت کے ہیں۔ ان کا مراتب سافلہ پر اطلاق کرنا و بالعکس کفر ہے۔ جس طور پر یہ مسئلہ اکابرِ اسلام پر مکشوف ہوا ہے اور اولیاءِ متشرعین نے خنے الامکان بیان فرمایا ہے۔ بحفظ حدود شرعی اس پر اعتقاد رکھنا باعثِ تکمیل ایمان اور اس کا انکار خسران و حرمان ہے۔

اَلْاِیْمَانُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

۱۔ اسلام و ایمان کا رکنِ اعظم جس کے بغیر کسی حالت میں بندہ مومن یا مسلم نہیں ہو سکتا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالاتِ ثانیہ بالنص الصریح کی تصدیق قلبی و اقرار لسانی ہے اور آپ کی تعظیم ظاہری و باطنی سے ہر حالت میں متصف رہنا تمام اعمال و عبادات کی قبولیت کا اصل الاصول ہے۔

۲۔ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔

۳۔ میثاقِ توحید الٰہی و ربوبیّت ذاتِ حق جیسا تمام بنی آدم سے لیا گیا ویسا ہی سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور تعظیم کا تمام انبیاء سے موکد طور پر عہد لینا باخبارِ الٰہی منصوص ہے۔

۴۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ نہ تو آپ کے زمانہ میں اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے۔

۵۔ تمام انبیاء بلحاظ بطون و تربیت روحانی تعین روحی جناب ختمی مآب خلفاء سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ جیسے ظاہر ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نیابتاً آپ کے فرمان سے اس عہدہ پہ ممتاز ہوئے ویسے ہی انبیاء کرام باوجود خلعت نبوت وافضیلت ماوون الانبیاء کے آپ کی باطنی شریعت کے نافذ فرمانے والے تھے۔

۶۔ آپ کی اطاعت واتباع اور محبت فرض ہے۔ اس کے ترک پہ عذاب الیم کا وعید منصوص ہے۔

علاماتِ محبتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ آپ کا اقتدار اور اتباعِ سنت اقوال وافعال ہیں اور آپ کے اوامر ونواہی کی تعمیل۔

۲۔ زبان ودِل سے آپ کا ذکر کرنا۔

۳۔ آپ کے جمالِ پاک کا مشتاق ہونا۔

۴۔ دِل۔ زبان اور بدن سے آپ کی تعظیم کرنا۔

۵۔ آپ کی اہلِ بیت اور صحابہ سے محبت کرنا اور ان کے ساتھ بغض رکھنے والے سے بغض رکھنا۔

۶۔ آپ کی سنت کے تارک کو برا سمجھنا۔

۷۔ آپ کی تعظیم جیساکہ ہر ایک مومن پہ ظاہری زیارت کے وقت فرض تھی۔ ویسا ہی اب بھی آپ کی حدیث فضائل اور نام مبارک سنتے وقت لازم اور ضروری ہے۔ پس ان میں باتباعِ سلف مسلمانوں میں جو مباح بوجہ تعظیم مروجہ ہر ملک ہوں۔ ان کا بوقت ذِکر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بجالانا تقاضائے ایمان ہے اور چونکہ مجالس میلاد میں قیام کرنا عشاقِ درگاہ کا معمول ہوگیا ہے۔ پس ان کا انکار روشِ سلف کا انکار ہے اور بے بنیاد تعصب ہے۔

۸۔ جو ممکنات و مخلوقات احاطہ ربوبیت الٰہیہ میں داخل ہیں۔ سب کی طرف حضور صلے اللہ علیہ وسلّم مبعوث ہیں۔ پس کوئی حصّہ مخلوقات آپ کی دعوت سے خارج نہیں ہوسکتا۔

۹۔ جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اولیت ثانی یا ثالث ہونا محال ہے۔ ویسا ہی بحیثیت عموم دعوت مذکورہ واولیّتِ خلق وختمِ نبوت وافضیلتِ مطلقہ وخلافتِ کبرٰے واولیت فی الشفاعۃ وفی دخول الجنۃ واصالت فی کُل فضل ووساطت فی کل نعمتِ وغیرہا صفات کثیرہ ناممکن الاشتراک کے آپ کی نظیر محال اور ممتنع ہے۔

۱۰۔ آپ کی صورتِ مقدسہ بلحاظ جسمیت معروض لبعض عوارض بشریہ تھی اور آپ کی روحانیت اوصافِ بشری سے برتر اور تغیر وآفات وعیوب ونقائص بشری سے منزہ اور ضعفِ انسانی سے مبرّا اور اعلیٰ صفاتِ ملکیہ سے متصف تھی۔ پس آپ کا علم باللہ وصفاتہ قبل بعثت وبعد بعثت تمام عیوب ونقائص شک وجہل وغیرہ سے مبرّا ومنزہ ہے۔

۱۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں۔ اوّل ظاہر باعتبار صورۃِ بشری۔ دوم ملکی۔ سوم وہ مرتبہ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔

۱۲۔ آثارِ شریفہ وآثارِ سلف صالحین کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو ذریعہ اجابتِ دُعا خیال کرنا صدقِ ایمان کی نشانی ہے۔

۱۳۔ بہ نسبت علوم اولین وآخرین آپ کا علم اعلیٰ واکمل ہے اور آخر عمر شریف

تک ملکوتِ سماوی و ارضی و تمام مخلوقات و جملہ اسمائے حسنیٰ و آیاتِ کبریٰ اور امورِ آخرت و اشراطِ ساعت و احوالِ سعدا و اشقیا و علمِ ماکان و مایکون پر آپ کا علم محیط ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشیریہ و ملکیہ سے آپ کا علم اشمل و اکمل ہے۔ علمِ الٰہی اور آپ کے علم میں امورِ ذیل فارق ہیں۔

۱۔ علمِ الٰہی غیر متناہی بالفعل اور مطلق اور حضور کا علم متناہی بالفعل و غیر متناہی بالقوۃ اور محاط ہے۔

۲۔ علمِ الٰہی بلا ذرائع و وسائل ازلی و ابدی ہے اور آپ کا علم بذریعہ وحی الہام۔ کشف، منام و بسطِ حواس و بصیرۂ مقدسہ حادث ہے۔

۱۴۔ آپ کے تمام اخبار و اقوال متعلق دین و دنیا صادق اور حق ہیں۔ شک وہم و جہل وغیرہ نقائص و مداخلتِ شیطانی سے مبرا و منزہ ہیں۔

۱۵۔ آپ قبل اظہارِ نبوت کے بعد نبوت کبائر و صغائر سے معصوم اور تمام قبائح بشری سے مبرا ہیں۔

۱۶۔ بعض افعال بلاغیہ و احکام شرعیہ میں نسیان و سہو آپ سے بغرضِ تشریع و افادہ علم بارادہ الٰہیہ واقع ہوا ہے اور صدور و سہو و نسیان منافی شانِ نبوت نہیں بلکہ نسیان و ذہول از ناسوت۔ بوجہ استغراق در لاہوت از قسمِ کمال ہے جیسا کہ اربابِ بصیرت پر ظاہر ہے۔ البتہ ان کے سہو و نسیان کو اپنے سہو و نسیان پر قیاس کرنا اور بقصدِ تحقیر آپ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

۱۷۔ تمام عوارضِ بشری یعنی مرض۔ تکلیف بدنی وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام کو لاحق ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت مشابہ عوارضِ عامہ افرادِ انسانی ہیں اور بلحاظِ نتائج و آثارِ باطنی و حکمتِ خفیہ الٰہیہ تمام افرادِ بشر کے عوارض سے برتر اور اعلیٰ

ہیں۔ مثلاً تکالیف امراضِ انبیاء علیہم السلام سے نتیجہ اظہارِ احوالِ عالیہ مثل صبر رضا، شکر، تسلیم۔ توکل۔ تفویض۔ دعا۔ تضرع اور موعظتِ امت بوقت لحوقِ عوارض کذائیہ بہ تحصیل امورِ مذکورہ ہے۔ پس اپنے عوارض پر عوارضِ انبیاء کو خیال کرنا سخت بے ادبی اور بعض حالات میں جبکہ تحقیر لازم آئے کفر ہے۔

۱۸۔ حضور سید الانبیاء کا مغیبات پر مطلع ہونا آیات و احادیث سے بالتواتر ثابت ہے۔ منکر اس کا منکرِ قطعیات ہے۔

۱۹۔ آپ روضہ منورہ میں مثل دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ بحیات حقیقیہ، دنیاویہ جسمانیہ ہیں۔ خاکسارانِ امت کے حالات پر مطلع اور عاشقانِ درگاہ پر ہر لحظہ متوجہ ہیں۔

۲۰۔ زیارت روضہ منورہ اعظم السعادات ہے۔ اس کا انکار بدعاتِ بدترین میں سے ہے۔

۲۱۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سید المحبوبین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کو معجزات ذیل وغیرہ سے مخصوص فرمایا۔

۲۲۔ ۱۔ معراج جسمانی بحالتِ بیداری حرم شریف سے بیت المقدس کی طرف اور امامتِ انبیائے کرام اور سیرِ سماوات و آیاتِ کبریٰ و جنت و نار وغیرہ؛

۲۔ اپنا جمالِ پاک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بچشم ظاہر دکھایا (۳) شق القمر (۴) ستونِ مسجد شریف کا آپ کے فراق میں گریہ زاری کرنا (۵) احجار و اشجار کا آپ پہ سلام کرنا اور تصدیقِ نبوت کرنا (۶) آپ کی انگشت ہائے شریفہ میں سے پانی جاری ہونا اور ایک پیالہ پانی سے لشکر کا سیراب ہونا۔ (۷) آپ کی برکت سے قلیل طعام کا اس قدر بڑھنا کہ ہزارہا آدمی سیر

ہو جائیں (۸) بکری مذبوحہ کا آپ سے کلام کرنا۔ (۹) مذکورہ معجزات و دیگر خوارق مثل احیائے اموات جو احادیث سے ثابت ہیں۔ بلا تاویل حق و نفس الامری ہیں۔

۲۲۔ تمام معجزات سے اعلیٰ و اقویٰ و ادوم قرآن شریف ہے۔ جس کے مقابلہ سے تمام مخلوقات عاجز ہے۔ قرآن مجید کی ترکیب لفظی و محاسنِ معنویؐ و اخبار غیبیہ تمام معجزہ ہیں۔

مَاجَاءَبِهٖ سَيِّدُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ اَفْضَلُ صَلَوَاتِ رَبِّ الْوَرٰى

۱۔ حضور مظہر الاتم سر اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کئی قسم کی ہوئی ہے علاوہ وحی ملکی کے دو اور قسم بھی ہیں۔ جن میں فرشتہ کو دخل اور توسط نہیں ہوتا

۲۔ قرآن شریف کلام نفسی قدیم ازلی ابدی ہے جو بہ لباس اصوات و حروف جلوہ گر ہیں اور بذریعہ مَلکِ مقرب حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور محبوبِ حق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔

۳۔ احادیث شریفہ قدسیہ ثابتہ باسناد صحیح وہ وحی ہے جو کبھی بتوسط کذائی اور کبھی بلا توسطِ کذائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارد ہوئی۔

۴ ہر دو وحی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں۔ حق ہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔ اس میں سے بعد علم و ثبوت قطعی کسی بات کا انکار اگرچہ درپردہ تاویل باطل ہو کفر ہے اور ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کا بلا وجہ انکار بدعت یا فسق ہے

۵۔ امورِ ذیل کو حق ماننا ضروری ہے۔

(۱) حشر اجساد و اعادہ رُوح انہی اجساد میں جو دنیا میں تھے۔

(۲) جزائے اعمالِ خیر و سزائے شر۔

(۳) صراط و دوزخ پر ممتد ہے ۔جس پر سب کو چلنا ہوگا۔ اہلِ نار کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے اور اہلِ جنت اس پر گذر کر جنت میں پہنچیں گے۔

(۴) حساب اعمال ۔ میزان ۔ جنت ۔ نار اور یہ دونوں آخر الذکر اس وقت موجود ہیں ۔ جن کی جگہ اللہ جل شانہ جانتا ہے ۔

(۵) شفاعتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بحقِ اہل کبائر حق ہے اور آپ کی شفاعت مقبول ہے ۔ جہاں آیاتِ شریفہ میں نفی شفاعت واقع ہے وہ مقید بعدم رضا و اجازتِ الہٰی ہے ۔

(۶) عذاب القبر کافر کو اور نعمت و راحت مومن صالح کو قبر میں حق ہے اور عُصاتِ مومنین مشیت الہٰی پر ہے ۔ جسے چاہیے عذاب فرمائے جسے چاہے نعمت بخشے ۔

(۷) سوال منکر و نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے ۔

(۸) تمام رسل و انبیاء من جانب اللہ حق ہیں ۔

(۹) ملائکہ اجسام نوری ہیں ۔ عوارض ظلمانی سے منزہ ہیں ۔ ان کے مقامات آسمان پر مقرر ہیں ۔ کوئی کائنات سماوی و ارضی پر مقرر ہیں اور بعض کتابتِ اعمال بنی آدم پر اور بعض عباد کے دل میں خطرات صالحہ القاء کرنے پر اور بعض حفاظتِ بنی آدم پر ۔ ان کے مقابلہ میں مخلوقاتِ الہٰی میں سے شیاطین ہیں ۔ جو خیالاتِ فاسدہ کا القاء کرتے ہیں ۔ قربِ قیامت میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور قتلِ دجال و قتلِ خنازیر کرنا اور پھر دینِ واحد کا ہو جانا سب حق ہے ۔

(۱۰) کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جو آسمانی صحیفے ان پر نازل ہوئے۔ حق ہیں۔

اَلاِجتہادُ فِی الدِّینِ وَتقلیدُ المجتہدِینَ

۱۔ عامۃ الناس جو درجہ اجتہاد سے بے بہرہ ہیں۔ تمام احکام فرعیہ غیر منصوصہ قطعیہ میں تقلیدِ مجتہد پر مامور ہیں۔

۲۔ منصب اجتہاد مشروط بشرائط ذیل ہیں۔

(۱) علمِ قرآن پر بقدر آیاتِ احکام حاوی ہو۔

(۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو۔

(۳) علمِ عربیت۔ لغت۔ صرف و نحو۔ معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو۔

(۴) مذاہبِ سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

(۵) قیاس کے اصول اور قواعد میں ماہر ہو اور علاوہ اس کے ورع و تقویٰ میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو۔ استنباطِ احکام میں مداخلتِ نفس و ہوا سے محفوظ ہو۔

۳۔ جس میں ان صفات کی کمی ہو۔ خواہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو تقلید کرنے کا پابند ہے۔ ان شرائط سے کسی شخص کا متصف ہونا۔ اس کے آثار اجتہادی اور تدقیقاتِ فقہی و اعمال و اخلاق متفقہانہ سے ظاہر ہو سکتا ہے جو عوام و خواص امت پر ظاہر ہو کر تمام اہلِ انصاف کے ذہن میں اس کی عظمت کو مرکوز کرتے ہیں۔ جیسا ہر فن کے مشاہیر کی اعلیٰ مہارت بلحاظ آثارِ ظاہرہ عامۃ الناس سے خواص تک سب کے نزدیک کالبدیہہ ہوتی ہے۔ ویسا ہی جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس

اس قدر ظاہر ہوں کہ خواص وعوام اس کے لیے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور ہوں تو وہ مجتہد مسلم ہوتا ہے۔

۴۔ امت مرحومہ میں ائمہ اربعہ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین ولاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے۔ اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد وتقویٰ ہیں۔ جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں

۵۔ ان میں سے امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔

۶۔ حق سبحان تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کیے۔ جنہوں نے حضور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخرجہ مسائل و اصول مقررہ کو تالیفات وتصنیفات میں کمال تنقیح سے بیان کیا۔ جو آئندہ تازہ واقعات وصور متجددہ میں دستور فیصلہ مقرر ہوئے۔

۷۔ کمالات علمی وفیضان انوار بطفیل حضرت امام ان علمائے فقہ پر اسی صبغہ الہیہ سے ہوا ہے۔ جس کے سرچشمہ رئیس المجتہدین تھے۔ بنابریں حضرت امام محمد اور امام ابویوسف رحمہما اللہ باوجود تقلید فی الاصول والفروع مختلفہ اقوال امام میں بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کے لیے اور بعض احکام کو موافق اصول حضور امام رضی اللہ عنہ اخراج کرنے کے لیے خود امام الائمہ سے مامور ہوتے ہیں۔ پس صاحبین و دیگر ان کے ہم منصب جو امام الائمہ کے تلامذہ تھے۔ مجتہدین فی المذہب کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام قول مستقر امام پر بوقت ظہور دلیل ترجیح دینا اور اصول امام کے مطابق تازہ احکام استنباط کرنا ہے۔

۸۔ ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا اور ایسے فقہا پیدا ہوئے۔ جن کا تبحر

اصول و فروع مذہب حنفیہ میں اس قدر تسلیم کیا گیا کہ وہ نو پیدا شدہ مسائل و جزئیات کو جن کی بابت بالصراحت روایات مذہب میں نہ ملیں۔ اصول و فروع مذہب حنفی سے تخریج کریں۔ جیسے حضرت ابوجعفر طحاوی ابوالحسن کرخی شمس الائمہ حلوائی۔ شمس الائمہ سرخسی فخرالاسلام بزدوی فخرالدین قاضی خان وغیرہ سب مجتہد فی المسائل ہیں۔

۹۔ چونکہ تدبیر الٰہی اسی رحمتِ خاصہ کے کامل کرنے پر متوجہ تھی۔ ان فقہاء کے بعد ایک اور طبقہ پیدا ہوا۔ جن میں امام ابوبکر احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں۔ ان کے حصہ میں گو کسی قسم کا اجتہاد نہیں۔ لیکن اصول و فروع میں اتنی مہارت ان کو تھی کہ مجمل ذی وجہین مبہم محتمل امرین منقول عن صاحب المذہب او احدٍ من اصحابہ کی تفصیل کر سکتے تھے۔ ان کو اصحابِ تخریج کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ ان کے بعد وہ طبقہ فقہا پیدا ہوا۔ جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ ان کو اصحابِ ترجیح کہتے ہیں۔

۱۱۔ ان کے بعد تدابیر الٰہی اور رحمتِ لامتناہی سے وہ طبقہ فقہا ہوا۔ جو مذکورہ بالا مراتب کے لائق نہ تھے۔ لیکن روایات متعددہ میں سے اقویٰ۔ قوی ضعیف اور ظاہر مذہب و روایاتِ نادرہ میں فرق کر سکتے تھے۔ جیسے وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانہ میں باعثِ فیض اور عالمگیر قبولیت سے ممتاز ہیں۔ طبقاتِ اربعہ اولی سے جو مذہب متعین ہو چکا ہے۔ وہ صاحب کنز صاحب درمختار صاحب وقایہ صاحب مجمع کی کتابوں میں کمال تنقیح سے مذکور ہے۔

۱۲۔ ان کے بعد علمائے فقہا نے انہی کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔ ان کتابوں کو

کتب متاخرین سمجھ کر یہ کہنا کہ ان سے مذہب حنفی ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا۔ محض خیال فاسد اور بے جا بدگمانی ہے۔ یہ کتب دراصل طبقات اربعہ کی قویہ روایات کی راوی ہیں اور ان کا ثقہ ہونا عند الکل مسلم ہو چکا ہے۔

۱۳۔ متون و شروح و فتاوے متاخرین جو معمول بہ و دستور العمل فتوے مقرر ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ مذہب حنفیہ کے مبین ہیں۔ ان کا خلاف بدعوے عمل بالحدیث بدون منصب اجتہاد گمراہی میں قدم رکھنا ہے۔ صدی چہارم تک مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی اس قدر تنقیح ہو چکی ہے کہ کوئی جزئی بھی بلا تحقیق نہیں رہی اور آئندہ کے اغلب واقعات کے جوابات اسی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے فقہا کا فتوے ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کوئی جدید مجتہد پیدا نہیں ہوا۔

۱۴۔ جس طرح حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مبین و مبلغ احکام الٰہی ہیں اور آپ کی اطاعت جزو ایمان ہے۔ ویسے ہی رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حکم و ہدایت کے مبلغ و مبین ہیں اس حیثیت سے آپ واجب الاطاعت ہیں۔

۱۵۔ کسی غیر مجتہد شخص کو ائمۂ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید اس طرح پر واجب ہے کہ وہ اس امام کے تمام احکام میں اس کا مقلد ہو۔ کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلفیق میں داخل ہے اور تلفیق سے تلہی بالدین لازم آتی ہے جو قطعاً حرام ہے۔

۱۶۔ کسی غیر مجتہد کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے کسی حدیث متعلق احکام فروعی سرو یہ کتب حدیث پر عمل کرے۔

اَلْخِلَافَۃُ وَالْوِلَایَۃُ

۱- بعد سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سید الاولیاء والخلفاء امام الصدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الامت ہیں. آپ کے بعد فاروقِ اکبر و ذوالنورین مولی المومنین مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہ ترتیبِ خلافت افضل ہیں۔

۲- عشرہ مبشرہ۔ خاتونِ جنت۔ ام المومنین خدیجہ وام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہن۔ وحضرت امام حسین و اصحاب بدر وبیعۃ الرضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم طاہر مطہر قطعی جنتی بلکہ گنہگاران امت کے تکیہ گاہ ہیں۔

۳- تمام صحابہ خصوصاً اہلِ بدر اہلِ بیعت الرضوان نجوم ہدایت ہیں۔ ان میں سے کسی پہ طعن کرنا رفض و استحقاقِ دخولِ نار ہے۔ ان سب کی تعظیم وتوقیر امت پہ فرض اہم ہے۔ یہ سب اولیائے امت کے سردار اور بباعث شرفِ صحبت ولایت خاصہ پہ ممتاز ہیں۔ ان سے کرامات ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک ولی سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔

۴- حقیقتِ ولایت یہ ہے کہ علاوہ ایمان واعمالِ صالحہ کے یقین و عرفانِ اسمار وصفاتِ ذاتِ حق بطورِ وجدان بہ برکت ذکر۔ تلاوت۔ صوم و صلوٰۃ دہبی طور پہ جب عبدِ صالح کو عطا ہوتا ہے تو مقاماتِ ذیل اس کے سینہ پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص۔ تواضع۔ توبہ۔ زہد۔ صبر۔ شکر۔ خوف رجا۔ توکل۔ رضا۔ فقر۔ محبت۔ پس۔ وہ ماسوائے حق سے معرض ہوتا ہے اور خوف ورجار الٰہی میں مستغرق حالت میں ان مقامات کے آثار افرادِ بشر پہ دو طور سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق

و تربیت مریدان پس اس کو وحی و عصمت کے بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشفِ صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وارثِ انبیاء خلیفہ برحق قرار پاتا ہے اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے۔

۵۔ سلاسل صوفیائے کرام جو مسلسل حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات من و عن انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں طرقِ تربیت مریدین مقاماتِ مذکورہ پہ مبنی ہیں اور مشائخ صوفیہ موصوف کشفِ صادق سے غائبین کے حال پہ مطلع ہو کر ان کی ویسی ہی تربیت فرماتے ہیں۔ جیسی حاضرین کی ؛

۶۔ یا شیخ سید عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وظائف کذائیہ لغرض استمداد وطلبِ ہمت و دعا جائز و ثابت ہیں۔ ایسے وظائف کا انکار کرنا جہالت ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے تعبیر کرنا ظلم اور ضلالت ہے۔

۷۔ ان کی صورت مبارک کا خیال مریدین کے خطرات و احادیث نفسی کے دور کرنے میں وہی کام کرتا ہے جو ظلِ فاروقی شیطان کے دور کرنے میں ان مشائخ کی صورتِ مثالی جذباتِ نفس مرید کو مٹانے میں برہان قاطع ہے

۸۔ طریقِ استفادۂ باطنی و بیعت جو معمولِ مشائخ کرام ہے۔ ہر ایک مومن طالبِ کمال ایمان کے لیے سنت اور ضروری ہے۔

۹۔ خاص معمولاتِ مشائخ وکیفیاتِ اذکار و ریاضات اصولِ دین سے ماخوذ ہیں۔ بعض اجتہاداً اور بعض کشفاً۔

۱۰۔ ذکرِ جہر و سر شرعاً ثابت اور باعثِ قرب وحصولِ محبتِ الٰہی ہے۔

۱۱۔ حمد الٰہی ونعمتِ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و مدحِ بزرگان و

اولیائے کرام اور اشعار متعلق محبت الٰہی کا خوش آوازی سے سن کر محبت الٰہی بھڑکانا شرعاً مباح و مستحسن ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔

۱۲۔ عبادات بدنی و مالی کا ثواب ہدیہ ارواح مقدسہ انبیاء و اولیاء و دیگر اہل ایمان کرنا ثابت ہے۔ اور اس کا مطلقاً انکار بدعت ہے۔

۱۳۔ بالخصوص روز وفات اولیاء ثواب طعام و کلام سے فاتحہ رسانی باعث نزول برکات اور تازگی ایمان ہے۔

الشِّرْکُ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ جَلِیِّہٖ وَخَفِیِّہٖ

۱۔ شرک و کفر بہ لحاظ نتیجہ متحد ہیں۔ دونوں کا مرتکب ابدی عذاب کا مستحق

۲۔ حقیقت شرک یہ ہے کہ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے اور اس کے امارت سے یہ ہے کہ بندگان حق تعالےٰ المجوبان الٰہ کی ان قابل عظمت صفات کو جو عام بنی نوع میں مفقود ہیں۔ مثلاً کشف بلا و شدت، استجابت دعا۔ تاثیر۔ تسخیر وغیرہ) صفات جناب باری (سبحانہٗ۔ سبحانہٗ) کے برابر خیال کیا جائے نعوذ باللہ) اور بنا برین نہایت عجز و نیاز کے افعال ان کے سامنے اسی نیت سے ادا کئے جائیں۔

۳۔ شریعت حقہ شرک کو رفع فرماتی ہے اور صفات عباد و صفات ربوبیت میں مابہ الامتیاز فرمانا بعثت رسل کا اہتمم بالشان مقصد ہے۔

۴۔ خواص عباد کی صفات مذکورہ کو باطل نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ ان کی حقیقت واقعیہ کا اظہار ہے۔ جس سے صفات ربوبیت کی برتری و تقدس ظاہر ہو۔

۵۔ محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کے لیے ثابت کی گئی ہے۔ اس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد خود مختار ہو کر تصرفات

الہیۃ کو (معاذاللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہٰی اوراس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایتِ الہٰیہ کا ظہور جاننا ایمان و توحید ہے۔

۶- ایسا ہی خوارق وکرامات اولیاو اشراقِ باطنی سے ان کو مغیبات پر بلا ذریعہ عطیۂ الہٰی اس طرح مطلع تسلیم کرنا شرک ہے اور بذریعہ قوائے روحانی و ناسوتی جو انبیاء و اولیاء کو عطا ہوتی ہیں۔ ان امور کا مظہر تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

۷- صفاتِ عبودیت کو صفاتِ ربوبیت سے شریک کرنے والا مشرک ہے اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور مبتدع ہے اور ہر ایک کے حقوق نگاہ رکھنے والا صراطِ مستقیم پر ہے

اَلْکُفْرُ وَالْکَبَائِرُ وَالْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَان

۱- خداوند کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور ان احکام کا جو مِن عند اللہ یا من عند الرسول ثابت ہوں انکار کرنا کفر ہے۔ ان احکام کا ثبوت تین طور سے ہوتا ہے۔

آیہ کے معانی جو حسبِ محاورۂ عرب قطعی طور پر مفہوم ہوں۔

حدیث شریف متواتر کے معانی قطعیہ حسب لغت و محاورہ۔

اجماع مجتہدین امتِ راشدہ جو قطعی ہو۔

ان طرقِ ثلاثہ سے جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچے۔ مومن پر اس کا ظاہراً باطناً تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ورنہ بصورتِ انکار صریح بلا تاویل (معاذ اللہ) فقہا کے نزدیک مطلقاً ظلمتِ کفر میں مبتلا ہوتا ہے اور جو شخص بلا وجہ حق واضح میں بے محل تاویل کو بہانہ انکار قائم کرے کافر ہے۔

۲۔ ارکانِ ایمان و اسلام و ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار قولاً یا فعلاً کفر ہے

۳۔ قوائے انسانی کو لفظ ملائکہ واردہ فی النص کا معنی مرادی قرار دینا اور قوتِ نظریہ نبی علیہ السلام کو جبرئیل ماننا خلافِ نص واجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریات دین کا انکار ہے۔

۴۔ حشر اجساد و نعیم جنت کی جس کیفیت سے تفصیل کلام شارع میں وارد ہے۔ بلا تاویل تسلیم کرنا ضروری ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

۵۔ بعد بعثت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بعثتِ نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر ہے۔ مطلقاً حدیثِ رسول کی حجیت کا انکار کفر ہے۔

۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنابِ پاک میں بے ادبی (معاذ اللہ) قولاً فعلاً ہتک یا تحقیر کفر ہے۔

۸۔ جو شخص مندرجہ بالا عقائد پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کی نسبت اگر کوئی شخص اس بنیاد پر کہ وہ اعراس مشائخ کرام و اولیاء میں شامل ہوتا ہے اور ان کے رونق دینے میں سعی کرتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ مزاراتِ بزرگانِ دین کی حفاظت میں اعانت کرتا ہے اور مزاراتِ موصوفہ پر بہ نیت تعظیم و تکریم بوسہ دیتا ہے یا مجلسِ مولود شریف سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بلحاظ ادب و تعظیم قیام کرتا ہے یا اس وجہ پر کہ حضرات انبیاء کرام و اولیائے عظام سے استمداد و استعانت کو جائز سمجھتا ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود و شہود کو حق جانتا ہے یا اسی قسم کی کسی اور وجوہات پر ایسے اعتقاد رکھنے والے شخص کو کافر۔ مشرک یا بدعتی کہے تو ایسا کہنے والا نہ صرف خود مستحق لزوم کفر ہوتا ہے۔ بلکہ جو شخص اس کی نسبت محبت یا تعظیم و تکریم کا قولاً یا فعلاً اظہار کرے۔ وہ بھی اسی گمراہ فرقہ میں شامل سمجھے جانے کا مستحق ہے۔

بیادِ سیّد المحدثین

علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ساقیا کیوں آج یہ بزمِ سخن ماتم میں ہے — کون رخصت ہو گیا کہ انجمن ماتم میں ہے
گلشنِ ہستی پہ کیسی یہ خزاں سی چھا گئی — اِک چھری دِل پہ چلی اِک برق سی لہرا گئی
ہو گئے دنیا سے رخصت سیدِ والا صفات — تھی سراپا دین و دنیا کا سبق انکی حیات
تھا وہ سیلِ نور ہمدوشِ صبا رخصت ہوا — قائدِ ذی شاں امامِ عصر تھا رخصت ہوا
وہ امام ابوحنیفہ رح کے تدبر کا نشاں — مسلکِ احمد رضا رح کا سب سے اعلیٰ ترجماں
رُوحِ عالی جلوہ گر تھی پیکرِ انساں میں — وہ چراغِ رہگذر تھا زیست کے طوفان میں
اس کی ساری زندگی جہد و عمل کی داستاں — پاک بازو نیک سیرت پاک دل شیریں بیاں
اس کے سوز و ساز میں تھا زندگانی کا خروش — راہ سے بھٹکے ہوؤں کے واسطے پیغامِ ہوش
شمع کی مانند وہ چلتا رہا ظلمات میں — ایک سیلِ نور تھا وہ تو اندھیری رات میں
اس نے پھیلائی جہاں میں علم و حکمت کی ضیا — اس کے ہر انداز سے ظاہر تھا عشقِ مصطفٰے
صفحۂ تاریخ پہ اِک جاوداں تحریر تھا — آیۂ ایماں کی وہ دلنشیں تفسیر تھا
وہ فقیہہ عصر تھا، وہ قائدِ روشن ضمیر — منبعِ رشد و ہدایت، زہد و تقویٰ میں نظیر

راہِ ابدیت کا راہی آج گو خاموش ہے
اس کے اعجازِ بیاں سے یہ جہاں مدہوش ہے

محمد اکرم رضا ایم۔ اے لیکچرار: گورنمنٹ ڈگری کالج شکرگڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دستار بندیؒ وسوئم ومجلس چہلم

○

سیّد ابو البرکات عاقبت محمود

۱۳ ھ ۹۸

○

صاحب کمال فقیہہ اعظم

۱۳ ھ ۹۸

شمع تابان پاکستان

۱۳ ھ ۹۸

○

مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز منگل دار العلوم حزب الاحناف کے وسیع و عریض صحن میں مجلس قل شریف منعقد ہوئی۔ دفن کے بعد ہی عقیدت مند جوق در جوق مزار پر حاضری دے رہے تھے۔ رات بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ عورتیں بچے بوڑھے جوان سبھی سیّد صاحب پکار کر آنسو بہاتے رہے تقریباً اسّی قرآن مجید ختم ہوئے لوگ جوق در جوق حاضری دے رہے تھے اور کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کر رہے تھے پھر اس مجلس نے عظیم الشان جلسہ کی صورت اختیار کر لی۔ ملک بھر کے مشاہیر علماء و مشائخ تمام مکاتب فکر کے زعما سیاسی و دینی جماعتوں کے سربراہ، وکلا اور دانشور قل شریف کی مجلس میں شریک ہوئے برادرم صاحبزادہ فیض القادری نے مجلس قل کی جو روئیداد مرتب کی اس کے بعض حصے یہ ہیں۔ اس مجلس میں زینت القراء قاری غلام رسول صاحب نے تلاوت اور جناب محمد اعظم صاحب چشتی نے بارگاہ نبوت میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت سیّد صاحب قبلہ کے ارشد تلامذہ، مریدوں، عقیدت مندوں اور اکابر علماء و مشائخ اہلسنت نے متفقہ طور پر حضرت کی جانشینی کے لئے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کا نام پیش کیا نعرہ تکبیر و نعرۂ رسالت کی گونج میں حضرت قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ کے جانشین اور آستانہ عالیہ قادریہ اشرفیہ، برکاتیہ کے سجادہ نشین ہونے کی حیثیت سے حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی مدظلہ کی دستار بندی ہوئی۔ دستار بندی کی رسم آپ کے پیر خانہ کے ایک فاضل رکن حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف الاشرفی، الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان نے ادا فرمائی۔

اکابرین علماء اہلسنت و مشائخ ملت نے آپ کے دینی و ملی کارناموں اور آپ کی علمی و روحانی شخصیت کے موضوع پر تقاریر کیں۔

جناب جسٹس سید شمیم حسین قادری مدظلہ العالی نے فرمایا۔ حضرت مفتئ اعظم قبلہ سیّد صاحبؒ

کی رحلت ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ پاکستان اور عالمِ اسلام کے لیے بہت بڑا المیہ ہے قبلہ سید صاحب عاشقِ رسول تھے۔ سراپا کرم اور اسلام کا قلعہ تھے۔ وہ ہدایت و موعظت کی ایک نورانی شمع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یہ سعادت دی کہ میں نے ان سے اکتساب فیض کیا جو نور انہوں نے پھیلایا وہ ہمیشہ پھیلتا ہی رہے گا۔ آپ کے تلامذہ جانشین اور خلفاء اس نور کو پھیلاتے رہیں گے۔

* غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے فرمایا۔

امام المحدثین، استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات دنیائے اہلسنت کے لیے خصوصاً اور عالمِ اسلام کے لیے عموماً شدید غم اور صدمہ کا موجب ہے جو خلا ان کے وصال سے پیدا ہوا ہے۔ اس کا پر ہونا ناممکن ہے آپ نظریہ پاکستان کے مجاہد اعظم تھے۔ آپ کی دینی و ملی خدمات کے اظہار و بیان کے لیے دفتر درکار ہے۔ آپ نے ساری زندگی اسلام اور اسلامی علوم کی اشاعت و تبلیغ میں صرف کی۔ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

* جناب بدر المشائخ پیر فضل الرحمٰن مجددی نے فرمایا۔ میرے والد محترم صدر المشائخ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے باطنی سکون حضرت مفتیٔ اعظم سے حاصل ہوتا ہے آپ زہد و تقویٰ اور استقامت علی الحق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

* مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی نے کہا:۔

شیخِ عالم وحید العصر پیر و مرشد کا تعارف کیا کرائیں بلکہ ہمارا تعارف آپ کی وجہ سے ہوا کرتا تھا۔ آپ اپنے دور کے سب سے بڑے شیخ، سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فقیہ و محدث، شیخ الحدیث تھے۔

* حضرت مفتی ظفر علی نعمانی نے فرمایا:۔

حضرت سید صاحب علم و عرفان کا سمندر تھے۔ تقویٰ و طہارت میں ان کی مثال ملنی

ناممکن ہے۔ وہ مرجع خلائق تھے۔ اکابر علماء اہلسنت ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کا نام اور ان کا مشن تاقیامت زندہ رہے گا۔

* حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری مدظلہ العالی نے فرمایا:۔

حضرت سید صاحب قبلہ نور کا مینارہ اور مسلک اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے ترجمان اور حق وصداقت کی شمع فروزاں تھے ان کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے۔ مگر ان کا فیض قیامت تک جاری رہے گا

* مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے فرمایا:۔

میرے استاد میرے مربی میرے آقا۔ روحانیت کے تاجدار اہلسنت کے امام علم و عرفان کا ایک ایسا چشمہ تھے۔ جس سے ہزاروں طالبان علوم دینیہ سیراب ہوکر علم وفضل کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے آپ کی زندگی کا مقصد وحید نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ کا تحفظ تھا انہوں نے ہر نازک موڑ پر قوم کی رہنمائی فرمائی وہ محسن ملت تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

* امین الحسنات سید خلیل احمد قادری نے کہا کہ عم محترم حضرت قبلہ مفتی اعظم پاکستان کی ذات گرامی ہم سب کے لیے مینارہ نور تھی ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنی زندگی کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کردیں گے اور حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلک حقہ اہلسنت کی حمایت واشاعت کے لیے ہر ممکن سعی کریں گے۔

تقاریر کے بعد صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی نے ختم شریف اور درود تاج پڑھا اور بارگاہ نبوت میں صلوٰۃ واسلام عرض کیاگیا۔ حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔

مجلسِ چہلم

مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء حضرت والد محترم امام اہلسنت شیخ المشائخ استاذ العلماء، سراجِ اہلِ تقویٰ سیّد المحدثین علامہ ابو البرکات سیّد احمد صاحب رضوی مشہدی قادری اشرفی قدس سرہ العزیز کے فاتحہ چہلم کی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں ملک بھر کے علماء و مشائخ اہلِ سنت اور ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ حضرت کو ایصالِ ثواب کے لیے تقریباً، سو قرآن پاک ختم ہوئے کلمہ شریف اور درود شریف کا تو شمار نہیں۔ حضرت قبلہ فقیہِ اعظم علامہ محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری نے ایک سو ختم قرآن پاک برائے ایصالِ ثواب پیش کیے عظیم الشان جلسہ میں مقتدر علماء و مشائخ نے حضرت کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ تلاوت ونعت کے بعد علماء و مشائخ کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ علماء و مشائخ کی تقاریر ٹیپ کر لی گئیں تھیں بعض مقتدر علماء و مشائخ کی تقاریر کے کچھ حصے یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت کے نہایت عزیز اور فاضل شاگرد مولانا محمد اقبال صاحب اظہری شجاع آبادی نے نہایت سلیقہ سے ادا کیے۔ تقاریر علماء کرام کے بعد ختم شریف پڑھا گیا فاتحہ ہوئی اور غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید صاحب کاظمی کی زیرِ سیادت علماء و مشائخ اہلِ سنت نے حضرت کے مزار پر انوار پر چادریں چڑھائیں۔

○ حضرت امیر اہلِ سنت غزالی دوراں علامہ سیّد احمد سعید صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔ سیّدی حضرت قبلہ علامہ سیّد احمد ابو البرکات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ مقدسہ سے اس فقیر کو بڑی عقیدت ونسبت تھی۔ اور حضرت علیہ الرحمہ بھی بڑی بزرگانہ شفقت فرماتے تھے۔ آپ کے برادرم محترم

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی بہت شفقتیں فرماتے تھے۔ میں نے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی بھی ایک دفعہ زیارت کی ہے آپ مغرب کی نماز کے بعد درس مثنوی دے رہے تھے۔ میں نے حضرت کا درس بھی سنا ہے اور زیارت بھی کی ہے۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شفقتیں کبھی نہیں بھولوں گا۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل کا مجسمہ بنایا۔ آپ نے دین کی بڑی خدمت کی مسلک اہلسنت کی آپ نے اس قدر خدمت انجام دی کہ رہتی دنیا تک سینوں کے دِل سے دعائیں نکلتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کے تبرکات اور فیوض و برکات کو ہمیشہ باقی و جاری و ساری رکھے۔

○ حضرت محترم جناب جسٹس سید شمیم حسین قادری نے فرمایا۔ علماء و مشائخ ملت حاضرین کرام یہ محفل پر نور جس میں آج ہم اس محترم اور عالی مقام بزرگ کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت و نیاز پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ رحمت و برکت کی محفل ہے۔

حریفاں بادہ ہا خوردن و رفتن تہی خمخانہا کردن و رفتن

لیکن میں عرض کر دوں کہ یہاں نہ تو رفتن والا مسئلہ ہے اور نہ ہی خمخانہ خالی شدہ والا مسئلہ ہے۔ چندن جس قدر پرانہ ہو اور جس قدر اس کو رگڑا جائے۔ اتنی ہی خوشبو اس کی زیادہ پھیلتی ہے۔۔۔۔۔۔ نورِ الٰہی کامل و مکمل نور۔ آفتابِ عالم، مہتاب کائنات اور نورِ مطلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے یہ نور نہ مٹا ہے نہ مٹایا جاسکتا ہے۔ اس نور کی عظمت کا اظہار تو اندھیرے میں ہوتا ہے۔ حضرت سید صاحب اسی نور سے روشن و مستنیر تھے اور ہیں۔ یہ ہمیشہ

روشن رہیں گے۔ سید صاحب نے ساری زندگی علمِ دین کے پھیلانے میں صرف کی۔ ان کے علم کی لہریں نامعلوم کہاں کہاں تک پہنچی ہیں۔ محدود نہیں غیر محدود ہیں یہ روشن ہیں روشن رہیں گے۔ یہ تو علمِ نبوت کے ستارے ہیں ان کے لیے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مرگئے یہ تو زندہ وجاوید ہیں۔ مگر اس کے مشاہدہ کے لیے دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے یہ مرے نہیں وصال فرما گئے ہیں اور وصالِ محبوب تو ایک بہت بڑی نعمت ہے ــــــ آخر میں نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اس مردِ کامل کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں۔ دین کی حفاظت کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد کی ضرورت جسقدر آج ہے اس سے قبل کبھی نہ تھی۔ مجھے توقع ہے علماء امت میری اس گذارش پر توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں

○ حضرت پیر صاحب دیول شریف نے فرمایا۔ حضرات ہم سب غلامانِ مصطفٰےؐ ہیں اور آج ہم غلامانِ مصطفٰےؐ کے قائد اور پیشوا امامِ اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے حضور ہدیۂ عقیدت و نیاز پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں ــــ اہلسنت کے نزدیک اللہ رب العلمین کی بندگی کرنے والا عاشقِ رسول، عالمِ دین، عالمِ شریعت اسلامیہ ولی ہوتا ہے اور مرشدی ومولائی، مرشد ملت اسلامیہ پاکستانیہ امام المحدثین، استاذ العلماء حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ بلاشبہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ وہ ایک ایسے عالم دین تھے جن کی ذات پر سب سے پہلے لفظ ولی اللہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ صرف ولی ہی نہیں بلکہ ولی ابن ولی ابن ولی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر، علی مرتضٰی۔ فاطمہ زہرا حسنین کریمین کے جگر گوشہ سید نجیب الطرفین اور حضرت سلطان الاولیا حضور غوث اعظم اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری

کے محبوب تھے۔ وہ علم و فضل کے سورج بن کر طلوع ہوئے اور ملتِ اسلامیہ کو نورِ ایمان۔ نورِ ایقان۔ نورِ شریعت اور نورِ عمل سے روشن و مستنیر فرما گئے وہ ایک ایسے مفکرِ ملت تھے جو پاکستان بنانے میں صفِ اوّل میں موجود تھے۔ وہ پاکستان جو اسلام کے لیے قائم ہوا اس کو معرضِ وجود میں لانے میں اہلسنت کے امام و پیشوا حضرت سید صاحب ساتھ تھے۔ ان کی دعائیں صفِ اوّل میں موجود تھیں ان کی تقریر و تحریر صفِ اوّل میں موجود تھیں۔ یہ سنیوں کا وہ سردار ہے۔ جس کے ساتھ دس کروڑ اہلسنت صف بستہ جنگِ آزادی میں لڑتے رہے۔ اگر اہلِ سنت کا یہ پیشوا جنگِ آزادی میں شریک نہ ہوتا تو آج پاکستان نہیں بن سکتا تھا۔ جس سوادِ اعظم نے پاکستان بنانے میں قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا تھا۔ اس سوادِ اعظم کے مرشد اور پیشواء حضرت قبلہ سیّد صاحب تھے ان کے بزرگ بھی سوادِ اعظم کے پیشوا تھے نادان لوگ اس تاریخی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ مگر انہیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ سوادِ اعظم اہلِ سنت نے جس کا ساتھ دیا۔ وہی کامیاب ہوا اور آج بھی سوادِ اعظم جس کا ساتھ دیں گے وہی کامیاب ہوگا اور کل بھی سوادِ اعظم ہی کے تعاون کے سب محتاج ہوں گے۔ میں پاکستان کے ایک درویش ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے سات کروڑ فرزندانِ توحید کی طرف سے اپنے سیّد اپنے آقا و مولی اور سوادِ اعظم اہلسنت کے پیشوا حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں ــــــ اب میں حضرت غزالی دوراں علامہ احمد سعید صاحب کاظمی و اکابرین علماء و مشائخ اہلسنت سے گزارش کرتا ہوں کہ میں حضرت کے جانشین علامہ سیّد محمود احمد رضوی (جو ایک جیّد عالم دین اور حضرت کی جانشینی کے اہل ہیں) کے لیے ایک دستار لایا ہوں آپ سب حضرات ان کی دستار بندی فرمائیں۔ چنانچہ حضرت علامہ احمد سعید صاحب کاظمی جناب

جسٹس شمیم حسین صاحب قادری۔ حضرت فقیہہ اعظم محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری۔ حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی اور اکابر علماء و مشائخ نے رسم دستار بندی میں حصہ لیا۔ حضرت کے تلامذہ کی جانب سے حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب قصوری نے دستار بندی کرائی۔

○ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری مدظلہ نے فرمایا۔ مجھے حضرت سید صاحب قبلہ کی صحبت میں رہنے کے بہت مواقع حاصل رہے ہیں میں ۱۹۵۳ء محکمہ اسلامیات کی ملازمت کے سلسلہ میں لاہور آیا۔ حضرت سید صاحب کے پاس ٹھہرا رمضان کے مہینہ میں ملازمت طے ہو گئی میں نے چاہا کہ میں اپنا انتظام کروں فرمایا جب تک باقاعدہ آپ کے بال بچے نہ آجائیں اور مکان نہ مل جائے آپ کو میرے پاس رہنا ہوگا۔ میرے ساتھ کھانا وغیرہ کھانا ہوگا۔ جب سے میرا معمول تھا۔ کہ جب کبھی لاہور کے قریب آتا ان دو بزرگوں کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا۔ حضرت داتا گنج بخش رح کی بارگاہ میں اور حضرت سید صاحب کی خدمت میں۔ اور آپ کا کرم ہمیشہ میرے ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ ایک ایسا بھی دن آیا۔ مجھے لاہور میں ایک بڑی میٹنگ میں شامل ہونا تھا۔ مارشل لاء کا دور تھا۔ کسی غلط فہمی کی وجہ سے جن لوگوں کو مجھے اسٹیشن پر لینے آنا تھا وہ نہ آسکے میں سیدھا حضرت سید صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا۔ وہ ساٹھ ستر آدمی جو میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ سب گرفتار ہو گئے اور میں سید صاحب کے پاس بیٹھا رہا اور گرفتار نہیں ہوا۔ آپ نہایت سنجیدہ طبیعت تھے آپ علمی فضیلت۔ کرم گستری مہمان نوازی اخلاق کریمہ اور دقیقہ سنجی کے مناظر بھی ہم نے دیکھے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص آئے عرض کی ہمیں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے

جو مقرر واعظ ۔ مفتی مدرس حافظ قاری اور خوش آواز بھی ہو ۔ اور تنخواہ بھی لیس واجبی ہی دی جائے گی ۔ فرمایا میں ایسے شخص کا پتہ بتاتا ہوں جس میں یہ سب صفات موجود ہیں ۔ اور شاید تنخواہ بھی نہ لے بس تم جلد ان تک پہنچنے کی کوشش کرو ۔

اس نے عرض کی بتایئے فرمایا جبریل امین ۔ وہ حیران ہوئے تو فرمایا ۔ یہ تمام صفات اور ضروریات زندگی سے بے نیازی جبرئیل امین ہی میں ہو سکتی ہیں ۔

ان کے درس حدیث میں بیٹھنے کا بھی موقع ملا ہے ۔ اتنی لمبی نشست پورے پاکستان میں میں نے کسی کی نہیں دیکھی جنازہ کی خصوصیت جو میں نے دیکھی وہ عوام سے زیادہ علماء مشائخ اصفیا اولیا کی کثرت تھی یہ خاص بات ہے اگرچہ لاہور کی تاریخ میں آپ کے جنازہ کا اجتماع بے نظیر تھا ۔ مگر میں نے آج تک کسی کے جنازہ میں اس کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اور نیک لوگوں کی حاضری نہیں دیکھی ۔ جو حضرت سید صاحب قبلہ کے جنازہ میں تھی ۔

○ مولانا نسیم صاحب نے جو شاعری کی ہے اس میں میں کچھ ترمیم کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے فرمایا ہے ۔ برکتیں لے کر ۔ میں کہتا ہوں وہ برکتیں لے کر نہیں گئے بلکہ برکتیں دے کر گئے ہیں ۔ وہ ابوالبرکات تھے وہ اپنی برکتیں پورے پنجاب بلکہ پورے پاکستان میں تقسیم کر گئے ۔ اور حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنی برکتیں اپنے ساتھیوں میں اپنے دوستوں میں اپنے تلامذہ میں اپنے مریدوں میں اور اپنی اولاد میں چھوڑی ہیں ۔ سب سے بڑی مشکل علماء کے لئے یہ ہے کہ ان کی اولاد عالم نہیں ہوئی ۔ لیکن ان کی اولاد میں بقیۃ السلف حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب مدظلہ شارح بخاری کی ایک عظیم شخصیت ہمارے درمیان موجود ہے ۔ وہ زندہ سید صاحب ہیں اور تابندہ سید صاحب ہیں ۔ بہترین عالم ہیں بہترین فاضل ہیں بہترین خطیب ہیں ۔ بہترین لکھنے والے اور بہترین مقرر ہیں ، سارے

اوصاف ان میں موجود ہیں۔ ان سے میری گذارش ہے کہ وہ اب درس وتدریس کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حضرت سید صاحب نے پوری زندگی حدیث رسول کی تدریس میں گذار دی وہ ہمیشہ تعلیم وتعلیم میں مصروف رہے۔ وہ سلف صالحین کے آخری فردِ تھے، میں حضرت کی اولاد کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا کہ وہ عالم ومدرس بنیں اور جو شمع حضرت سید صاحب نے روشن کی ہے اسے روشن رکھنے کی ذمہ داری آپ سب پر آتی ہے اللہ تعالیٰ اس آستانہ کو قائم رکھے اور حضرت قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات تاقیامت جاری رہیں

○ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب مدیر اعلیٰ ضیاء حرم نے فرمایا مجھے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ میں استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں ہدیہ عقیدت پیش کردں میرے لئے یہ بات ناممکن ہے ایک پا افتادہ ذرہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آفتاب عالمتاب کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرے اور نہ یہ اس کے بس کی بات ہے نہ اسے یہ زیب دیتا ہے۔ صرف یہ ہی عرض کروں گا کہ آپ ان پاکیزہ لوگوں میں سے تھے۔ جن کا وجود اپنے مسلک کی عزت اور سلامتی کا ضامن تھا۔ دنیا ہمیشہ ایسے افراد پر فخر کرتی ہے جو کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوں بڑے دولت مند ہوں کارخانہ دار ہوں لیکن امتِ محمدیہ نے ہمیشہ درویشوں پر فخر کیا ہے اور امت محمدیہ کی عزت وبقاء کا راز درویشوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ علامہ اقبال نے بڑے پیارے انداز میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

وائے آن قومے کہ از پا برفتاد
میرو سلطان زاد درویشے نہ زاد

یعنی وہ قوم جس میں جرنل تو پیدا ہوں صنعت کار پیدا ہوں، کارخانہ دار پیدا ہوں۔ لیکن اس قوم کو کوئی درویش نصیب نہ ہو تو اس قوم کی زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔ کیونکہ کوئی جرنل کوئی صدر کوئی عظیم آدمی اپنی قوم کی بقاد کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ صرف اللہ کا بندہ اور درویش ہی قوم کی ناؤ کو ساحل مراد تک پہنچانے کا باعث ہوتا ہے مجھے یہ سعادت حاصل ہے اور اگر میں اس پر فخر کروں تو بیجا نہ ہو گا کہ میں بھی اسی چشمہ فیض کا فیض یافتہ ہوں جس سے حضرت سید صاحب قبلہ نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق فیض حاصل کیا تھا۔ یعنی حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل، امام المحدثین حضرت سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ العزیز آپ کو بھی ان سے شرفِ تلمذ حاصل تھا اور اس ناچیز کو بھی اسی بارگاہ سے ایک نسبت ہے جو میرے لئے باعث فخر ہے۔ یہ مناسبت مجھے آپ سے زیادہ قرب عطا کرتی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں یہ نسبت میرے لئے دنیا میں بھی وجہ افتخار ہے اور شاید قیامت کے دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نسبت سے مجھے بھی اپنے دامن کرم میں پناہ دیں گے۔ میری یہ دعا ہے کہ یہ حزب الاحناف جس نے اس وقت کام شروع کیا جب ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی تھی جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اہل سنت وجماعت کے تمام مدارس کے چراغ بجھا دیے گئے تھے علماء، مشائخ اہلسنت کو یا تو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا تھا یا جلا وطن کر دیا گیا تھا یا پس دیوار زنداں مقید کر دیا گیا تھا۔ ہر طرف اہل سنت کی بزمیں سونی پڑی ہوئی تھیں۔ اس وقت پنجاب میں سب سے پہلے اس خانوادہ عظیم کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے اہل سنت کا چراغ روشن کیا اور ان کا یہ خلوص بارگاہ خداوندی میں ایسا منظور ہوا کہ ہزاروں طوفان آئے آندھیاں آئیں۔ باطل نے پوری قوت سے اسے

بجھانے کی کوشش کی مگر اللہ کے فضل سے یہ چراغ روشن رہا۔ اور قیامت تک۔ اللہ تعالٰے اسے روشن رکھے گا۔ ہماری دعا ہے یہ آستانہ عالیہ آباد رہے یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ کے خلف رشید حضرت علامہ محمود رضوی ہیں جن سے ہم اپنی عظیم توقعات وابستہ رکھ سکتے ہیں اللہ تعالٰی انہیں سلامت رکھے۔ اور یہ چراغ ہمیشہ روشن رہے۔

○ حضرت فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث بصیر پوری جو حضرت علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نے فرمایا میں کیا عرض کروں حضور سید صاحب قبلہ کے متعلق میری طاقت نہیں میرے پاس الفاظ نہیں زبان نہیں آپ کا بہت بڑا درجہ اور مرتبہ تھا آپ اولیاء اللہ کی صفِ اوّل میں ہیں ہمیں چاہیئے کہ آپ کی ہدایات پر عمل کریں۔

○ مولانا الٰہی بخش صاحب نے فرمایا محسن اہلِ سنت امام المحدثین استاذی حضرت قبلہ علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب علیہ الرحمہ کی ساری زندگی ذکرِ خدا اور ذکرِ مصطفٰےؐ میں گذری ہے۔ یہ مردِ درویش جس کے حضور آج ہم خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وصال فرمانے کے بعد آج بھی اہل سنت کی نگہبانی فرما رہے ہیں۔ اور ان کے فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ وہ اور ہوں گے جن کے سب مر جاتے ہیں ہمارے سب زندہ ہیں۔ جو مرنا چاہتا ہے ادھر چلا جائے۔ اور جو مر کر بھی زندگی پانا چاہتا ہے ادھر آجائے۔ حضرات یہ پورے پاکستان کا نمائندہ اجتماع ہے، میں پوری ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ حضرت سید صاحب نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کی ایک منفرد شخصیت تھے۔ اور یہ اعزاز بھی لاہور کو ملا ہے۔

○ مولانا عبدالکریم صاحب فریدی خطیب رحیم یار خان نے فرمایا۔ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے شاگرد ان کے تلامذہ آپ کے علم وفضل کی دلیل ہیں علامہ سید محمود احمد رضوی حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے علم وعرفان کے شاہکار ہیں ہمیں یقین ہے کہ جیسے حضرت ہماری ہر مرحلہ پر دینی وسیاسی رہنمائی فرماتے تھے ایسے ہی علامہ رضوی بھی ہماری رہنمائی فرمائیں گے اور آپ کے فیوض وبرکات قیامت تک جاری رہیں گے۔

○ حضرت علامہ خدا بخش صاحب اظہر شجاع آبادی نے فرمایا یوں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ہر سنی عالم باغ رسالت کا مہکتا ہوا پھول ہے اور آسمان ہدایت کا چمکتا ہوا ستارہ ہے یہ جو ہستی ہمارے سامنے آرام فرما رہے ہیں اپنی زبان کو اس قابل نہیں پاتا کہ ان کا نام اس پر لاؤں۔ یہ جو دولہا بنے جلوہ فرما ہیں اور ہم سب جس کے باراتی بنے بیٹھے ہیں یہ وہ عظیم وجلیل شخصیت ہیں جو علم وفضل میں حسن وجمال میں۔ عشق ومحبت رسول میں۔ فقر ودرویشی میں۔ ان کی نظیر ناممکن ہے ہاں ہاں اہلِ سُنت وجماعت کے علماء ومشائخ کی خدمات سبحان اللہ۔ محدث اعظم پاکستان لائلپوری کی خدمات سبحان اللہ مفتی احمد یار خاں صاحب کی خدمات، سبحان اللہ مولانا محمد عمر اچھروی کی خدمات سبحان اللہ۔ مگر بقول حضرت علامہ بھیروی علیہ الرحمہ جب دوست اور دشمن کو کوئی نہیں پہچانتا تھا تو سب سے پہلے پنجاب میں اس کا عرفان جس نے دیا وہ یہ ہی ہستی مقدس تھی۔

○ حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی مدظلہ نے فرمایا۔ مقتدرہ مستند علماء وفضلا حضرت امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان کی خدمت میں نذرانہ عقیدت

پیش کر چکے ہیں میں نہایت اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت اور نسبت کا اظہار کروں۔ اور اس بات کا اعلان و اعتراف کروں کہ میں جو کچھ ہوں یہ سب فیض ہے۔ حضرت علامہ ابوالبرکات قدس سرہ العزیز کا اس لئے کہ میں ۱۹۴۱ء میں لاہور آیا۔ میرے استاد محترم صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب فاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ نے مجھے بھیجا میں حضرت سید صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے مجھے اپنے دار العلوم میں تدریس و تعلیم کا حکم دیا میں نے چھ سال تک دار العلوم حزب الاحناف میں بحیثیت ایک استاد کے خدمت کی۔ بس یہ ہی دور تھا میری تربیت کا میرے بننے کا اور یہ ہی دور تھا میرے اندر ان تمام کمالات اور خوبیوں کے اجاگر ہونے کا۔ جبکہ میں حزب الاحناف میں آیا اور حضرت سید صاحب قبلہ کے زیر سایہ یہ خدمت انجام دی۔ میرا ایمان ہے کہ علامہ ابوالبرکات نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے بنایا۔ دوسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ موجودہ دور کے اہل سنت کے امام تھے شیخ الحدیث کی حیثیت سے عظیم تھے۔ مفتی اعظم پاکستان ہونے کے لحاظ سے یکتا تھے۔ حضرت قبلہ مرحوم کا سایہ بظاہر ہمارے سروں سے اٹھ گیا لیکن ہمارا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ علمائے حق اور اولیاء کرام دنیا سے صرف نقل مکانی کرتے ہیں اور ان کا فیضان جاری رہتا ہے اب ہماری ذمہ داری اور فرض یہ ہے کہ اگر ہم حضرت کی روح پر نور کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو اس دار العلوم کو اتنا عظیم الشان بنا دیں اسے ایسی وسعت و ترقی دیں کہ جیسے حضرت علامہ ابوالبرکات تمام سنیوں کے مرکز تھے، اسی طرح یہ دار العلوم بھی تمام سنیوں کا مرکز ہو۔

○ مولانا مفتی غلام سرور سعیدی نے فرمایا۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں آپ کی خدمت میں لعرض استفادہ حاضر ہوا کرتا تھا آپ اپنے نیازمندوں سے بہت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے آیت الاان اولیاء لاخوف علیھم الخ سے واضح ہے اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں اللہ کے ولی وہ ہیں۔ جو ایمان کے زیور سے مرصع اور تقوی کا پیکر ہوں۔ علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں۔ علماء ہی اولیاء اللہ ہیں اگر علماء اللہ کے ولی نہیں ہیں (فلیس للہ علی الارضہ ولی) تو پھر روئے زمین پر اللہ کا کوئی ولی ہی نہیں ہے اس آیت کی روشنی میں جب ہم حضرت سید صاحب قبلہ کو دیکھتے ہیں تو آپ بدرجہ اتم اس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں۔ آپ صرف ولی ہی نہ تھے بلکہ اللہ رب العالمین نے آپ کی نظروں کو یہ تاثیر بخشی تھی اور اب بھی معنوی لحاظ سے ہے کہ جو ان سے فیض یاب ہو کر جاتا تھا۔ وہ بھی مرتبہ ولایت کو پالیتا تھا۔

○ مولانا حبیب اللہ چغتائی نے فرمایا۔ حضرت سید صاحب قبلہ سُنت رسول ؐ کی تصویر تھے۔ آپ نے ساری زندگی دین و مذہب کی تبلیغ و تدریس میں گذاری۔ گذشتہ دنوں میں مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا تو فرمایا الحمد للہ ٹھیک ہوں نسائی شریف ختم کرادی ہے پھر طلباء سے فرمایا تم کل کیوں نہیں آئے۔ طلباء نے عرض کی حضور آپ کی طبیعت علیل تھی۔ فرمایا میری زبان تو علیل نہیں تھی۔ وہ طلباء پر بڑی شفقت فرماتے بلکہ باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان تھے۔

○ مولانا محمد عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث قصور نے فرمایا۔ سیدی وسندی و مرشدی حضرت استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز ——— حدیث و تفسیر کے بھی امام تھے اور فقہ و اصول کے

بھی۔ شریعت کے بھی آفتاب تھے اور طریقت کے بھی مہتاب تھے بلکہ آپ قطب عالم تھے۔ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے سید کی پشت پر دو غوثوں کا ہاتھ ہے ایک غوث اعظم کا اور دوسرا غوث عالم کا یعنی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کا۔

○ مولانا سید محفوظ الحق صاحب خطیب بورے والا نے فرمایا۔ حضور سید صاحب امام اہل سنت کی ذات پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے آپ کے در سے میراثِ مصطفےٰ تقسیم ہوتی ہے اور آپ اس کارواں کے عظیم پیشوا ہیں بخدا ہمیں اس امر پر فخر ہے کہ ہمیں آپ سے نیاز مندی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

○ مولانا فقیر محمد صاحب اشرفی نے فرمایا۔ حضرت سید صاحب کی ذات بابرکات جامع الصفات تھی۔ علم و فضل، دیانت و امانت خدمتِ خلق۔ اور دینی خدمات کے لحاظ سے حقیقت یہ ہے کہ علماء و مشائخ میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ورع و تقویٰ خدا خوفی، خدا ترسی میں ایک ممتاز مقام پر فائز تھے۔

○ مولانا سید احمد علی شاہ صاحب شمیم نے فرمایا۔ استاد مکرم حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزدگان کا احترام ہمارے لئے ضروری ہے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی آپ کے صحیح جانشین ہیں ہمیں ان کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیئے جس طرح حضور سید صاحب کو دیکھتے تھے۔ اور جس طرح آپ کا احترام کرتے اور آپ سے عقیدت رکھتے تھے اس طرح ان سے عقیدت رکھنی چاہیئے۔

○ حضرت مولانا سلیم اللہ خاں نے فرمایا۔ میرے استاد محترم قبلہ سید صاحب علم و عرفان کی شمع فروزاں تھے انہوں نے ذروں کو آفتاب بنایا ہے۔ آپ ہمیشہ حق کہتے تھے دنیا کا کوئی طوفان ان کے قدموں کو نہ ڈگمگا سکا۔ انہوں نے ساری زندگی علم دین کی ترویج میں گذار دی

○ صاحبزادہ فیض القادری نے فرمایا حضرت کا وصال ایک ملی سانحہ ہے۔ آپ تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، دو قومی نظریہ کے علمبردار ایک جید عالم دین اور مرشد کامل تھے۔ ان کی دینی و ملی خدمات تاریخ اہل سنت کا ایک تابناک حصّہ ہیں ہمیں آپ کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیئے۔

○ حضرت مولانا غلام علی صاحب اشرفی نے فرمایا۔ مجھے اِس وقت تین باتیں عرض کرنی ہیں اول یہ کہ دارالعلوم حزب الاحناف حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی یادگار ہے اور ہم سب کا اور حضرت سے عقیدت رکھنے والوں کا یہ فرض ہے کہ اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں دوم یہ کہ حضرت کا مزار مبارک آپ کی شایان شان بننا چاہیئے۔ حضرت علامہ رضوی صاحب چونکہ حجاز جارہے ہیں اس لئے فی الحال اس کی طرف توجہ دینی مشکل ہے تاہم آپ سب کا فرض ہے کہ مزار مبارک کی تعمیر میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ سوم یہ کہ ملتان سنی کانفرنس کی کامیابی و کامرانی سے ہمارے مخالف بوکھلا گئے ہیں۔ اور اب وہ اکابر اہل سنت خصوصاً حضرت قبلہ سیّد صاحب علیہ الرحمہ پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ آپ دو قومی نظریہ اور پاکستان کے مخالف تھے اس سلسلہ میں کتاب تجانب اہل السنہ کا نام لیتے ہیں۔ میں پوری ذمہ داری سے علامہ رضوی صاحب اور اہل سنت کے قائد۔ علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی اور دیگر اکابرین علماء و مشائخ کی موجودگی میں یہ وضاحت کرتا ہوں کہ تجانب اہل السنہ نامی کتاب پر نہ تو سید صاحب قبلہ کے دستخط ہیں نہ تقریظ ہے اور نہ کبھی انہوں نے اس کی تائید فرمائی ہے ایسی صورت میں ان پر دو قومی نظریہ اور پاکستان کی مخالفت کا الزام لگانا افتراء و بہتان ہے ہاں یہ حقیقت ہے کہ دو ایک کو چھوڑ کر تمام دیوبندی مسلک کے علماء نے جمعیت علماء ہند اور احرار نے کانگرس کی حمایت کی گاندھی کا ساتھ

دیا دو قومی نظریہ اور پاکستان کی مخالفت کی۔ چنانچہ پاکستان بننے کے بعد مولوی حسین احمد کو کسی دیوبندی نے خط لکھا کہ حضرت اب تو پاکستان بن گیا اب تو اس کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ مولوی حسین احمد صاحب نے جواب دیا۔ جو اہل سنت (دیوبندی) ہیں ان کے لئے دعا کرتا ہوں ہیں ہندوستان کو پاکستان پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ ہندوستان کافروں کا ملک ہے اور پاکستان مرتدستان (مرتدوں) کا ملک ہے بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ اور صوفیاء نے نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ تائید و توثیق کی اور پاکستان کی تعمیر و تاسیس میں خلوص قلب کے ساتھ حصہ لیا۔

○ حضرات جیساکہ آپ سن چکے ہیں۔ حضرت علامہ امین الحسنات سید خلیل احمد صاحب قادری نے بیان فرمایا کہ حضرت قبلہ سید صاحب کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ میں۔ ایک خلافت تو اپنے والد محترم کی طرف سے ہے یعنی حضرت امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ جو قطب الاقطاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے مرید بھی اور خلیفہ بھی اور ان سے آپ کو حدیث کی اجازت بھی حاصل ہے اور دوسرا سلسلہ چشتیہ نظامیہ علائیہ ہے جو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ السبحانی سے وابستہ ہے۔ اس سلسلہ کے لحاظ سے ہم سب اشرفی کہلاتے ہیں۔ حضرت سید صاحب قبلہ کو بھی اس سلسلہ میں اپنے وقت کے شیخ زمان قطب دوراں امام العارفین حضرت شاہ سید علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے خصوصی اجازت حاصل تھی۔ اور آپ بھی ان تمام سلسلوں کی اپنے خدام کو اجازت عطا فرماتے تھے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی کی اولادِ پاک سے ہمارے نہایت معزز و محترم مہمان حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی جلوہ

فرمایا ہیں آپ اسرنی چشتی نظامی علائی سلسلہ کی گدی کی طرف سے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی دستار بندی فرمائیں گے۔

○ مولانا مبارک محی الدین صاحب قادری یوسفی نے فرمایا حضرات! جن لوگوں کو حضرت سید صاحب قبلہ کے ختم غوثیہ و حلقہ ذکر میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ ذکر الہٰی کیسے کیا جاتا ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نعرے جلسوں جلوسوں میں لگائے جاتے تھے۔ مگر حضرت سید صاحب اس کو وجود پر جاری فرماتے تھے۔ ان کی ساری زندگی احیاء سنت میں گذری ہے وہ حقیقی معنوں میں معمار پاکستان تھے۔ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا میں نے بائیں ہاتھ سے گلاس اٹھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا بائیں ہاتھ سے پانی پیو گے؟ میں نے عرض کی سیدھا ہاتھ چاول اور دہی سے تھڑا ہوا ہے گلاس بھی خراب ہو گا۔ آپ نے فرمایا گلاس دھل سکتا ہے مگر سُنت نہیں لوٹ سکتی۔

○ حضرات اس سے قبل حضرت پیر صاحب دیول شریف اپنی محبت و شفقت و عقیدت سے دستار پیش کر چکے ہیں۔ حضرت کے تلامذہ کی طرف سے مولانا عبداللہ صاحب بھی دستار پیش کر رہے ہیں۔ حضرت سید صاحب کے پیر خانہ کی طرف سے بھی دستار سے نوازا جا رہا ہے۔ اب میں حضرت ڈاکٹر مظاہر اشرف اشرفی جیلانی حضرت قبلہ علامہ کاظمی صاحب، حضرت علامہ مفتی محمد نور اللہ صاحب اور دیگر علماء و مشائخ اہل سُنت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے دستِ شفقت سے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی دستار بندی فرمائیں یہ زبردست ذمہ داری کی دستار ہے۔ جانشینی اور صحیح معنوں میں خلافت کی دستار ہے۔ مولا تعالیٰ حضرت علامہ رضوی کو اپنے والد مکرم کے فیوض و برکات جاری رکھنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے آمین۔

دستار بندی کے بعد۔ جناب مولانا محمد اقبال صاحب اظہری نے اعلان فرمایا کہ اب سید صاحب کے خاندان کے ایک ننھے مجاہد جناب سید کامران رضوی نعت پیش کریں گے۔

جنت الفردوس کا بیشک وہی حقدار ہے　　جو حبیب کبریا کے عشق میں بیمار ہے

اس کے بعد آپ کے ننھے پوتے سید ندیم اشرف رضوی نے وہ نعت سنائی جو حضور سید صاحب قبلہ بھی سنا کرتے تھے۔

آنکھوں کا تارا نام محمدؐ　　دل کا اجالا نام محمد

پڑھتی درود دیں گی حوریں　　لاشہ جو لے گا نام محمد

پوچھے گا مولا لایا ہے کیا کیا　　میں یہ کہوں گا نام محمد

قل شریف و فاتحہ کے بعد حضرت والد قبلہ اور راقم الحروف کے محترم عزیز و اقارب اور رشتہ داروں۔ جناب محترم نور احمد شاہ صاحب ترمذی، شاہ محمد غوث، حضرت مولانا سید محمد علی رضوی صاحب حیدر آباد، مولانا صوفی سید انور علی صاحب الوری حیدر آباد، حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف جیلانی اشرفی کراچی، برادر مکرم مولانا سید شبیر احمد صاحب رضوی لاہور، محترم سید انوار حسین صاحب زیدی لاہور، عزیزم سید صابر علی کاظمی، عزیزم سید اختر علی کاظمی، محترم سید انور علی روشن کاظمی کراچی، عزیزم سید مبارک علی ترمذی، برادرم سید انور علی رضوی لاہور، سید زاہد حسین زیدی۔ سید سعید احمد زیدی، سید علی بن سید محمد تقی الہاشمی العربی، سید محمد تقی ہاشمی، سید ابوالخیر سید احمد ہاشمی برادرم سید افتخار حسین قریشی لاہور، عزیزم سید برکات احمد رضوی، سید حسنات احمد رضوی، قاضی اعجاز احمد ایڈووکیٹ، قاضی کامران، اعجاز حیدر آباد، عزیزم سید ظفر احمد رضوی برادرم سید حبیب احمد رضوی۔ برادرم سید مسعود احمد رضوی۔ عزیزم سید مختار اشرف رضوی، سید مصطفےٰ اشرف رضوی مشہدی، سید مرتضیٰ اشرف

رضوی، سید ندر اشرف رضوی، سید نعیم اشرف رضوی، سید فواد اشرف رضوی، سید ندیم اشرف رضوی۔ عزیزم سید دیدار علی و سید نثار علی رضوی لاہور و عزیزم اوحد الدین سید اشرف الاشرفی الجیلانی اور سیدہ شمامہ اشرف الاشرفی الجیلانی (الولی اللہ) سلمہا کراچی نے حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی۔ چادریں چڑھائیں اور پھول نچھاور کئے۔

شکریہ حضرت والد قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے موقع پر اور قل وچہلم کی مجلس میں جن علماء و مشائخ اہلسنت حضرت کے احباب عقیدت مند مریدین و تلامذہ اور سیاسی، سماجی دینی تنظیموں کے قائدین نے شرکت فرماکر میری دلجوئی فرمائی یا تار و ٹیلی فون و خطوط کے ذریعہ تعزیت فرمائی۔ میں ان سب حضرات کا مشکور و ممنون ہوں۔

قل شریف و چہلم کے اہتمام و انصرام میں خصوصی طور پر حضرت والد قبلہ کے احباب خاص جناب محترم الحاج بابو سراج دین صاحب اور ان کے فرزندان جناب چوہدری محمد اعظم صاحب و چوہدری محمد اکرم صاحب و چوہدری محمد قاسم صاحب اور حضرت کے تلمیذ رشید حضرت خواجہ پیر محمد معصوم صاحب نقشبندی، مجددی سجادہ نشین موہری شریف اور جناب محترم الحاج محمد صدیق صاحب بادامی باغ لاہور نے نہایت خلوص و عقیدت سے حصہ لیا۔ اسی طرح حضرت محترم حکیم صوفی محمد حنیف خان صاحب چشتی نظامی لاہور، حضرت فقیہہ اعظم محمد نور اللہ صاحب بصیرپوری و اراکین بزم برکاتیہ اور حضرت کے مریدین تلامذہ اور احباب خاص الحاج نصیر الدین ہاشمی، جناب محمد افضل صاحب نیازی برکاتی، الحاج شیخ امیر بخش صاحب، ملک محمد رفیق صاحب اشرفی، جناب ذوالفقار علی برکاتی و دیگر احباب اہلسنت نے بھی تعاون فرمایا راقم الحروف ان سب حضرات کا مشکور و ممنون اور دعا گو ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غسل و تدفین و تعمیر مزار مبارک

○ ○

سید اربابِ حق مستور شد

۱۳ ھ ۹۸

شاہ ابوالبرکات قدس سرہ

۱۳ ھ ۹۸

نورِ حق مخفی شد

۱۳ ھ ۹۸

باغِ فیض مدام

۱۳ ھ ۹۸

عالی قدر محمد شد اعظم

۱۹ ع ۷۸

غسل و تدفین کا مفصل تذکرہ جناب رضاء المصطفےٰ چشتی نے مخزن برکات میں بڑی تفصیل سے کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ سید محمود رضوی کی ہدایت کے مطابق مورخہ ۲۴ ستمبر بروز اتوار ...... نمازِ مغرب کے بعد صاحبزادہ سید حبیب احمد رضوی صاحبزادہ مولانا سید مسعود احمد رضوی، حاجی نصیر الدین ہاشمی برکاتی، مولانا سید محمد علی رضوی، فضل کریم برکاتی، جناب محمد افضل خاں نیازی برکاتی اور مولانا محمد علی ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ نے آپ کو غسل دیا۔ پھر دار العلوم حزب الاحناف کے وسیع صحن میں آپ کی میت رکھ دی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما ہیں، چہرہ مبارک گلاب کی مانند تر و تازہ تھا۔ اس گنجینہ علم و عرفان اور عاشق رسول کی آخری زیارت کے لیے تمام رات اپنے اور بیگانے آتے رہے اس قدر عقیدت مند جمع ہو گئے کہ دار العلوم میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ تجلیات کی ایک نورانی چادر سب ارادتمندوں کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ یہ اس مردِ جلیل کی میت ہے جسے ساقی کوثر کی ذاتِ اقدس سے بے حد عشق تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنتے ہی وجد میں آجاتے اور فرماتے۔

"درود بکثرت پڑھا کرو جو کچھ ہم نے پایا درود پاک کے ورد سے پایا۔"

دو بجے سحری کے قریب مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید محمد علی رضوی قرآن خوانی کر رہے تھے۔ برانڈرتھ روڈ لاہور کے کچھ تاجر حضرات آپ کی زیارت کے لیے آئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور ان کی چمک دمک جیتے جاگتے انسان کی طرح ہے اور ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ سبھی ورطۂ حیرت میں آگئے اتنے میں مولانا سید خلیل احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان بھی آگئے اس کرامت کا چرچہ خاص و عام میں پھیلا۔ پروانے میت کے گرد دیوانہ وار جمع ہو گئے اور درود پاک کا وِرد کرنے لگے۔ صاحبزادہ سید مسعود احمد

رضوی بلند آواز سے درود تاج شریف پڑھنے لگے۔ چند لمحوں کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔

۲۵ ستمبر بروز سوموار نمازِ صبح کے بعد ہزاروں عشاق جمع ہوگئے۔ قرآن خوانی اور درود و سلام کے مقدس نغمے ہر زبان پر جاری تھے۔ نو بجے کے قریب دار العلوم کے طلباء جنازہ کے سامنے کھڑے ہوکر قصیدہ بردہ شریف پڑھنے لگے۔ حضرت سید صاحب قبلہ بھی دورۂ حدیث کی ابتداء اور ختم پر طلباء کے ساتھ قصیدہ بردہ کے منتخب اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کا وجود مسعود تعالیٰ کی کھلی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار علماء و مشائخ کی زیارت کی۔ بڑے بڑے صاحب کمال دیکھے مگر آپ سے زیادہ کسی کو متقی اور سنتِ رسول کا پیروکار نہ دیکھا۔ مخدومی حکیم محمد موسیٰ چشتی امرت سری کا بیان ہے۔

"ایک بزرگ مجذوب نے ان سے کہا کہ سید ابو البرکات روحانی طور پر ناظم لاہور ہیں"!

اعلان کے مطابق حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان کا جنازہ ایک بجکر ۵۰ منٹ پر حزب الاحناف سے اٹھایا گیا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو پرنم نہ ہو۔ ہزاروں پروانوں کے جھرمٹ میں صلوٰۃ و سلام کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر حاضری ہوئی۔ پھر یہاں سے حضرت شاہ محمد غوث قادری علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر ہوتے ہوئے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے والد محترم امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کے مزار مبارک واقع اندرون دہلی دروازہ (جہاں پہلے مدرسہ حزب الاحناف قائم تھا اور حضرت سید صاحب قبلہ اس میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے)، تقریباً پندرہ منٹ آپ کا جنازہ رکھا گیا لوگ کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنے لگے کہ اتنے میں سب کی نظریں حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

کے چہرہ اور پیشانی پر مرکوز ہوگئیں۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اور شریکِ جنازہ نے یہ دیکھا کہ آپ کا نورانی چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا ہے۔ چہرہ مبارک پر سرخی پھیل گئی ہے۔ چہرہ اور پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوگئے ہیں۔ حضرت کا جنازہ پھر اٹھایا گیا۔ مسجد وزیر خاں چوک پرانی کوتوالی، کشمیری بازار اور مستی دروازہ سے ہوتا ہوا مینارِ پاکستان کے عقب میں رکھا گیا۔ یہاں نمازِ جنازہ کا اہتمام جمعیت العلمائے پاکستان کے ضلعی صدر قاضی منظفر اقبال رضوی، انجمن طلبا اسلام کی مجلس مشاورت کے مرکزی رکن حاجی محمد امین مرکزی مجلس رضا لاہور کے نائب صدر میاں زبیر احمد قادری، حضرت پیر سید محمد حسن گیلانی نوری چک سادہ گجرات، اقبال احمد چشتی شرکت خلیفہ، پیرزادہ سید محمد عثمان نوری، قاضی صلاح الدین آفس سیکرٹری مرکزی مجلس رضا لاہور، قاری عطاء اللہ ایڈیٹر فیضان لاہور نے بڑی محنت سے اس وسیع گراؤنڈ میں لاؤڈ سپیکروں اور وضو کے لیے پانی کا بندوبست کیا۔ جنازہ پہنچنے سے قبل ہی ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا جمِ غفیر موجود تھا۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی صداؤں میں جنازے کا استقبال کیا گیا اور اس طرح دو قومی نظریہ کے اس عظیم علمبردار کی نماز جنازہ قرارداد پاکستان کی یاد کے طور پر بنائے جانے والے مینارِ پاکستان کے سائے میں پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض آپ کے پیرخانہ کے ایک معزز رکن حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف مدظلہ الاشرفی، الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان نے ادا کیے۔ جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ جن میں تقریباً تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہ، تمام مسالک کے علماء، وکلاء، دانشور اور عوام نے شرکت کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اہلسنت وجماعت کے سات ہزار علماء، مشائخ و فقراء و اہلِ سلسلہ نے جنازہ میں شرکت کی۔

جنازہ کے شرکاء تمام راستے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے۔ کبھی تکبیر و رسالت کے نعروں سے فضا گونجتی رہی۔ ہزاروں مردوزن تمام راستے دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں سے پھول کی پتیاں نچھاور کر رہے تھے۔ ہر شخص کی آنکھ پرنم تھی اور سب ہی اس سانحہ عظیم سے متاثر تھے بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا جنازہ لاہور کا ایک یادگار جنازہ تھا۔ لاہور کی تاریخ میں، ہم نے کسی کے جنازہ میں اتنا ہجوم نہیں دیکھا جیسا کہ حضرت سید صاحب کے جنازہ میں دیکھا گیا۔ لوگ والہانہ انداز میں عقیدت و احترام کے ساتھ جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے امنڈ پڑے تھے۔ درود و سلام اور ذکر کلمہ طیبہ کی گونج میں حضرت مفتئ اعظم، محدث مکرم، مفسر محتشم کا جنازہ ایک بار پھر اٹھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سرکلر روڈ سے اقبال پارک اور پھر واپسی پر ٹریفک معطل رہی۔ جانشین اعلیٰحضرت کے جنازے کو علمائے کرام جوق در جوق کاندھے دیتے اور کہتے کہ یہ سعادت ہمارے لیے نجات کا باعث ہوگی۔ وصال کی شب گیارہ بجے حضرت ڈاکٹر سید مظاہر اشرف مدظلہ، مولانا غلام علی اوکاڑوی اور راقم الحروف نے قبر مبارک کے لیے قطب نما کی مدد سے سمت کا جائزہ لیا۔ رات بھر قبر مبارک تیار کرتے رہے زمین پتھریلی تھی۔ لہٰذا بڑی محنت سے یہ کام مکمل ہوا۔ ۲۵ ستمبر کو قبر مبارک تیار کر لی گئی۔ محترم حکیم محمد موسیٰ مولانا غلام قادر صاحب اشرفی، مولانا سید خلیل احمد قادری، پیر سید محمد حسن گیلانی نوری اور آپ کے محب خاص جناب الحاج نصیر الدین صاحب ہاشمی، برکاتی اور جناب محمد افضل خان نیازی برکاتی نے تکمیل قبر میں حصہ لیا۔

پونے چھ بجے تمام کلمۂ طیبہ اور درود و سلام کی صداؤں میں سید العلماء کا جنازہ مبارک

حزب الاحناف پہنچ گیا۔ دن ڈھل چکا۔ آفتاب نے حزن و ملال سے منہ چھپا لیا تھا اور شفق کی سُرخی خون کے آنسو بہانے لگی تھی۔ اتنے میں جامعہ برکاتیہ کے امام مولانا غلام سرور نے مغرب کی اذان دی۔ نامِ خدا کے جلال و جمال نے اس سکوت کو توڑا، دیوانے اور فرزانے خدا کے گھر کی طرف دوڑے۔ نمازِ مغرب ادا ہوئی مغرب کی نماز کے بعد مائیک پر اعلان ہوا کہ اب شہنشاہِ طریقت کو ان کی آخری آرامگاہ میں لے جایا جائے گا اور اہلِ خانہ میت کو صحن سے اٹھا کہ قبر مبارک تک لے جائیں گے۔ چنانچہ سیّد محمود احمد رضوی، سیّد مسعود احمد رضوی، سیّد حبیب احمد رضوی، سیّد محمد علی رضوی، سیّد مختار اشرف رضوی، سیّد مصطفےٰ اشرف رضوی، سیّد مرتضیٰ اشرف رضوی، سیّد نذر اشرف رضوی، سیّد نعیم اشرف رضوی، سیّد فواد اشرف رضوی، سیّد ندیم اشرف رضوی، سیّد برکات احمد رضوی، سیّد حسنات احمد رضوی، سیّد ظفر احمد رضوی، اور حضرت ڈاکٹر سیّد مظاہر اشرف الاشرفی، والجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ کراچی یعنی بیٹوں، پوتوں اور نواسوں نے مضطرب اور دھڑکتے ہوئے دلوں سے جنازہ اٹھایا آہ و فغان کے ساتھ بزبانِ حال ہر شخص یہ کہہ رہا تھا۔

ے لحد میں عشق رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

تدفین کے لیے جنازہ اٹھا تو مضبوط سے مضبوط دِل رکھنے والوں کو ضبط کا یارا نہ رہا۔ حزب الاحناف کے در و دیوار سے کرب و غم کے آثار نمودار تھے۔ ادھر علاّمہ رضوی غم و رنج سے سخت نڈھال تھے۔ علمار اہلسنت انہیں صبر و شکر کی تلقین کر رہے تھے اسی دوران تاجدارِ اہلِ سنّت پوری سُنی قوم کے قائد، بزمِ برکاتیہ کے پیشوا، طریقت و شریعت کے امام کا جنازہ مبارکہ درود و سلام کی صداؤں میں قبر انور کے نزدیک پہنچا۔ قبر کے اندر زینت القرار قاری غلام رسول، مولانا احمد حسن نوری۔

اور مولانا حاجی محمد علی ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ اترے۔ حضرت علامہ محمود احمد رضوی اس منظر کی تاب نہ لا سکے۔ شیخ الحدیث محمد عبد اللہ قصوری، شیخ الحدیث مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا غلام علی اوکاڑوی حضرت حکیم صوفی محمد حنیف خاں دہلوی اور آپ کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں نے کلمۂ پاک کے مقدس ورد کے ساتھ آپ کو اٹھایا اور جسدِ اقدس کو لحد مبارک میں رکھا۔ میں نے آخری دفعہ چہرہ انور کی زیارت کی۔ خوب صورت چہرے پر فرشتوں جیسی معصوم مسکراہٹ اور پیشانی انور پر پسینہ تھا اور قبر مبارک جنت کا باغ محسوس ہوتی تھی۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے!
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

قاری غلام رسول کہتے ہیں کہ میں نے قبر انور میں آپ کی ایڑیوں کو مضبوطی سے دبایا۔ وہ ریشم سے بھی زیادہ نرم و نازک تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ تینوں احباب قبر سے باہر نکلے اور قبر مبارک کو بالیں کی طرف سے بند کرنا شروع کیا۔ جب قدموں کے قریب پہنچے تو آپ کے بڑے پوتے جناب سید مختار اشرف رضوی کے ہاتھ سے ایک اینٹ قبر انور کے اندر گر گئی۔ اسے نکالنے کے لیے آپ کے چھوٹے پوتے جناب سید مرتضی اشرف رضوی کو اندر اتارا انہوں نے اینٹ باہر نکالی اور آپ کے قدموں کو پکڑ لیا۔ بڑی مشکل سے انہیں باہر نکالا۔ درحقیقت انہیں آخری مرتبہ اپنے قدموں میں بلانا مقصود تھا۔ قبر مبارک پر پانچ اذانیں دی گئیں اور سورۃ بقرہ پڑھی گئی۔ قبر مبارک کی تیاری کے بعد زینت القراء قاری غلام رسول نے اعلیٰ حضرت کی مشہور مناجات پڑھی۔

○

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدار عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

○

مناجات کے بعد دعا ہوئی۔ مریدین و معتقدین نے مزار مبارک پر چادریں چڑھائیں پھول نچھاور کئے چالیس روز تک قبر مبارک پر تلاوت قرآن مجید ہوتی رہی اور آج بھی تلاوت قرآن مجید اور درود و سلام کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔

○

بزم برکاتیہ مقاصد لائحہ عمل

۲۰ رجب المرجب مطابق ۷ جولائی ۱۹۷۷ء بزم برکاتیہ قائم ہوئی۔ حضرت کے مرید اور خلیفہ جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی لکھتے ہیں۔ حضرت کے مریدین مولوی رحمت اللہ برکاتی اور راقم الحروف نے عرض کی کہ حضور کے مریدین و متوسلین کے درمیان رابطہ اور مسلک صوفیا کی اشاعت کے لیے ایک بزم کا قیام کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ آپ کی اجازت سے مورخہ ۷ جولائی ۱۹۷۷ء جامع مسجد برکاتیہ گنج بخش روڈ لاہور میں بعد نماز عصر حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی زیر صدارت آپ کے مریدین و متوسلین کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حضرت قبلہ سید صاحب علیہ الرحمہ شمع محفل کی حیثیت سے جلوہ فرما ہوئے۔ تلاوت قاری محمد یوسف صاحب نے کی۔ مولوی رحمت اللہ صاحب نے برادران طریقت میں اتفاق و اتحاد اور یک جہتی کے موضوع پر گفتگو کی۔ حضرت مولانا محمد بشیر صاحب برکاتی نے بزم کے مقاصد کی تائید کی۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی نے تفصیل کے ساتھ بزم کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

اس بزم کے مقاصد یہ ہونے چاہئیں۔

۱۔ مسلک اہلسنت وجماعت کی اشاعت و تبلیغ۔

۲۔ اپنی اور برکاتی بھائیوں کی اصلاح۔

۳۔ مسائل شریعت وطریقت کی اشاعت۔

۴۔ برکاتی بھائیوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور رابطہ۔

۵۔ امام اہلسنت محدث الوری کی سوانح حیات کی ترتیب واشاعت۔

اس کے بعد بزم کے مندرجہ ذیل عہدہ دار چنے گئے جن کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

- صدر ۔ جناب صاحبزادہ سیّد مسعود احمد رضوی اشرفی۔
- نائب صدر ۔ مولانا محمد بشیر احمد صاحب قادری برکاتی۔
- نائب صدر ۔ مولوی رحمت اللہ برکاتی۔
- جنرل سیکرٹری ۔ سید نصیر الدین ہاشمی برکاتی۔
- خزانچی ۔ محمد شریف صاحب برکاتی۔

بعد ازاں سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بزم کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ اور جلسہ برخاست ہوا اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدین تلامذہ اور معتقدین سے بزم برکاتیہ نے اپیل کی کہ وہ اس بزم کے رکن بن کر دین کی خدمت میں تعاون کریں۔ اور اپنے نام اور پتوں سے بزم کے جنرل سیکرٹری کو دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور کے پتہ پر مطلع کریں۔

چند تاریخی خطوط ○ بنام مفتی اعظم پاکستان

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک قلمی فتویٰ

حضرت والد محترم استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے نام متقدر علماء و مشائخ نے جو خطوط تحریر فرمائے۔ ان میں سے چند خطوط کے عکس یہاں پیش کیے جا رہے ہیں:

میرے جدِ امجد شیخ المحدثین حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری قدس سرہ العزیز نے ہندوستان کے حالات سے بددل ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ روانگی کے لیے بمبئی پہنچ گئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک فتویٰ مرتب کر کے بمبئی روانہ کیا۔ آپ نے تحریر

فرمایا کہ ایک عالم دین کو ان حالات میں ہجرت جائز نہیں۔ چنانچہ آپ نے ہجرت کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔ اس فتویٰ کا عکس یہ ہے۔

[illegible]

ہندوستان میں بکثرت شعائر اسلام احکام جاری ہیں تو ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دار الاسلام ہے [illegible] علامۃ من علامات [illegible]
فان الدار [illegible] کما فی جامع الرموز [illegible]
الکفار اور دار الاسلام سے ہجرت فرض نہیں قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لا ہجرۃ بعد الفتح اور ہجرت جائز ہمیشہ تھی اور اب بھی ہے
مگر عالم دین کو جو علم سے واقف یہاں کے لوگوں کو حاجت ہے اس کو
ہجرت ناجائز ہے ہجرت درکنار اس سفر طویل کی اجازت نہیں
دیتے [illegible] بزازیہ و تنویر الابصار اور مختار وغیرہ میں [illegible] فقیہ کی
[illegible] لیس فیہا غیرہ و الفقہ منہ [illegible] ولیس له [illegible]

[illegible] ولفظ الہدایۃ [illegible] کتاب الجہاد [illegible] ولا یخفی ان الفقیہ غیرہ بالاولی [illegible]

واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible]

عکسِ تبرکات

حجۃ الاسلام سیدنا الامام شاہ ولی اللہ الدہلوی
قدس سرہٗ کے دستِ مبارک کی تحریر کا عکس۔
اس نایاب تحفہ کیلئے ہم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد
ہالے پوتا صاحب ڈائرکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ
اسلام آباد کے ممنون ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ اما بعد فقد سمع علیّ طرفا من ہذا الکتاب
المسمی بفتح الرحمان في ترجمۃ القرآن صاحبہ ہذا السید
نورشاہ واجزت لہ روایۃ سائرہ وانا الفقیر مولف
الکتاب احمد المدعو بولی اللہ کان اللہ لہ فی الدنیا
والآخرۃ والحمد للہ

اللہم من غفلۃ بہذات
فی لب جان بحق یابدوح یابدوح بحرمت
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط لقد کنت
فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاک
فبصرک الیوم حدید۔

الجواب وھو الموفق للصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا اللھم رب زدنی علما صورت مسئولہ میں اس شخص کا یہ کہنا کہ اگر میں تجھ سے بات
کروں تو اپنی ماں بہن سے بات کروں ایک نہایت بیہودہ ہے جس کا کہنا سخت گناہ ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ عرف
میں جب اس طرح کہا جاوے بات سے مراد وطی ہوتی ہے جب بھی شرعا شخص مذکور پر یہ عائد نہیں ہوتا کہ یہ فعلہ
فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص جراءۃ یہ کہا کہتا ہے کہ اگر میں تجھ سے ملی کروں تو اپنی ماں سے کروں ایک ہی کہہ
نہیں ہوتا ہے اس کلام سے کہ وہ بہر تمام کی نہیں چنانچہ صفحہ ۲۳ عالمگیریہ میں ہے ولو قال ان وطئتک وطئت
امی فلا شیئ علیہ کذا فی الخلاصۃ اس روح البتہ اس قول سے جہاں تک ہو بچنا چاہیے اگر اس کی نیت طلاق

(خط کا بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

کی تھی جیسی نیت اس کی ہوگی ویسی ایک طلاق رجعی یا بائن واقع ہو جاوے گی اور اگر یہ امر نہ ہو اور نیت طلاق سے
یا مطلق کسی ہی نیت سے منکر ہو اور یہ وقت گفتگو مذاکرۂ طلاق سے ہو تو بھی کچھ نہ ہوگا کذا فی صفحہ ۳۷۰ فی الفتاوی
العالمگیریہ ولو قال اذھبی ای طریق شئت لا تقع بدون النیۃ وان کان فی حال مذاکرۃ الطلاق

حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ ابو محمد محمد دیدار علی مفتی جامع مسجد اکبرآباد مورخہ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۵ھ

حضرت شیخ المحدثین امام اہلسنت مولانا الحاج علامہ ابو محمد محمد سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری قدس سرہ العزیز
کا تحریر کردہ ایک فتویٰ کا عکس

الجواب وہو الموفق للصواب

اگر یہ بیان صحیح ہے کہ زید نے بحالت غیظ وغضب اپنی زوجہ سے جھگڑتے ہوئے یہ الفاظ بقصد تشبیہ زوجہ کہے کہ تو میری ماں اور بہن ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی البتہ یہ الفاظ مکروہ اور بیہودہ اور ناشائستہ ہیں۔ زید کو آئندہ ایسے کلمات سے زبان کو بالکل روکنا چاہئے۔ اور اس میں ظہار بھی نہیں ہوتا کہ تشبیہ بالمحرمات نہیں ہے لہذا کفارہ اور فدیہ بھی واجب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول میں ہے لو قال لہا انت امی لا یکون مظاہرا وینبغی ان یکون مکروہا ومثلہ ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوہ

واللہ تعالیٰ اعلم فقیر قادری ابو البرکات سید احمد غفرلہ ناظم ومفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف

لاہور پاکستان ۱۴ مئی ۵۸ء

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کا تحریر کردہ ایک فتویٰ کا عکس جو آپ نے ۱۴ مئی ۱۹۵۸ء کو تحریر فرمایا:

حضرت امام اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خط کا ایک عکس:

تفصیل شرائط دعوت وعامل

از بیاض مبارک حضور پرنور قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین عمدۃ الکاملین والدحضرت بالابرکت مولٰنا وسیدنا حافظ
حاجی ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ قادری برکاتی مارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔
شرائط دو قسم ہست شرائط عامل وشرائط دعوت۔ شرائط دعوت چنانکہ بیان شد یعنی ادائے نصاب
وزکوٰۃ وغیرہ شرائط عامل اینست اکل حلال صدق مقال فراغ بال صوم بید فصل تقلیل طعام ومنام وکلام
وگفتن وگو یا شنیدن وخوردن وآشامیدن بدست خادم حسن وذکر دل وتیس شب وروز دروقت ورود

(خط کا بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

و نگاه داشتن چشم و بینی از دیدن و بوئیدن گوشت و پاس دل از حسد و کبر و کینه و تنبیه و شدت با نفس
و خلوت از خلق و عزلت از خود و حضور با حق و صدق بی ریب شد و نیت مطلب برآنچه که خواهد خوانند و جاده
و جایگاه پاک و حجره تنگ و تاریک و مقفل و اجازت عامل و استعمال عطر غیر حیوانی و مواظبت دعوت و شجاعت
بر مقامات ارواح و تمکین در خرق عادات و احتراز از نامحرم و تلقین عدم شق و طهارت تن و تصفیه باطن
و تعظیم دعوت و کتمان سر و انشراح خاطر و گذاشتن جانور حلال بی طلب بعد فراغ دعوت لیکن طیور رنگه گوشت
او میخورند از صیاد نگوید که گرفتار کرده بیار بلکه او خود بخود آرد بدین غرض که بس او را رها کنند مراد از بی طلب
همین است و اگر بدین طور میسر نیاید بکند زیرا که گذاشتن جانور بدین غرض میباشد که تأثیرات اسماء و ادعیه
در صندوقها زیر عرش مقفل می مانند و گذاشتن جانور کلید آن صندوقهاست پس در صورت لاچاری او تعالی
خود بخود از فضل خود خبر کند که المعذور مجبور =

حضرت علامہ ابوالبرکات اور
آپ کے برادر معظم حضرت
علامہ ابوالحسنات کے درمیان
خط وکتابت کا عکس۔ واقعہ
یہ تھا کہ ——— لاہور میں
کانگرس نے مسلم لیگ کے خلاف
جلسہ کا پروگرام بنایا۔ حضرت
علامہ ابوالحسنات نے تجویز
رکھی کہ کانگرس کے جلسہ میں
کچھ افراد جائیں اور وہاں صرف
پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگائیں یہ
خط وکتابت اسی لیے ہوئی تھی۔

مخدومی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ — کانگرس کے جلسہ میں بھیجنے کے لیے [illegible] سے سوچ رہا تھا

یہ کس ذریعہ سے انجام دوں۔ [illegible] تنگ وقت میں تمام کو [illegible] مشکل ہے اس لیے [illegible]

دیگر حالات نے انتظار کر دیا اور ذہنی [illegible] میں جمع ہونا مشکل ہے — [illegible]

والسلام
ابوالبرکات سید احمد

عزیز مکرم ابوالبرکات — السلام علیکم

میں حیران ہوں کہ آپ نے یہ جواب کیوں دیا [illegible] سمجھ سکتا کہ [illegible]

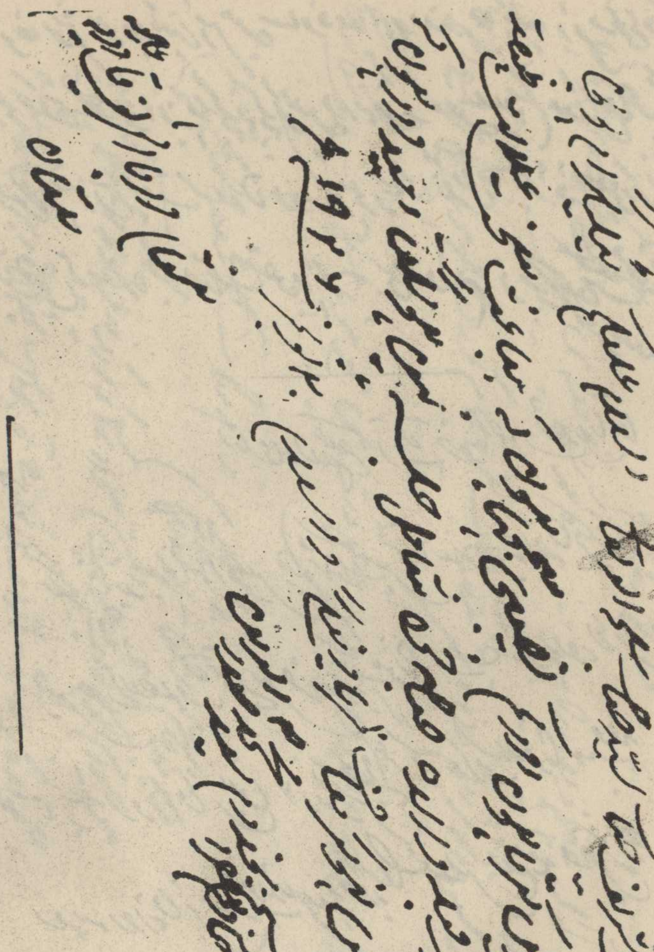
کو ادا کر سکتا ہے — اگر آپ ہی کو [illegible] تو [illegible]

(خط کا بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

[illegible]

[illegible]

حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ کے مکتوب کا عکس جو آپ نے ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء کو حضرت مفتی اعظم پاکستان کے نام تحریر فرمایا:



حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت مخدوم سید محمد صدر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت موسیٰ پاک شہید علیہ الرحمہ ملتان کا تحریر کردہ خط کا عکس جو آپ نے حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے نام ۲۰ نومبر ۱۹۲۶ء کو تحریر فرمایا۔

حضرت امام المحدثین، سیّد المفسرین استاذ العلماء صدر الافاضل حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ ——— مکتوب کا فوٹو جو آپ نے مفتیٔ اعظم پاکستان کے نام تحریر فرمایا۔

۷۸۶

عزیز القدر سلمہ اللہ تعالیٰ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ تعالیٰ بخیریت ہوں آپ کی خیریت مطلوب

میرے بڑے داماد حکیم سید یعقوب علی صاحب مع اہل و عیال کے
۲ جنوری ۵۴ء کو اسپیشل کے ذریعہ مراد آباد سے روانہ ہو کر
غالباً ۳ جنوری کو لاہور پہنچیں گے وہاں دو تین روز قیام کر کے
گجرات جائیں گے۔ اس عرصہ میں انکے قیام کے لئے کسی مکان کا انتظام
ہونا چاہیے۔ اور اسٹیشن پر کسی ایسے شخص کو بھیجدیں جو الحیر
پہنچاتا ہو۔ بہتر ہو کہ عزیزی مولوی محمد حسین صاحب سنبھلی
تشریف لاکر انہیں اتار لیں اور جائے قیام پر پہنچا دیں
اور انکی بخیریت پہنچنے کی اطلاع مجھ کو ارجنٹ تار سے دیں۔

والسلام مجھ کو دعا   محمد نعیم الدین غفرلہ

حضرت امام المتکلمین،
سید المفسرین شیخ المشائخ
مولانا الحاج ابو المحامد
سید محمد الاشرفی الجیلانی
محدث کچھوچھوی قدس سرہ العزیز
کا مکتوب گرامی
جو آپ نے
۲۳ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ
کو تحریر فرمایا۔

حضرت مولانا الاعز سلمکم المولیٰ تعالیٰ — علیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ — دعوت نامہ ملا — یہ زمانہ ایسا ہے
کہ کسی جگہ کا مقرر کرنا کہ وہاں پہونچونگا نہایت دشوار ہے بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ٹرین راستے
میں جسمیں کھڑے ہونیکی بھی گنجائش نہ ملی پھر بھی اسکا اہتمام رہیگا کہ حتی الامکان پنجشنبہ کو
پہونچ جاؤں ورنہ صبح جمعہ کو ضرور پہونچوں = یہ بھی خیال ہے کہ مکان سے سیدھا مرادآباد اور وہاں سے
اور حضرت صدر الافاضل مدظلہ کے ہمراہ ہو جاؤں مگر یہ خیال ہی خیال ہے بھیاجی کو سلام مسنون کہدیں
بچوں کو دعا عزیز سلمہ کو سلام و دعا فقط دعاگو فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد
۲۳ شوال المکرم یوم دو شنبہ مبارکہ

حضرت "تاج العلماء" مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوب کا عکس جو آپ نے حضرت صدر الافاضل کی جانب سے ۲۴ دسمبر ۱۹۴۸ء کو تحریر فرمایا۔

۲۸۶

مولانا المکرم سلمکم الولی تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

گرامی نامہ پہنچا میرا خط بھی آپکو مل گیا ہوگا حضرت کا مزاج اچھا ہو گیا تھا بخار اتر گیا تھا مگر صدر شریف کے انتقال کا ایسا صدمہ ہوا کہ جاڑا آ گیا اور بخار پیدا ہو گیا اب اسوقت بخار اتر جاتا ہے رات کو ضرور ہو جاتا ہے کمزوری اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے بخار جسوقت مفارقت نہ کرتا تھا اور اسوقت اتر جاتا ہے طبیعت کا رو با صلاح ہونے پر دلالت کرتا ہے حضرت آپ کو بچوں کو بہ نیت صحت دعا فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اسوقت آنے کا ہرگز قصد نہ کریں آپ کی دعا ذریعے اب طبیعت اصلاح کی طرف مائل ہے اور بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے تمام حضرات حاضرین کو دعا سلام

والسلام

عمر نعیمی ۲۴ دسمبر ۴۸ء

٧٨٦

ذو المجد والکرم زید کرمہ — ہم ممنون کہ جلدی آپ سے ملنے کا ہو گیا

اور خیال رہتا تھا کہ اللہ کو کس بات کو منظور ہے مگر یاد نہیں رہا حاصل ہو کہ ہم جناب سے آپ

حافظ مقبول احمد صاحب سے ایک گھڑی وقت انتہائی قیمت اٹھا رہا ہے ہو کر الحمد للہ

ایک لیپنڈی آپ ہیں تشکر اگر کسی مطلب ہاتھ ہم کی قیمت ادا ہو گیا

تاکید خیال فرمائیں ہم اسی کام کو کریں — والسلام محمد حسین آل العمری المجددی

حسان الرام

استاذ العلماء سید المحدثین حضرت مولانا الحاج
محمد حسین صاحب عمری مجددی رامپوری
قدس سرہ العزیز کے ایک مکتوب کا عکس
ان دنوں آپ شاہی مسجد لاہور کے خطیب
تھے اور دار العلوم حزب الاحناف کے طلبہ کو
بھی اعزازی طور پہ درس حدیث دیا
کرتے تھے۔

محدث پاکستان حضرت مولانا الحاج علامہ محمد سردار احمد صاحب لائلپوری قدس سرہ العزیز کے مکتوب گرامی کا عکس :

۷۸۶
۹۲

مولانا المکرم المحترم المحتشم زید لطفکم

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ مزاج گرامی۔
شروع ماہ مبارک سے تقریباً علالت کا سلسلہ
جاری رہا۔ احقر نابشریف کے اجلاس میں شعبان میں
گیا تھا وہیں سے بخار میں مبتلا ہو کر بریلی شریف
حاضر ہوا وہاں سے ۲۷ ماہ مبارک کو غریب خانہ
پر آیا۔ شنبہ سے فاقہ ہے طبیعت اچھی ہے
[illegible] ضروری تھا۔ صحت و عافیت و قوت کے لیے
دعا فرمائیں۔ آئندہ جمعہ کے لیے ارادہ ہے
[illegible] سے [illegible] شنبہ کو جمعہ [illegible]
ہو۔ [illegible] قریب [illegible] حاضرہ سے مطلع فرمائیں
جلسہ کی تاریخوں میں [illegible] طبیعت اچھی
رہی تو فقیر ان شاء اللہ المولی العزیز حاضر ہوگا۔
حضرت صدر الافاضل قبلہ و حضرت محدث اعظم صاحب قبلہ
تشریف لا رہے ہیں یا [illegible] ۔

شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی وزیر آبادی قدس سرہٗ العزیز کا مکتوب بنام مفتئ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ۔

المحمود بالحمد

الغفور بالسرور

۹۲

بخدمت اقدس حضرت امام اہلسنت حضرت مفتی اعظم پاکستان

علامہ ابو البرکات صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون — و نیاز — میں بیمار ہوں اعصاب میں درد ہے

دعا فرماویں کہ صحت نصیب ہو جاوے —

گزارش . بمدد مرض ہے — اگر افاقہ ہو گیا تو حاضری

دے دونگا ان شاء اللہ تعالیٰ — ورنہ دعا تو آپ فرمائیں گے —

دعا جو

محمد عبد الغفور ہزاروی

وزیر آباد

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تحریر کردہ ایک خط جو آپ نے ۱۴ محرم الحرام جمعہ ۱۳۸۶ھ کو مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے نام تحریر فرمایا۔

مفتی احمد یار خان و اولادہ
نعیمی کتب خانہ گجرات (پاکستان)

حضور والا ہی الشرف قبلہ عالم صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ملتمس ہوں حضور
والا سے مسجد گجرات کے متعلق جب عرصہ ہوا حاضر
ہوا تھا حضور والا نے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ
بہت جلد پریس کا انتظام ہو جائے گا والا نے
انتظام نہ کیا مگر اب حضور نے مدرسہ کا
احمدیہ ہے کر کا اجر ماجورہ ہے متعلق فرمایا
کہ آپ نے اس کے متعلق کیا کیا جواب جلد
حاضر ہے والسلام مع الاکرام
احمد یار خان
۱۴ محرم الحرام جمعہ ۱۳۸۶ھ

امیر اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید صاحب کاظمی مدظلہ العالی کے مکتوب کا عکس۔ جو آپ نے امروہہ سے حضرت سیّد صاحب علیہ الرحمہ کے نام تحریر فرمایا۔

سیدی و مرشدی و مولائی روحی و قلبی فداک دام اللہ فیوضہ برکاتہ

و مد متعنی بطول حیاتک وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ صحیفۂ گرامی

تشریف لایا۔ کرم گستری کا تہ دل سے شکریہ

منکہ باشم کہ بران خاطر عاطر گذرم

لطفہا میکنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

حضور کی یاد فرمائی پر جسقدر میں ناز کروں بجا ہے

کرم کردی الٰہی زندہ باشی!

ہمارے طلب فرمائیں یا نہ فرمائیں ہمارے جلسۂ مبارکہ میں حاضر ہونا

ہم عصاۃ کی انتہائی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے انشاء اللہ العزیز

جمعہ ۵ ربیع الآخر ضرور حاضری ہو جائیگی! موضوعات میں جو حضور مناسب

خیال فرمائیں متعین فرما دیں۔ اگر حیات مسیح علیہ السلام اور

عصمت انبیاء علیہم السلام اور تردید غیر مقلدین خذلہم اللہ تعالیٰ

پر جلسہ ہوگا تو انشاء اللہ کچھ عرض کروں گا اگر ...

حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے مکتوب کا عکس

٧٨٦-٩٢

بحضور صدر العلماء بدر الفضلاء سید الافاضل سند الاماثل المحقق الکامل

سیدی حضرت سید صاحب قبلہ مازالت شموس برکاتکم بازغۃ

سلام مسنون خیر و عافیت بفضل اللہ القدیر و بوسیلۃ نبیہ الکریم ﷺ آپ کے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا افتتاح کل بروز ہفتہ بوقت گیارہ بجے ہوگا۔ آپ کی شرکت عظمیٰ باعث خیر و برکت ہے۔ خود حاضر ہوتا مگر مشاغل کی کثرت کے باعث مولوی محمد عبدالحکیم صاحب سلمہ کو حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ قدم مبارکہ رنجہ فرما کے مدرسہ میں برکت فرمائیں اور اپنے دست اقدس سے افتتاح فرمادیں۔ والسلام

غلام رسول غفرلہ قادری رضوی
خادم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۹ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ

سیّدی سیّد صاحب علیہ الرحمہ

از جناب قربان نظامی

مطہر، مبشر، منوّر ہیں سیّد — میرے دین و دنیا کے رہبر ہیں سیّد
مفسّر مفکّر ہیں اظہر ہیں سیّد — حقیقت میں نورِ پیمبر ہیں سیّد
محقق، محدث، مناظر، مقرر! — پئے سنیّت ماہِ انور ہیں سیّد
تدبّر تفکّر میں استادِ ملت — شرافت نجابت کے گوہر ہیں سیّد
وہ فاتح رہے رزم و بزمِ جہاں ہیں — اصالت میں فرزند حیدرؓ ہیں سیّد
وہ برہانِ قاطع ہیں دینِ مبیں کی — دقائق میں اک نکتہ پرور ہیں سیّد
امامِ زماں حزب الاحناف والے — کہ سچّوں کے اچھّوں کے افسر ہیں سیّد
وہ گنجِ رضا کے ہیں لولوئے نوری — کہ عالم میں دیداری گوہر ہیں سیّد
ہیں حسنات والے ہیں برکات والے — کہ بحرِ خودی کے شناور ہیں سیّد
رہے گی سدا سنیّت ان پہ نازاں — کہ تزئین محراب و منبر ہیں سیّد
محدث، مفسر ہیں شاگرد ان کے — حقائق کے استاد اکبر ہیں سیّد
وطن میں ہے رخشندہ حق ان کے دم سے — نبی کے وہ نجم منوّر ہیں سیّد
دیا ہم کو محمود سا ایک موتی — سخاوت میں حاتم سے بڑھ کر ہیں سیّد

لحد میں اے قرّبان اصل ان کا گھر ہے
یہ حاضر ہوئے آج گھر گھر ہیں سیّد

○

دیدِ حق ہے؟

از جناب تیغ علی شاہ تیغ

دیدِ حق ہے دیکھنا حضرت ابوالبرکاتؒ کا
آشنا حق آشنا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

وہ خدا کا ہوگیا وہ مصطفیٰؐ کا ہوگیا
معتقد جو ہوگیا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

فاطمہؓ کے لال ہیں حسنینؓ کے نورِ نظر
کیا ہے عالی مرتبہ حضرت ابوالبرکاتؒ کا

حضرت دیدار علیؒ کے آپ ہیں لختِ جگر
نورِ حق ہے انجلا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

دل کی آنکھیں ہوں تو دیکھے دیکھنے والا کوئی
ہے سراپا حق نما حضرت ابوالبرکاتؒ کا

آپ مقبولِ الٰہی آپ مقبولِ نبیؐ
ہے ولائے حق ولا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

صورتِ قرآن صورت معنیٔ قرآنِ دل
ہے بقائے حق بقا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

علم و عرفاں کا خزینہ آپ کی میراث ہے
کام کارِ انبیاء حضرت ابوالبرکاتؒ کا

ڈال دی ہے جان دینِ مصطفیٰؐ میں آپ نے
واہ کیا ہے حوصلہ حضرت ابوالبرکاتؒ کا

دیکھ لو جی بھر کے جو کچھ دیکھنا ہو عاشقو
اب نہ ثانی آئیگا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

کیا کہوں اے دوستو کیا دل کا عالم ہوگیا
فیض جب مجھ کو ہوا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

میری دربار رسالت میں رسائی ہوگئی
واسطہ جب دیدیا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

یاالٰہی آبرو رکھنا مری کونینؐ میں
دے رہا ہوں واسطہ حضرت ابوالبرکاتؒ کا

تیغ تو اہلِ محبّت میں کسی سے کم نہیں
کہ ہے تو مدح سرا حضرت ابوالبرکاتؒ کا

حضرت والد قبلہ کی ڈائری سے

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ کی متعدد ڈائریاں ہیں جن میں آپ نے واقعات وحالات بطور یادداشت تحریر فرمائے ہیں۔ بعض صفحات پر اشعار لکھے ہیں۔ ایک صفحہ کے اشعار بطور تبرک یہاں درج کیے جا رہے ہیں

اے عرش و فرش والے اے آمنہ کے پیارے — ہم یاد میں تمھاری گنتے رہے ستارے
تاریک ہے زمانہ بے نور ہیں ستارے — اب ایسی شام غم کو کیسے کوئی گذارے
تاریک شب ہیں ایک دن بطحا کی سرزمین پر — ایک چاند ایسا نکلا شرما گئے ستارے
کیا جانے کون میری کشتی کا ناخدا تھا — ہیں غرق ہوتے ہوتے پھر آگیا کنارے
عشق نبی ہیں ٹپکے قطرے جو اشک غم کے — کچھ پھول بن کے مہکے کچھ بن گئے ستارے
ہاں ہاں مجھے ڈبو دے طوفانِ غم ڈبو دے — لیکن میرا سفینہ آجائے گا کنارے

یارب بہ رسالتِ رسول الثقلین — باحرمت چار یار اہلِ حرمین
عصیاں را دو حصہ کن در عرصات — نیمے بہ حسن بخش و نیمے بہ حسین

اے جہاں گیر پیر اے مخدوم — نہ رود از درت کسے محروم
بہرِ اولاد خویش اے اشرف — جن و شیطان را بکن محکوم

آپ کے وصال پر اخبار

ورسائل کے اداریئے

○

علماؤ مشائخ اہلسنت و زعماء

جملہ مکاتب فکر کے تاثرات

عائلی آرڈی ننس سے متعلق

آپکی تحریر کردہ ترمیمات

○

آپ کی حیات مبارکہ پر

چند قلمکاروں کے مضامین

○

آپ کی حیات مبارک میں

حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کی روئیداد!



اخبار و رسائل کے اداریے

آہ! حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری علیہ رحمۃ اللہ

اِک چراغ اور بجھا

مولانا سید ابوالبرکاتؒ ایک طویل علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہوئے۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا ابوالبرکاتؒ تحریک خلافت میں اپنے والد گرامی کے ساتھ افق علم وسیاست پر نمودار ہوئے اور اسی سلسلے میں آج سے کوئی پچپن برس پہلے لاہور تشریف لائے وہ ایک علمی اور دینی شغف رکھنے والے خاندان کے فرد تھے اور بریلوی مکتبِ فکر کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے اور سلسلۂ قادریہ میں صاحب اجازت بزرگ تھے وہ اپنے برادرِ حقیقی جناب مولانا ابوالحسنات کی طرح تمام عمر پرچم اسلام بلند کرنے اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلانے میں مصروف رہے اور ان کی تمام زندگی قرونِ اولی کے مسلمانوں کی زندگیوں کا ایک نمونہ تھی۔ برصغیر میں مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور سربلندی کے لئے ان کے دل میں جو تڑپ تھی اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ انہوں نے ہر موقع پر سینہ سپر ہو کر مسلم حقوق کی حفاظت میں آواز بلند کی اور اس کے لئے ہر طرح ایثار پر آمادہ رہے۔ تحریکِ مسجد شہید گنج میں وہ آگے آگے رہے۔ تحریکِ ختم نبوت میں انہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ۱۹۵۲ء میں گرفتار ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے سنی کانفرنس کا اہتمام کیا اور اسی طرح جب تک ان کی صحت نے ساتھ دیا ان کی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف رہا۔ عالمِ اسلام میں علمائے حق کی تعداد ہمیشہ شعائر دین کے حق میں سپر کا کام کرتی رہی ہے اور آج بھی علمائے حق مسلمانوں کے مستقبل کی فکر میں کسی جد و جہد میں پیچھے نہیں لیکن مولانا ابوالبرکاتؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ دیر تک محسوس جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے متوسلین کو توفیق بخشے کہ وہ مولانا مرحوم کے کام کو آگے بڑھائیں

نوائے وقت لاہور، ۲۶ ستمبر ۱۹۷۸ء

علامہ ابوالبرکاتؒ ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد قادریؒ رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی کے خلیفہ اور شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے خانوادے کے چشم و چراغ تھے، آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ تحریک شہید گنج، جہاد کشمیر اور تحریک ختم نبوت میں بھی پیش پیش رہے، آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دینی علوم کی تدریس اور تبلیغ میں گزرا، آپ کے معتقدین کا سلسلہ ملک کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی وفات سے پاکستان ایک صاحبِ نظر و بصیرت جید عالم دین اور شیریں مقال مبلغ سے محروم ہو گیا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور ان کے پسماندگان اور معتقدین کو صبرِ جمیل عطا کریں۔

امروز لاہور

آہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادریؒ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحبؒ کی وفات کی خبر علمی و دینی حلقوں میں انتہائی رنج کا باعث ہوئی ہے مرحوم نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک نظام مصطفےٰؐ کے نفاذ کے لئے شب و روز جد و جہد کرتے ہوئے ۸۲ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ورثاء و اعزا کے ساتھ ساتھ ان کے لاکھوں عقیدتمندوں کو بھی صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت مولانا کے روحانی درجات بلند فرمائے۔ آمین! مولانا ابوالبرکات مرحوم ان علماء میں شامل ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا تھا آپ ترکِ موالات کے دوران بھی دو قومی نظریئے پر سختی کے ساتھ کاربند رہے ہماری دعا ہے کہ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد جیسے عالم بے بدل کی ذات اور ان کے علم و عمل کی نادر مثال آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ ہدایت ہے

حمایت کراچی ۲۶ ستمبر ۱۹۷۸ء

۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ، ۲ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار ۴ بجے سہ پہر مفتی اعظم

پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ فرزند ارجمند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جن کی مذہبی و ملی خدمات نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیا بھر کے مسلم ممالک میں مسلّم ہیں۔

حضرت قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۲ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور اس عرصہ میں ہوش سنبھالنے سے لے کر تادم آخر آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور آپ کے دین اور سنت کی نشر و اشاعت میں گزرا۔ آپ کی عمر شریف میں ناموس مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی جتنی بھی تحریکیں چلیں۔ سید صاحب کا نام نامی سر فہرست رہا۔ آپ نے تحریکِ خلافت، تحریکِ آزادی جہادِ کشمیر اور تحریک ختمِ نبوت میں نمایاں خدمات انجام دیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں آل پاکستان سنی کانفرنس کا اہتمام کر کے سوشلزم کے لینن گراڈ کے طلسم کو توڑا۔ تعلیماتِ اسلامیہ کے فروغ کے سلسلہ میں امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور اور صدر تنظیم المدارس پاکستان کی حیثیت میں آپ کی دینی و علمی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

ہماری دعا ہے کہ مولا کریم آپ کو اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان اور متوسلین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور آپ کے فرزندِ جلیل حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی شارح بخاری و مصنف متعدد کتب دینی کو (جو اس وقت مذہبی و ملی خدمات کے

سلسلہ میں صحیح معنوں میں اپنے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں، کو مزید دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا نام بھی اپنے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ کی طرح مقام مصطفےٰ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ کے قیام کی ہر تحریک میں سرفہرست رہے۔ آمین۔

مدیر ماہنامہ سلطان العارفین حافظ محمد حمید اختر قادری نے جامع مسجد حضرت پیر عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ گگھڑ میں خطبہ جمعہ کے دوران حضرت قبلہ شیخ الحدیث سید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بے پناہ خراج عقیدت پیش کیا اور ہزاروں افراد سمیت آپ کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی۔

(ماہنامہ سلطان العارفین گگھڑ ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۸ء)

آہ! علامہ سید ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ

ملت اسلامیہ کے عظیم فرزند، گلشن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے سدا بہار پھول اور علماء اہلسنت کی آبرو، حضرت علامہ سید ابوالبرکات انتقال کر گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ علامہ صاحب علم کا سمندر تھے ان کا دل عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے لبریز تھا۔ وہ اعلحضرت فاضل بریلوی کے نظریات کے سب سے بڑے نقیب، نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے داعی اور تحریک آزادی پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔ ان کی وفات پر عالم اسلام سوگوار ہے۔ ادارہ سلطان المشائخ قوم کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ البتہ یہ بات حوصلہ افزاء ہے اور کسی حد تک اس غم پر مرہم رکھنے کے مترادف ہے کہ علامہ ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے

جو لپس ماندگان چھوڑے ہیں۔ ان میں ان کے جلیل القدر صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی بھی شامل ہیں۔ علامہ رضوی نے قرآن و حدیث کے علم پر جو عبور حاصل کیا ہے اور علم و عمل کے میدان میں جو کمالات حاصل کئے ہیں اور علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے قیمتی اثاثہ اور عوام اہلسنت کو گرانقدر تحفہ ہیں۔ خدا سے دعا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجات پر فائز فرمائے اور ان کے صاحبزادہ علامہ محمود احمد رضوی کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ شریک غم لطیف چشتی)

(ماہنامہ سلطان المشائخ لاہور۔ اکتوبر و نومبر ۱۹۷۸ء)

موت العالم موت العالم

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری اللہ کو پیارے ہو گئے ، ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

مشہور عالم دین حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی مدظلہ کے والد بزرگوار حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر اور امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر نے سنیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھا دی مفتی اعظم علامہ سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ریاست الور میں ۱۸۹۶ء مطابق ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد صدر الافاضل مولانا سید

نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہو گئے اور درسِ نظامی کی آخری موقوف علیہ کتابیں پڑھیں۔ یہیں سے نکلنے والے سنیوں کے مشہور رسالے "سوادِ اعظم" کا پہلا شمارہ آپ ہی کی زیر ادارت شائع ہوا۔ پھر آپ نے اپنے والد مکرم سے دورۂ حدیث کی کتابیں مکرر پڑھیں اور علوم دینیہ کی سندِ تکمیل حاصل کی۔ ۱۹۲۳ء میں آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ بریلی تشریف پہنچے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ سلسلہ طریقت میں آپ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ کے مرید و مجاز تھے۔ اس نسبت سے آپ اور آپ کے مریدین اپنے آپ کو اشرفی لکھتے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے زیر اہتمام قائم کردہ سنی دار العلوم میں تدریس کے لیے آپ ہی کو چنا گیا۔ اس دار العلوم نے بڑے بڑے محدث، فقیہہ، مفسر اور مبلغ تیار کیے۔ آج بھی یہ قدیم دینی درسگاہ علم و حکمت کے انمول موتی لٹا رہی ہے۔ جس سے ایک دنیا مستفیض ہو رہی ہے

حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ دو قومی نظریہ کے زبردست مؤید و مبلغ تھے ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں جن علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی تھی ان میں آپ کا نام سرِفہرست ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اس میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ایوب خاں کے نافذ کردہ عائلی قوانین و خاندانی منصوبہ بندی جیسے غیر اسلامی اقدامات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ ۱۹۷۰ء میں نیپ کے سربراہ مولانا بھاشانی نے دار السلام (ٹوبہ) میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں ملک بھر کے سرخوں نے اکٹھے ہو کر اسلام دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس کے جواب میں اسی مقام پر آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کا انتظام سید صاحب کی زیرِ سرپرستی آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید

محمود احمد رضوی نے کیا تھا۔ اس کانفرنس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر کے غیر منظم علماء و مشائخ دین و مسلک کے تحفظ کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو "ملتان سنی کانفرنس" میں آپ جیسے نابغہ روزگار شخصیت کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔ مگر افسوس کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ ۴ بجے سہ پہر آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اگرچہ سید صاحب قبلہ آج ہم میں نہیں مگر ان کی تعلیمات اور مشن ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ لہٰذا ہمیں ان کی سیرت و کردار اور تعلیمات کی روشنی میں باطل قوتوں کے خلاف متحد ہو جانا چاہیئے۔ نیز مقام مصطفےٰ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر اسلام دوستی کا واضح ثبوت دینا چاہئے کہ حضرت سید صاحب کو خراج عقیدت پیش کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے صاحبزادگان، لواحقین اور متبعین کو دین و مسلک کی اشاعت کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین (الفرید" ساہیوال)

آہ! مفتیٔ اعظم پاکستان

مفتیٔ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، علامہ ابوالبرکات سید احمد کی حسرت آیات سے ملت اسلامیہ ایک عظیم راہنما سے محروم ہو گئی ہے۔ روشنی کا یہ مینار ایسے وقت میں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے جبکہ اندھیروں کے سائے بڑھتے جا رہے ہیں اور منزل کا سراغ دور دور تک نظر نہیں آتا، ابوالبرکات سید احمد کی ذات گرامی آسمان علم و ہدایت کے ایک ایسے مہر تاباں کی حیثیت رکھتی تھی جس کی ضیا پاشیوں سے ہزاروں دل روشن ہوئے اور لاکھوں کو صراط مستقیم کی ہدایت ملی۔ تفسیر، حدیث اور منطق میں آپ یگانہ روزگار تھے اور فقہ میں تو آپ

کا کوئی ثانی پورے ملک میں نظر نہیں آتا۔ دو قومی نظریہ کے فروغ پذاور تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے آپ کی خدمات تاریخ کا ایک زریں باب ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے تلامذہ اور متعلقین آپ کی دینی اور ملی خدمات کو مرتب کر کے عوام الناس کے سامنے لائیں تاکہ نئی نسل آپ کے افکار و نظریات اور آپ کی خدمات کو مشعل راہ بنا سکے۔

("فیضان" ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۸ء)

آہ! مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ العلماء مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

دنیائے علم و اہل سنت میں یہ خبر وحشت اثر نہایت رنج و الم کے ساتھ سنی گئی کہ بتاریخ ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار تقریباً چار بجے شام، اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز فخر المحدثین علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند غازیٔ کشمیر علامہ ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی اور علامہ محمود احمد رضوی کے والد بزرگوار انجمن حزب الاحناف کے امیر مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی رحلت کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی اور ریڈیو۔ ٹی وی اور اخبارات نے نمایاں طور پر آپ کی خبر رحلت کو ملک بھر میں پہنچا دیا۔ دوسرے دن پیر شریف کو بعد از نماز ظہر تقریباً ساڑھے چار بجے اقبال پارک لاہور کی وسیع گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ جس میں بہت کثیر تعداد میں مختلف اضلاع و امصار حتیٰ کہ کراچی و کوئٹہ تک سے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوئے۔ جن میں حضرات علماء و مشائخ اپنی کثرت کے باعث بہت نمایاں تھے۔

جنازہ مبارکہ بعد نماز ظہر اٹھایا گیا۔ اس وقت وہاں عقیدت مند

عاشق کا جنازہ کا عظیم اجتماع تھا۔ جنہوں نے کلمۂ شہادت اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے جنازہ اٹھایا۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے بانس بھی باندھے ہوئے تھے۔ عقیدت مندوں کا یہ ہجوم جنازے کو کندھا دینے کو بے چین تھا اور ہر شخص اپنی باری کا منتظر تھا تاہم اس مقصد کے لیے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ جنازہ اٹھایا گیا تو چھتوں سے گل پاشی کی گئی۔ مرحوم کی رہائش گاہ سے جنازہ بازار داتا گنج بخش کی طرف مڑا تو اس بازار میں بھی پھول برسائے گئے۔ حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے مرکزی دروازے کے سامنے چند لمحے جنازہ رکا تو یہاں سلام کرنے کے بعد پچھلی طرف سے گھوم کر سرکلر روڈ پر آگیا۔ یہاں سے جنازہ کا یہ جلوس جس میں ہزاروں لوگ کلمۂ طیبہ اور درود شریف کا مسلسل ورد کر رہے تھے۔ بھاٹی دروازہ، لوہاری دروازہ، موچی دروازہ اور اکبری دروازہ کے باہر سے ہوتا ہوا، پہنچا۔ یہاں سے مرحوم کی پرانی رہائش گاہ پر لے جایا گیا اور ان

دہلی دروازہ کی وصیت کے دوسرے مرحلے پر عمل کیا گیا۔ مرحوم نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کو سپردِ خاک کرنے سے پہلے ان کا جنازہ داتا گنج بخش کے مزار پہ لے جانے کے بعد ان کے والد محترم مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب کے مزار پر لے جا کر رکھا جائے۔ حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب کا مزار جامع مسجد حنگر محلہ اندرون دہلی دروازہ میں واقع ہے۔ اسی مسجد میں پہلے مدرسہ حزب الاحناف تھا اور مولانا سید احمد صاحب مرحوم یہیں درس دیا کرتے تھے جنازہ اس جگہ قریباً پندرہ منٹ رکھا گیا۔ بعد ازاں چوک مسجد وزیر خاں پرانی کوتوالی اور کشمیری بازار سے ہوتا ہوا مستی دروازہ کے سامنے لایا گیا اور مینار پاکستان کے پیچھے اقبال پارک میں رکھا گیا۔ جہاں نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا تھا اور ہزاروں لوگ پہلے ہی وہاں منتظر تھے۔ نماز جنازہ مولانا سید ڈاکٹر مظاہر اشرف صاحب

نے پڑھائی۔ اس طرح دو قومی نظریہ کے اس علمبردار کی نمازِ جنازہ قرار دادِ پاکستان کی یاد کے طور پر بنائے جانے والے مینارِ پاکستان کے سائے میں ہوئی۔ بعد نمازِ جنازہ مبارکہ واپس دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لے جایا گیا۔ اور وہیں مزار شریف بنایا گیا۔

قل شریف وصال کے تیسرے روز ختم قل شریف ہوا اور اس تقریب میں بھی ہزاروں علماء و مشائخ اور شہریوں نے شرکت کی۔ اور آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ سید محمود احمد رضوی کی دستار بندی کی گئی۔ یہ دستار بندی کراچی سے ان کے پیر خانہ کے ایک فاضل رکن ڈاکٹر مظاہر اشرف نے کی۔ اس موقع پر ایک تعزیتی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس شمیم حسین قادری، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا سید خلیل احمد قادری، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، علامہ عبد المصطفےٰ الازہری، پیر فضل الرحمٰن مجددی اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔ مقررین نے مرحوم سید صاحب کی ملی اور دینی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

یہ خبر انتہائی رنج والم کے ساتھ سنی گئی کہ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار بوقت ۴ بجے سہ پہر مفتی اعظم پاکستان استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔

آپ اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جس کی دینی و علمی خدمات برصغیر پاک و ہند میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ آپ کے والد گرامی حضرت علامہ شیخ الحدیث سید دیدار علی شاہ ریاست (الور) سے ہجرت فرما کر تدریس دین و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے اور اہل لاہور کو اپنی علمی و روحانی فیوضات و برکات سے مستفیض کرتے رہے آپ

تحریک آزادی کے سرگرم رکن، تحریک خلافت کے مؤید، ملتِ اسلامیہ کے بطل جلیل مسلک اہل سنت وجماعت کے مبلغ اعظم تھے۔

آپ کے صاحبزادگان نے بھی اسلام کی تبلیغ و ترویج میں اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کیا حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی، ملی اور دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں تحریک خلافت ہو یا تحریک مسجد شہید گنج۔ تحریک پاکستان ہو یا آزادیٔ کشمیر، تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نفاذ اسلام ہر موقع پر آپ ملت اسلامیہ کی رہنمائی میں پیش پیش رہے اور آخری وقت تک قیام پاکستان کی مؤید جماعت "جمعیتہ علماء پاکستان" کی صدارت کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث ابوالبرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ بھی تمام عمر پرچم اسلام کی سربلندی اور مسلمانان عالم کی رشد و ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف بلانے میں مصروف عمل رہے تعلیماتِ اسلامیہ کے فروغ کے سلسلے میں امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور اور صدر تنظیم المدارس (اہل سنت والجماعت) پاکستان کی حیثیت میں آپ کی دینی و علمی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ آپ نصف صدی تک برصغیر پاک و ہند میں قرآن وسنت کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے اور یہ آپ کی انتھک، بے لوث اور پرخلوص جدوجہد ہی کا ثمرہ ہے کہ آج عالم اسلام میں عموماً اور برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً ہزاروں شاگرد جن کا شمار جید اور فاضل علماء میں ہوتا ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں کفر والحاد کے خلاف مصروف جہاد اور برسرپیکار ہیں۔ آپ اپنے تبحر علمی اور مجاہدانہ زندگی کی وجہ سے علماء کے لئے روشنی کا مینار تھے۔ آپ کی تمام زندگی قرونِ اُولیٰ کے اسلاف کا قابل تقلید نمونہ تھی۔

برصغیر میں مسلمانوں کی اصلاح وفلاح اور عظمت ورفعت کے دوام کے لئے ان کے دل میں جو تڑپ اور لگن تھی یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہر موقع پر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے اعداء اسلام کے خلاف سینہ سپر رہے اور ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے اپنی آواز کو سربلند رکھا۔ اس کے لئے ہر طرح کی ایثار و قربانی کی مثالیں قائم کیں تحریک مسجد شہید گنج کے

ہراول دستہ میں شامل رہے تحریک پاکستان میں قریہ قریہ تشریف لے گئے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کو کامیاب کرنے میں مسلسل خط و کتابت کے ذریعہ علماء و مشائخ کو قیام پاکستان کی طرف مرکوز کئے رکھا اور اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ بعد میں یہ کانفرنس قیام پاکستان میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر گئی۔

احراری، کانگریسی، نیشلسٹ اور وطن پرست نام نہاد علماء کی ان مذموم کوششوں کا سدباب کیا۔ جو قیام پاکستان میں رکاوٹ بن رہی تھیں۔ علامہ مرحوم و مغفور نے تحریک پاکستان میں نمایاں اور قابلِ قدر خدماتِ سرانجام دیں۔ مسلم قومیت کے فروغ کے لئے انتھک مساعی کر کے متحدہ قومیت کے بت کو پاش پاش کیا۔ تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور ۱۹۵۲ء میں گرفتار ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں آل پاکستان سنی کانفرنس کا اہتمام کر کے سوشلزم کے "لینن گراڈ" کے طلسم کو توڑا جب تک صحت نے اجازت دی برصغیر کی دینی، سیاسی اور دیگر ملی تحریکوں میں اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے پیہم جہاد کیا۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کی وفات پُرحسرت سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو جو ناقابل تلافی نقصان عظیم ہوا ہے وہ دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا اور آپ کے وصال سے عالمِ اسلام ایک عظیم دینی علمی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم جہاں سے
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

عرفات، لاہور

برآنکہ زاد بناچار بائدش نوشید ز جامِ وہر مئے کُلّ من علیھا فان

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رضوی امیر حزب الاحناف لاہور ۲۰؍ ستمبر کو تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قبلہ سید صاحب نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک لاہور میں شمع رشد و ہدایت

روشن رکھی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بلا شبہ ہزاروں تک پہنچتی ہے جو پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ کے بحر زخار تھے۔ فقہ میں تو کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ فقہی جزئیات پر آپ کی جو نظر تھی وہ ان کے زمانے میں بہت کم علماء کو نصیب ہوئی تھی۔ بڑے بڑے جید علماء کو جب مشکلات پیش آتی تھیں تو آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ گویا آپ عوام کے نہیں بلکہ خواص کے رہبر تھے۔ حضرت سید صاحب قدس سرہٗ صاحب طریقت بزرگ بھی تھے۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شاہ محمد علی حسین اشرفی زیب سجادہ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہ اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و مجاز تھے حضرت سید صاحب کو اعلیٰحضرت بریلوی سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا، اور وہ زندگی بھر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے مشن (دعوت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی اشاعت میں مصروف رہے انکے فضائل و کمالات عالیہ کا احاطہ اس نوٹ میں ممکن نہیں مختصر یہ کہ انکے پردہ کرجانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسکا پر ہونا مشکل ہے اس صدمہ میں ہم علامہ محمود احمد رضوی اور دیگر اقارب کے علاوہ آپکے تمام تلامذہ نیز پاکستان کے تمام اہلسنت کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس عاشق رسول اور مبلغ اسلام و سنیت کے مدارج بلند فرمائے۔

مہر ماہ لاہور، اکتوبر ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالبرکات سید احمدؒ مسلک اہلسنت کی شہرہ آفاق درس گاہ حزب الاحناف کے بانی اور روح رواں حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحبؒ رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون — حضرت مولانا مسلک اہل سنت کے جید علماء میں سے تھے۔ پنجاب میں بالخصوص اور پاکستان کے بالعموم دیگر حصوں میں آپ کے ہزاروں شاگرد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سرگرم عمل ہیں مسلک اہل سنت کی آپ نے اور آپ کے خاندان نے جس قدر خدمت کی ہے وہ بے مثل ہے۔ مولانا ابوالبرکات نہ صرف فقیہہ محدث اور مدرس و مصنف تھے۔ بلکہ آپ نے پاکستان کی مختلف اہم سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں خدمات سرانجام

دیں۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفےٰ میں آپ نے بہتر طور پر ان کی رہنمائی فرمائی آپ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں، اجتماعات اور کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ لاکھوں افراد آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوئے علماء اور مشائخ عظام کی بہت بڑی تعداد نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

مولانا ابوالبرکاتؒ کی وفات سے مسلک اہل سنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آپ کے جانشین مولانا سید محمود احمد رضوی اور خاندان کے دیگر افراد سے اس صدمہ عظیم میں گہری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری دعا ہے کہ مولانا سید محمود احمد رضوی اپنے والد بزرگوار کی طرح مسلک اہلسنت کی خدمت اور راہنمائی میں کوئی دقیقہ فرد و گذاشت نہیں کریں گے۔ (روزنامہ سعادت فیصل آباد ۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء)

مفتی اعظم پاکستان اور ان کی چند یادیں

مفتی اعظم پاکستان سید احمد قادری قدس سرہ جہان رنگ و بو سے اپنی عمر کی منازل کو پورا کر کے، اپنے رب سے جا ملے۔ مولانا صاحب جب سے لاہور تشریف لائے اور اس سے قبل بھی دین و مذہب اور کتاب و سنت اور علم و عرفان کے گلشن کی اپنی علمی استعداد سے آبیاری کرتے رہے آپ کا وجود علمی دنیا میں قابل فخر تھا۔ آپ کا تجرِ علمی شک و شبہ سے بالا تھا۔ آپ کے شب و روز حدیث رسول اور کلام الٰہی کے پڑھانے میں صرف ہوئے، آپ اکثر مسجد میں یا مدرسہ میں تشریف فرما رہتے تھے اور طلباء کے سینوں کو معارف علمیہ سے مجلیٰ و مذکیٰ کرتے تھے آپ نہایت خلیق اور محبت نواز تھے۔ آپ کی زبان تقریر میں فصاحت کا گنجینہ

تھی۔ جب آپ تقریر کرتے تو سننے والے متاثر ہی نہیں بلکہ نہایت مسرور اور مسحور ہوتے حالانکہ رسمی واعظین کی طرح آپ کا وعظ اشعار خوانی اور نغمہ و ترنم سے خالی ہوتا تھا۔ آپ جس موضوع کو بیان کرتے، دلائل و براہین کی روشنی میں بیان کرتے۔ آپ اہلسنت و جماعت کے علماء میں کامیاب مناظر کی صفت سے بھی مالا مال تھے۔ ہمارے بچپن کے زمانہ کی بات ہے کہ آپ نے ضلع جالندھر میں موضع تلون میں مولوی خیر محمد جالندھری کے ساتھ مسائل متنازعہ فیہ میں کامیاب مناظرہ کیا۔ فریق مخالف کو منہ کی کھانی پڑی۔ آپ کے مناظرہ سے لوگ اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہاں موضع محکم پور میں حکیم محمد حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام میں ایک مدرسہ کا افتتاح کیا اور جناب حافظ مظہر الدین چشتی کے ایماء سے آپ نے اس ناچیز کو مدرس اوّل بنا کر بھیجا اور دعا فرمائی۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد میں حاضر خدمت ہوا۔ تو بہت خوش ہوئے اور ایک رقعہ لکھکر خانقاہ ڈوگراں کی جامع مسجد میں بعہدہ خطابت بھیجا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ علی پور شریف حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ اتفاق سے وہ دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج کا تھا۔ ہم طالب علموں کے اصرار اور حضرت امیر ملت کے ارشاد سے آپ نے رات کو عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد نور میں معراج کے موضوع پہ تقریر دلپذیر فرمائی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ جامع مسجد جو بہت وسیع ہے۔ غربی دیوار سے لے کر منتہائے مسجد تک پر تھا۔ صحن میں شامیانہ لگا ہوا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رح بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ الی آخر، آیت کریمہ بعد از خطبہ مسنونہ تلاوت فرما کر وعظ شروع کی۔ پہلے تو آپ نے لفظ اسریٰ پر عالمانہ فاضلانہ بحث کی، بعد ازاں بعبدہٖ۔ ان دونوں لفظوں کی تشریحات و توضیحات میں آپ نے علم و عرفان کے وہ جواہرات بکھیرے کہ ان کو میرا قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ علی پور شریف کا اور ہے کہ ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر رات کو اسٹیج پر ایک مصری فاضل کی تقریر تھی۔ مصری فاضل بڑا ادیب، صاحب قلم، کئی کتابوں کا مصنف اور ایک جریدہ کا ایڈیٹر تھا۔ اس کی تقریر کا اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے حضرت امیر ملت نے مفتیٔ اعظم سیّد احمد کا انتخاب کیا۔ دونوں شانہ بشانہ اسٹیج پر کھڑے تھے۔ دونوں بہت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔ مصری فاضل جب تقریر کے فواصل پر خاموش ہوتا تو حضرت سید احمد صاحب فوراً گویا ہوتے اور بڑی روانی کے ساتھ ترجمہ کرتے کہ ایک ایک حرف دل کے اندر بیٹھتا چلا جاتا۔ آپ کی ترجمانی پر اہل جلسہ عش عش کر اٹھے۔

آخر میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ علم نبوت کا بہت بڑا ماہر علم شریعت کے اسرار و غموص کا عارف، ارشد و ہدایت کا آفتاب اپنا دورہ پورا کر کے استفاضہ کرنے والوں کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لیے چھپ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ضریح مبارک پر ہمیشہ رحمتوں کی بارش برسائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (الانوار الصوفیہ قصور اکتوبر، نومبر ۱۹۶۱ء)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علّامہ ابو البرکات سیّد احمد صاحب علیہ الرحمہ

پاکستان کے ممتاز عالم دین علّامہ ابو البرکات سیّد احمد قادری گذشتہ دنوں اپنے مالک حقیقی سے ملے سیّد صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کی وفات سے ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ جو مدتوں پورا نہیں ہو گا۔

علّامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم کا سمندر تھے۔ ان کا دل عشقِ رسول مقبول کے جذبہ سے سرشار و لبریز تھا۔ مرحوم اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نظریات کے بہت بڑے نقیب اور نظامِ مصطفےٰ کے داعی اور تحریک پاکستان کے ایک ممتاز رہنما تھے۔ ان کی وفات پر عالمِ اسلام سوگوار ہے۔ آپ کی وفات کا جس شخص نے بھی سنا، اس کے لبوں پر برجستہ یہ کلمہ آیا کہ پاکستان ایک اور عاشقِ رسول سے محروم ہو گیا۔ ادارہ مُسفر حضرت علامہ ابوالبرکات کی وفات پر حضرت کے عقیدت مندوں، مریدوں اور پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی: حضرت علامہ مرحوم ریاست الور میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم حافظ عبدالحکیم اور حافظ عبدالعزیز سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور وہاں پر شرح سلم، شرح عقائد معہ خیالی اور صحاح ستہ اور طب کا درس لیا۔ پھر تکمیل فقہ و حدیث کے لیے اپنے والد گرامی سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غالباً ۱۹۲۲ء میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رح نے آپ کو سند اجازت مطلقہ عطا فرمائی اور آپ کو فتاویٰ رضویہ کی طباعت کا نگران مقرر کیا۔

کافی عرصہ مختلف مقامات پر درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دینے کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور وزیر خاں کی مسجد میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا آپ کے تبحر علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ اپنے والد گرامی کی وفات پر آپ دارالعلوم حزب الاحناف کے رئیس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ آپ بیک وقت مفسر، محدث، خطیب، مناظر اور شاعر کے علاوہ سیاستدان بھی تھے۔ سید مرحوم دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے اور تحریک پاکستان میں آپ کا کردار مثالی تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں اور ۱۹۷۰ء میں آپ کی کوشش ہی سے ٹوبہ ٹیک

سنگھ میں سنی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ آپ اپنی وفات تک طالب علموں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے رہے اور ان کے قلب و نظر کو منور کرتے رہے آپ کے صاحبزادہ سید محمود احمد رضوی بھی برصغیر کے ممتاز عالم دین ہیں، جمعیت علمائے پاکستان کو فعال بنانے میں سیّد محمود احمد رضوی کا کردار ایک تاریخ ساز حیثیت رکھتا ہے (ہفت روزہ مبصر فیصل آباد)

ماہِ شوال جہاں اپنی آغوش میں عید الفطر کی خوشیاں لیکر طلوع ہوا تھا وہاں آہوں اور سسکیوں کے ہجوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری خلیفہ اعلیحضرت رح کو لے کر رخصت ہو گیا۔ کل پاکستان سُنی کانفرنس ملتان کے انعقاد سے قبل مولانا ابوالبرکات کی رحلت سوادِ اعظم کے لیے ایک ناقابلِ فراموش المیہ ہے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت برصغیر پاک و ہند میں نصف صدی تک روشن چراغ کی مانند علم و ہدایت کا نور پھیلاتی رہی۔ آپ کی سیاسی اور مذہبی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ جن کا اپنے اور پرائے سب اعتراف کرتے ہیں۔ ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کے درجات بلند کرے اور ہمارے قومی و فد میں شامل رہنماؤں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ترجمان اہل سنت کراچی اکتوبر ۱۹۷۸ء

قطعۂ تاریخ

از حضرت سید شریف احمد شرافت قادری نوشاہی زیدہ مجدہ

چون جناب شہ ابوالبرکات   زینت افزائے ملک علوی شد
مصرع رحلتش شرافت گفت   آہ نادرِ زمانہ مخفی شد

۱۳   ۹۸   ھ

حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ مسلکِ حقہ اہلسنت وجماعت کا معیار تھے۔ ان کا قول وعمل سیرت وکردار دنیائے اہلسنت میں دلیل وحجت کا درجہ پاتا تھا ان کی شخصیت ان کی دینی وملی خدمات کا اعتراف ملک و بیرون ملک کے تقریباً ہر طبقہ اور مکتبہ فکر نے کیا ہے تعزیت اور ان کے حضور خراجِ عقیدت پر مشتمل سینکڑوں خطوط اور اخباری بیانات میں سے چند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

★ صدرِ مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب بالقابہ نے اپنے تعزیتی خط میں لکھا۔
آپ کے والد محترم کی وفات سے پاکستان ایک مشہور دینی رہنما، جید عالم اور تحریکِ پاکستان کے سرگرم رکن سے محروم ہو گیا۔ مرحوم کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ ۔

★ جناب لیفٹیننٹ جنرل سوار خاں صاحب گورنر پنجاب۔
وہ اسلام کے بڑے مبلغ اور خدمت گار تھے۔ ان کی وفات سے مجھے دلی صدمہ ہوا ہے۔ ان کی وفات ملک وملت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

★ شیخ المشائخ مولانا شاہ ابو المسعود سید مختار اشرف الاشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کی عظیم شخصیت تھی۔ جس سے پاکستان محروم ہو گیا۔

★ حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی ملتان۔
اس میں شک نہیں کہ سیدی حضرت قبلہ علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دنیائے اہلِ سنت کے لیے ایک عظیم المیہ ہے۔ اور آپ کے لیے تو عظیم سے عظیم تر صدمہ کا موجب ہے ایک عظیم مفسر محدث فقیہ

مفتی مدرس، مفکر عالم دین سے ہم محروم ہو گئے۔ دنیائے سنیت سوگوار ہے تمام علمی، دینی، تدریسی ادارے رنج والم کا گہوارہ ہیں۔

★ حضرت سجادہ نشین گولڑہ شریف مدظلہ۔

آپ علم وفضل اور شریعت وطریقت کے پیکر حسین تھے۔ آپ کی رحلت سے ملک ایک متبحر عالم دین صاحب زہد وتقویٰ اور عظیم مبلغ اسلام سے محروم ہو گیا۔

★ استاذ العلماء مولانا عطا محمد صاحب بندیال شریف۔

حضرت سیّد صاحب کے وصال پر موت العالم موت العالم کا جملہ پوری طرح صادق آتا ہے۔

★ مولانا مطیع الرضا، خاں صاحب راولپنڈی۔

حضرت سید صاحب کے وصال سے جو علمی وعملی اور روحانی خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا ناممکن ہے۔

★ حضرت شیخ طریقت مولانا حامد علی خاں صاحب مجددی ملتان۔

حضرت مخدوم العلماء مولانا سیّد احمد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر معلوم ہو کر حد درجہ صدمہ وملال ہوا۔ حضرت علاّمہ کی گرامی شخصیّت علمائے پاکستان میں ممتاز تھی اور آپ کی علمی ملی اور قومی خدمات جلیلہ منفرد حیثیّت رکھتی ہیں۔

★ حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مجددی الوری حیدر آباد

سیّد صاحب علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر سنی۔ رنج وغم کیا بیان کروں وہ دنیائے اہلسنت کی ایک ایسی عظیم وجلیل شخصیّت تھے۔

★ حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی جامعہ نعیمیہ کراچی۔

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ المحدثین قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر آپ پاک وہند کے تمام علماء کے لیے مشعل راہ تھے۔ ان کا فیضان تمام اطراف کے علماء میں تھا۔ وہ سب کے محترم تھے۔ سب کے شفیق اور مربی تھے۔

★ حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری راولپنڈی۔

حضرت کی پوری زندگی قومی و ملی خدمات میں گذری آپ کے معمولات کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ ان کی ذات گرامی دنیائے اہلسنت کے لیے سرمایہ افتخار تھی۔

★ مولانا حکیم سیّد کاظم علی شاہ زونل خطیب حیدر آباد۔

حضرت قبلہ سیّد صاحب ہمارے جیسے ہزاروں کے استاد مکرم رموز کلام اللہ کے مفسر اسرار حدیث کے مدرس، مفتیٔ مسائل ملک وملت مجاہد اعظم شمس شریعت بدر طریقت تھے۔

★ مولانا محمد فاضل صاحب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔

آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور کتاب و سنت کی تدریس میں گزاری آپ کی وفات عالم کی موت ہے۔

★ مولانا محمد ایوب الرحمٰن صاحب حامدی و مولانا عبداللطیف صاحب خانیوال

آپ کی وفات دنیائے اسلام کے لیے عموماً اور پاک و ہند کے اہلسنت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

★ ابوالکلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب۔ آلومہار شریف۔

حضرت استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات اپنی خصوصیات میں منفرد تھی آپ روشنی کا وہ مینار تھے۔ جس سے الحاد و زندقہ کی ظلمتیں کافور ہوئیں اور دلوں کو ایمان و ایقان کی روشنی نصیب ہوئی۔ میں بلاخوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ اس تشکیک اور تنقید کے زمانہ میں آپ کی ذات سے ہی یقین و تسلیم کی وہ دولت اہلِ دل کو ملی۔ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

★ مولانا سید عبد القادر جیلانی راولپنڈی۔

حضرت علم و عرفان کے ایک حسین امتزاج تھے۔ آپ نے ایوانِ علم میں بڑے بڑے افاضل و اماثل اور یکتائے روزگار نمائندے چھوڑے آپ کی وفات سے دنیاء سنیت ایک ٹھوس اور راسخ قیادت سے محروم ہو گئے۔

★ جناب رضی حیدر نبیرۂ مولانا وصی احمد سورتی سب ایڈیٹر "حریت" کراچی

حضرت علامہ کی شخصیت کا بڑے قریب سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات قادری کی ذات برصغیر میں عوام اہلسنت اور علمار اہلسنت کے لیے بلا تفریق حجت کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ کی سیاسی و مذہبی خدمات ہماری تاریخ کا سنہرا باب اور عظیم سرمایہ ہیں۔

★ جناب محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرکزی صدر مجلس رضا لاہور

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ استاذ المحدثین راس المحققین امام اہلِ سنت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ کے فرزند رشید تھے آپکی ذات ستودہ صفات اور ان کی دینی و ملی اور علمی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مغربی پاکستان میں سنیت کی نشاۃِ ثانیہ کا سہرا حضرت سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمہ کے سر بندھتا ہے۔ ان کے بعد ان کے نامور لائق اور فاضل صاحبزدگان نے کمال ہمت و ذہانت سے کام کو آگے بڑھایا۔

حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری مغفور و مبرور نے میدانِ خطابت و سیاست میں قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا تو علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسند درس و تدریس اور افتار کو رونق بخشی اور اطراف و اکناف عالم کے علمار آپ کے فتاویٰ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور طالبان علوم دینیہ دور دراز کا سفر کر کے آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی

کرنے کے لیے حاضر ہوتے غرض کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فاضل ترین شاگرد مرید اور خلیفہ کی فقاہت کو اپنوں اور بیگانوں دونوں نے تسلیم کیا اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں اور مشکلات کے وقت حضرت ابوالبرکات ہمیشہ مشکل کشا ثابت ہوئے اور کبھی کسی کو مایوسی نہیں ہوئی۔ علامہ ابوالبرکات قادری نے مسلک حقہ اہل سنت کی جو عظیم خدمات سرانجام دیں۔ ان کے بیان کرنے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ بلبل بستان رسالت حضرت مولانا محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اگر سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور آکر درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع نہ کرتے تو سارا پنجاب وہابی مذہب کو قبول کر لیتا۔" (مفہوماً) حضرت مولانا پیر غلام قادر اشرفی مدظلہ (لالہ موسیٰ) نے بیان کیا کہ "حزب الاحناف" کے سالانہ جلسہ میں مولوی محرم علی چشتی مرحوم و مغفور نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا۔

"حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اہل سنت علمی طور پر یتیم ہو گئے تھے اور مخالفین کے سامنے اپنے کسی عالم کا نام پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت پر اپنا یہ کرم خاص کیا کہ حضرت سید دیدار علی شاہ اور ان کے صاحبزادوں کو لاہور منتقل کر دیا۔ اس خانوادہ سادات الور کی آمد سے ہمارے سر فخر سے اونچے ہو گئے ہیں۔"

★ مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری مانچسٹر۔

آہ یہ کیونکر لکھوں کہ یہ پڑھ کر میرے مربی روحانی شفیق عرفانی حضرت عالم وجیہہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری ——— نے وصال فرمایا۔

۹۸

ھ ۱۳

قبلہ اہل دین مولانا سید احمد اشرفی قادری۔ نے راہ آخرت اختیار کی۔

۹۸

ھ ۱۳

مفتیٔ اعظم مولانا سید احمد - کو - مژدہ وصل - ملا - اللہ اللہ کیا عرض کروں وہ خاتم اکابر مجلس - تھے - مجمع البرکات اشرفی - تھے - زبان پر بیساختہ آیا -

۹۸ ھ ۱۳ ۹۸ ھ ۱۳

قال اللہ - رضی اللہ عنہ رضی اللہ المبین عنہ دائماً ابداً

۹۸ ھ ۱۳ ۹۸ ھ ۱۳

میں دو ماہ کے بعد افریقہ، مارشیش کے سفر سے مانچسٹر واپس ہوا تو اس خبر قیامت اثر کا علم ہوا - افسوس کہ بروقت تعزیت نہ کر سکا - یوم رضا کی دونوں تقریب، لندن مانچسٹر میں ایصال ثواب کیا گیا - میں جب بھی پاکستان آتا تو اس امید پر آتا اور ماحول سے قطع نظر سید صاحب قبلہ کے پاس قیام کرتا اب کہاں آؤں گا اور آہ کس کی باتوں سے ایمان و یقین کا نور حاصل کروں گا -

★ مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی خطیب جامع آرام باغ کراچی۔

حضرت سید صاحب قبلہ کے فیوض و برکات کے چشمے جاری رہیں گے - آپ کی دینی و ملی خدمات قابل صد افتخار ہیں ہم ایک علمی اور روحانی متاع گراں مایہ سے محروم ہو گئے ہیں -

★ پروفیسر سید قابل رئیس جماعت عالیہ مجاہدین واہ کینٹ -

ہم ایک شفیق و مخلص اور جامع شریعت و طریقت ہستی سے محروم ہو گئے ہیں بلاشبہ وہ دنیاء اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے -

★ مولانا غلام علی صاحب اشرفی صدر جمعیت العلماء پنجاب

حضرت مفتی اعظم کی وفات سے دنیاء اسلام ایک عظیم فقیہ، متبحر عالم سے محروم ہو گئی -

★ مولانا محمد عبداللہ اشرفی شیخ الحدیث قصور

حضرت قبلہ سید صاحب جامع طریقت و شریعت تھے - انہوں نے تمام عمر کتاب و سنت کی تدریس اور دین اسلام کی تبلیغ میں گزاری وہ اسلاف کی یادگار تھے اور مرشد کامل

★ مولانا جمیل احمد نعیمی کراچی۔

حضرت سید صاحب قبلہ دنیائے علم وفضل کے مہر درخشاں زہد وتقویٰ کے نیر تاباں اور اہلسنت کے محسن اعظم تھے۔ دنیائے اہلسنت ان کی وفات سے یتیم ہوگئی۔

★ حضرت مولانا وقار الدین صاحب دار العلوم امجدیہ کراچی۔

بزرگ علماء حضرات کی سرپرستی سے ہماری محرومی نہ صرف علماء بلکہ اہلسنت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

★ مفتی محمد خلیل خاں صاحب حیدر آباد۔

حضرت سید صاحب کی دینی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ پاکستان کے جید علماء نے ان ہی سے تربیت حاصل کی۔ ان کے وصال سے عالم اسلام ایک عظیم عالم، مدبر کبیر اور فقیہہ جید سے محروم ہوگیا۔

★ حضرت پیر عبد اللہ جان صاحب مجددی مرشد آباد پشاور۔

حضرت سید صاحب دنیاء علم وفقہ کے امام اہلسنت کی مایہ ناز مفتی اور شیخ وقت تھے۔ آپ کا وصال پورے عالم کے لیے باعثِ رنج والم ہے۔

★ مولانا ابو الاسرار قادری حیدر آباد۔

حضرت کی دینی وملی خدمات کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی وفات ایک عظیم حادثہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

★ علامہ حافظ مظہر الدین صاحب۔ راولپنڈی۔

قبلہ وکعبہ رحمۃ اللہ آپ کے والد تھے اور کیا بتاؤں کہ میرے کیا تھے۔ استاد، شفیق محسن، روحانی پیشوا، در اصل اس سے بھی زائد تھے۔ الفاظ میں یہ مضمون ادا نہیں ہوسکتا۔

★ مولانا سید شجاعت علی قادری مفتی کراچی۔

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ القرآن والحدیث علامہ سید احمد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع مجھ پر صاعقہ وار گری۔ حضرت رحمۃ اللہ کی شخصیت بڑی قد آور تھی۔ صدیوں بعد امت مسلمہ کو ایسے در نایاب میسر ہوتے ہیں اس میں کون شبہ کر سکتا ہے کہ حضرت نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک قال اللہ وقال الرسول میں گزار دیئے وہ ہمہ وقت عشق رسول اللہ میں سرشار رہا کرتے تھے، مجھے حضرت نے خود یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ مسجد وزیر خاں میں حدیث شریف پڑھاتے ہوئے ایک گستاخ رسول نے پیچھے سے آکر آپ کی گردن پر کاری ضرب لگائی۔ جس سے آپ کی زلفیں کٹ گئیں اور بہت گہرا زخم آیا۔ مگر آپ کو مطلق پتہ نہ چلا۔ جب شاگردوں نے شور مچایا اور بھگدڑ مچی۔ تب بھی وہ حیران رہے لیکن جب خون بہہ کر سامنے سینے کی طرف آنے لگا۔ تب آپ کو محسوس ہوا کہ یہ واقعہ آپ ہی کے ساتھ ہوا ہے یہ عشق رسول اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ یہ امر واقعی ہے کہ حضرت نے سخت نامساعد حالات میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو بیدار کیا اور گستاخان رسول کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دنیائے اسلام میں بڑے بڑے نامور علماء و فضلاء آپ کے تلامذہ کی صف میں نظر آتے ہیں۔ یہ ناچیز جب بھی حاضر ہوا یہی دیکھا کہ تمام علماء آپ کی تعظیم کر رہے ہیں اور آپ انہیں شفقت فرما رہے ہیں۔ حضرت بڑے وسیع النظر فقیہہ تھے۔

یہ امر خوشی کا باعث ہے حضرت رحمۃ اللہ نے اپنی زندگی ہی میں آپ جیسا فاضل فرزند اہلسنت کے لیے تیار کر دیا، آپ ہم سنیوں کی میراث ہیں جو حضرت مرحوم سے ہمیں عطا ہوئی ہے اور مزید خوشی کی یہ بات ہے کہ آپ لکیر کے فقیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحقیق و تدقیق بلکہ استنباط و اجتہاد کی دولت سے نوازا ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جو تحریریں آپ نے حضرت رحمۃ

اللہ علیہ کی زندگی میں سپرد قلم فرمائی تھیں ان کو حضرت مرحوم کی تائید حاصل تھی اگر آپ کی تحریرات اور تحقیقات کتاب سنت اور فقہ حنفی اور مسلک اہلسنت کے خلاف ہوتیں تو حضرت ضرور بضرور اس کی تردید فرماتے۔

مجھے امید واثق اور یقین کامل ہے کہ وہ مشن جو آپ کے عظیم باپ نے شروع کیا تھا۔ آپ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے اور آپ اس کے اہل ہیں۔ خدا آپ کو یہ عظیم ذمہ داری اٹھانے کی توفیق مزید عطا فرمائے، آمین۔

★ جناب محترم محمد ارشد چودھری وفاقی وزیر سائنس و ٹیکنالوجی۔

حضرت علامہ ابوالبرکات زندگی بھر باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد کرتے رہے جب بھی لادین عناصر نے عوام کو تشکیک میں مبتلا کرنے کی کوشش کی انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں عوام کی رہنمائی فرمائی۔ علامہ مرحوم اپنی عظیم دینی خدمات و برکات کی وجہ سے ہر مکتبہ فکر کی نگاہ میں عزت واحترام کے حامل رہے ہیں۔

★ جناب جاوید ہاشمی وفاقی وزیر تعلیم وسیاست۔

حضرت مفتی اعظم مرحوم کی وفات مذہبی حلقوں کے لیے ہی نہیں بلکہ اس اسلامی ریاست کے لیے بھی بہت بڑا نقصان ہے۔ آپ کی وفات سے وہ خلا واقع ہوا ہے جو شاید مدتوں میں بھی پر نہ ہو سکے۔

★ صاحبزادہ فیض القادری سیکرٹری اطلاعات جمہوری پارٹی۔

سراج المشائخ، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ برصغیر پاک و ہند میں یگانہ روزگار، محدث، فقید المثال مفتی اور صاحب بصیرت عالم دین تھے۔ آپ نے اپنی زندگی لادین تحریکوں کے خاتمے ادیان باطلہ کے بطلان اور اسلامی قدروں کے احیاء کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ملک میں کفر و الحاد کی شدید ترین کشمکش کے دور میں علامہ مرحوم کا وجود اسلام کے

پروانوں اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کے سربکف مجاہدوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

★ جناب بشیر حسین صاحب ناظم اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل اوقاف اسلام آباد۔

حضرت قبلہ امام المفسرین، سید المحدثین، افسر الفقہاء، تاج العلماء ابو البرکات سید احمد قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات نہ صرف اہلِ قرابت کے لیے ہی ایک ناقابلِ برداشت صدمہ ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ بالخصوص اہلسنت وجماعت کے لیے بھی ایک جان گسل اور جانکاہ سانحہ ہے۔ حضرت کی خدمات جلیلہ کی تعریف وتوصیف بیان وقلم سے نہیں ہو سکتی۔

★ علامہ رحمت اللہ ارشد بہاول پور۔

حضرت علامہ اس ملک کی ان چند شخصیتوں میں سے تھے۔ جن کے دم قدم سے علم دین کی شمعیں روشن ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی جس طرح دین کی تدریس اور تبلیغ میں صرف کی وہ ہمارے لیے ایک روشن اور قابلِ تقلید مثال ہے۔ علامہ صاحب کی جدائی نہ صرف ہم سب کے لیے شاق ہے بلکہ یہ ایک قومی نقصان ہے۔

★ بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

ان کی وفات نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے صاحب علم وتقویٰ بزرگ سے محروم کر دیا۔ اس لیے صرف آپ ہی نہیں بلکہ سب مسلمان اس سانحہ پر تعزیت کے مستحق ہیں۔

★ جناب میاں طفیل محمد امیر جماعتِ اسلامی۔

مولانا ابوالبرکات سیّد احمد صاحب کی دینی اور ملی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں وہ تحریکِ آزادی کے عظیم مجاہد تھے۔ انہوں نے پوری زندگی اسلام کی خدمت

میں صرف کر دی۔

★ وفاقی وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور جناب افتخار احمد انصاری صاحب۔
علامہ مرحوم کی دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ قابلِ صد احترام بزرگ تھے انہوں نے اپنی زندگی اسلامی اقدار کی پاسداری کے لیے وقف کی اور رشد و ہدایت کے جو چراغ روشن کیے انہوں نے لاکھوں بندگانِ خدا کی راہیں منور کیں۔

★ حضرت پیر صاحب پگارہ صدر مسلم لیگ۔
مولانا نے تحریکِ آزادی جہاد کشمیر قومی اور دینی تحریکوں میں سرگرم حصّہ لیا۔ اسلامی اخوت کو فروغ دینے میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہو سکے گا۔

★ جناب محمد علی ہوتی وفاقی وزیر تعلیم۔
ان کی موت سے پاکستان ایک عظیم مفکر ممتاز عالم دین سے محروم ہو گیا۔

★ جناب جسٹس سیّد شمیم حسین قادری۔
سیّد صاحب دنیا، علم و فضل کی ایک عظیم شخصیّت تھے۔ ان کے انتقال سے دنیائے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔

★ جناب ملک محمد قاسم سیکرٹری جنرل مسلم لیگ۔
مولانا کی وفات سے قوم کو سخت نقصان ہوا ہے جو کام مولانا نے اپنی زندگی میں کیا ہے اسے نہ صرف جاری رکھا جائے بلکہ پایۂ تکمیل تک بھی پہنچایا جائے۔

★ نذر الرحمٰن رانا سیکرٹری جنرل انجمن شہریاں لاہور۔
حضرت علامہ ابوالبرکات مرحوم و مغفور کی وفات ایک ایسے عالم دین کی وفات ہے۔ جس کا صدمہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے ایک المیہ ہے۔ برِصغیر پاک و ہند

میں علمار کرام اور صوفیائے کرام کی کاوشیں ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ اس روشن باب کو رقم کرنے میں علامہ ابوالبرکات جیسی شخصیات نے اپنی زندگیوں کو دین کی خدمت کے لیے وقف دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے۔

* شیعہ عالم مولانا سید اظہر حسین زیدی لاہور۔

حضرت علامہ ابوالبرکات السید مولانا المحترم سید احمد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات ایسا سانحہ ہے جو ملت اسلامیہ پاکستان کو کبھی فراموش نہیں ہوگا۔ مولانا ایک شمع تھے۔ جن کے گھر پروانہ ہائے علم و فضل کا ہجوم رہتا تھا۔ مولانا ایک سبزہ زار تھے جہاں وادیٔ جہالت کے بھٹکنے والوں کو پناہ ملتی تھی۔

* مولانا کوثر نیازی سابق وزیرِ اوقاف و حج راولپنڈی۔

استاذ العلماء حضرت مولانا سید ابوالبرکات مرحوم و مغفور کی وفات سے ایک یادگار سلف شخصیت ہم سے رخصت ہوگئی ہے آپ اپنے تفقہ فی الدین اور اپنے مسلک سے عدیم النظیر وابستگی کی بنا پر پچھلے قریبی دور میں بھی کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مجھے حضرت کی خدمت میں کئی بار حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اور ہر بار ناقابلِ فراموش یادوں کا خزینہ لے کر میں آپ سے رخصت ہوا۔

* مولانا عطاء اللہ حنیف لاہور۔

حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب کی وفات حسرت آیات سے علمی حلقوں میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں فرمائے اور ان کے اس خلا کو پُر فرمائے۔ ختم نبوت وغیرہ دینی تحریکوں میں انہوں نے بڑی غیرت دینی سے مساعی فرمائی۔

* حافظ عبدالقادر روپڑی لاہور۔

علامہ سیّد ابوالبرکات سید احمد قادری کی وفات خاندانی صدمہ نہیں بلکہ قومی و ملی حادثہ ہے علامہ مرحوم اپنے مقام اور قومی و ملی خدمات کے اعتبار سے اس دور کی منفرد ہستی تھے۔ اس وقت جبکہ پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ کا مسئلہ آخری منزل میں ہے۔ ایسے بزرگوں کی جدائی بہت بڑا المیہ ہے۔ علامہ مرحوم کی وفات سے ملک و ملت ایک ایسے عظیم بزرگ کے سایہ سے محروم ہوئے ہیں جن کا بدل محال ہے۔

★ مولانا محمد عبدالقادر آزاد خطیب شاہی مسجد لاہور۔

محدث عصر حضرت علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمہ پاکستان کی ان یکتائے زمانہ شخصیات سے تھے جن کی دینی و ملی خدمات پر پاکستان کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ ایسے وقت میں ان کی وفات جبکہ پاکستان میں اسلامی دستور کی تشکیل میں ان کی فقیہانہ رہنمائی کی پوری قوم کو اشد ضرورت تھی۔ ملک و ملت بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے سانحہ عظیم ہے۔

★ مولانا احسان الٰہی ظہیر لاہور۔

افسوس ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پورا نہ ہو سکے گا۔ وہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر میں ایک نمایاں مقام رکھنے والے عالم دین تھے۔

تاریخ وصال

قال اللہ رضی اللہ عنہ	رضی المبین عنہ دائماً ابداً
۱۳۹۸ھ	۱۳۹۸ھ

قبلہ اہل دین مولانا سید احمد اشرفی قادری

۱۳۹۸ھ

استاد محترم قبلہ سیّد صاحب علیہ الرحمہ

علامہ حافظ مظہر الدین راولپنڈی

اُستاد محترم ابوالبرکات سیّد احمد شاہؒ صاحب کی تمام تر زندگی اسلام کی نشر و اشاعت میں گزری۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز تحریک شدھی کے زمانے میں ہوا تھا۔ علوم درسیہ کی تکمیل آپ نے صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدینؒ صاحب کی درس گاہ میں کی تھی۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں زہد و تقویٰ کی بناء پر شیخ العرب والعجم صوفی محمد حسینؒ صاحب مراد آبادی نے آپ کو اپنی مسجد کا امام منتخب کر لیا تھا۔ یوں آپ کو شیخ کے فیوض و برکات سے استفادے کا بیش از بیش موقع ملا۔ سیدّ صاحب قبلہ کی نسبتِ ارادت کچھوچھہ شریف کی درگاہ سے تھی یہیں سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔ لیکن با ایں ہمہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا کر دیا۔ اپنے سلسلے کے اوراد و اذکار سے بھی نوازا۔ عملیات کی تعلیم بھی دی۔ جن میں جنات کی حاضری کا عمل حیرت انگیز تھا جو اب بھی آپ کے بعض تلامذہ میں جاری و ساری ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد جب مجھے حضرت سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا تو میں آپؒ سے عہد رفتہ کی باتیں سنتا۔ کبھی مرکز علم و عرفان بریلی کا ذکر چھڑ جاتا کبھی صدر الافاضل کی درس گاہ مراد آباد کا اور کبھی حضرت صوفی صاحبؒ کی معارف پرور صحبتوں کا مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوروی جب اپنا قصیدہ "سمتِ کاشی سے چلا جانب متھرا بادل" سنانے کیلئے اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خانؒ کے پاس بریلی پہنچے تو اس وقت سید صاحب بھی وہاں موجود تھے محسن کی خواہش معلوم کرنے کے بعد اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا کہ کھانے اور نماز کے بعد اطمینان سے قصیدہ سنوں گا۔ سیدّ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس مدت میں اعلیٰ حضرتؒ نے قصیدہ معراجیہ لکھ

لیا۔ محسن نے یہ قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا کہ اب کچھ سنانے کی ہمت نہیں رہی۔

جن دنوں ہندو مسلمان اتحاد کا غلغلہ تھا ہمارے بڑے بڑے لیڈر بہک گئے تھے لیکن سیدؒ صاحب اور ان کے بزرگوں نے استقامت کی راہ ترک نہ کی۔ پوری قوت سے اس فتنے کا سدباب کیا۔ اسی سلسلے میں آپ پر خنجر سے حملہ بھی کیا گیا۔ آپ زخمی بھی ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ اگرچہ سیاسیات سے آپ کو کوئی خاص شغف نہ تھا۔ قرآن وحدیث کی نشر و اشاعت ہی میں آپ کے لیل و نہار گذر رہے تھے۔ لیکن اسلام کی سربلندی کے لئے جب بھی کوئی تحریک اٹھی آپ نے ایک مرد مجاہد اور غازی کا کردار ادا کیا۔ مناظرہ کے میدان میں خصوصیت سے آپ کے جوہر کھلتے تھے۔ تقریر کی دلپذیری کا یہ عالم ہوتا کہ گھنٹوں تقریر سننے کے باوجود سامعین بے مزا نہ ہوتے۔ از اوّل تا آخر وجد و کیف کا عالم طاری رہتا۔ بعض اوقات تو شدت جذبات میں آپ کے آنسو بھی ٹپک پڑتے۔ اس وقت قدسیوں کی روحیں بھی وجد میں آجاتیں یہ آپ کے عشق رسول ؐ کا اعجاز تھا۔

ایک دفعہ گفتگو کے دوران میں نے یہ سوال کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کے زمانے میں آپ نے ذبیحہ گاؤ پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ گائے کا گوشت کھانا کوئی ضروری تو نہیں ارشاد فرمایا کہ مستحب جب نہ صرف مٹایا جا رہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جا رہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں مستحب، مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے میں اس مخلصانہ جواب سے بیحد محظوظ ہوا۔ سیدؒ صاحب قبلہ کی سندِ حدیث دو واسطوں سے حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی تک پہنچتی تھی اور یہ سعادت صرف انہی لوگوں کو نصیب ہوئی جنہوں نے حضرت کے والد ماجد مولانا دیدار علی شاہ صاحب سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔

پورے وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپؒ کے تلامذہ کی تعداد کتنی ہے اور آپ نے کتنے ہزار محدّث پیدا کئے، لیکن یہ امر یقینی ہے کہ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت قیامت

تک جاری رہے گا اور دنیائے عشق و محبت آپ کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوتی رہے گی۔

از مار میدۂ بہ لحد آرمیدۂ — خواب تو خوش کہ کلفتِ یاراں نہ دیدۂ

داخلِ خلدِ احسنیٰ

رحلتِ سیدؒ ابوالبرکاتؒ — کر گئی صید دام ہجر حیات

اٹھی وہ ہستی تھی جو اول سے — پاک دل پاک ذات پاک صفات

اونیس سو سینتالیس عیسوی سے — میں ہوں ان کا اسیر دام صفات

دور ہجرت میں تھے ندیم میرے — غم ترک وطن سے بخشی نجات

احمد میمن اور میں دونوں — انکے باعث تھے داخل حسنات

ہم کلامی و ہم طعامی کا — بخششے تھے شرف ستودہ صفات

غم فرقت سے پارہ پارہ ہے دل — جانِ قابل ہے کشتۂ صدمات

ہے دعائے دلِ حزیں کہ ملے — انکو خلد بریں میں تازۂ حیات

حوریں نغمہ سرا رہیں ان کی — ہوں ملائک مقرب درجات

آہ محمود رضوئیؒ مغموم — کس طرح سہہ سکیں گے یہ صدمات

رخصت اور پیارے باپ کی رخصت — رحلت اور رحلت مبارک ذات

جو بھی پیدا ہوا مرے گا ضرور — ذائقہ موت کا چکھے گی حیات

اسی منزل میں ہے بشر مجبور — حق کے قبضہ میں ہیں حیات و ممات

میری جانب سے تعزیت ہو قبول — سُن لیں پسماندگاں یہ دل کی بات

یاد مرحوم کو رکھیں ہم سب — ورد قرآن کا رہے دن رات

داخلِ خلدِ احسنی قابلؔ
ہوئی تاریخ مرگ عالی صفات

تحریر:- علامہ اقبال احمد فاروقی

سیدی علامہ مولانا سید ابوالبرکات قادری، اشرفی، قدس سرہٗ

؎ رفتید ! ولے نہ از دلِ ما۔

سیدی علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان کے وصال کو کئی ماہ گذر چکے ہیں۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باتوں کی مٹھاس کانوں میں ابھی تک ٹپک رہی ہے۔ ان کی مجالس کی خوشبو ابھی تک دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے۔ ان کے ملفوظات کی ضیائیں ذہن و فکر کو جلا بخش رہی ہیں، ان کی شفقت بھری نگاہیں چہروں کو طمانیت کے فروغ سے نواز رہی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اب ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ وہ ابھی ابھی مکتبہ نبویہ سے اٹھ کر اپنے قدیم دار العلوم میں داخل ہوئے ہیں اور اپنی علمی کتابوں پر نگاہیں ڈال رہے ہیں

؎ آرام کردہ بہ نہاں خانۂ دلم ✕ خلقے دریں گماں کہ بہ مرقد نشستہ

آپ اپنے والد مکرم سید مولٰینا دیدار علی شاہ الوری المشہدی قدس سرہ کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں پہلی دفعہ لاہور آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاہور کے اہلِ ذوق برِصغیر کے علماء و فضلاء کو اپنے ہاں بلاتے۔ دیدہ و دل فرش راہ کرتے ان کے وعظ سے اپنی مجالس کو آباد کرتے۔ ان کے علمی خزانوں سے اپنے دامن امید کو بھرتے اور اور پھر ان بزرگان ملت کے بیانوں سے عوام الناس کو دین کی دولت حاصل کرنے کا اہتمام کرتے۔ حضرت مولٰینا دیدار علی شاہ ان دنوں مفتی آگرہ تھے۔ ان کی

علمی شہرت برصغیر کے مسلمانوں کے دِل و دماغ کو مسحور کر چکی تھی ۔ وہ اپنے زورِ بیان سے اہلِ علم حضرات سے خراجِ تحسین حاصل کر رہے تھے ۔ انجمن نعمانیہ لاہور کے اراکین نے بھی اپنے تاریخی اجلاس میں آپ کو تقریر کرنے کی دعوت دی ۔ آپ کی پہلی تقریر نے زندہ دلانِ لاہور کو موہ لیا ۔ آپ کے زورِ بیان سے سست عناصر حلقوں میں گرمی گفتار پیدا ہونے لگی ۔ آپ کی دینی مباحث نے نظریاتی دنیا میں تہلکہ بپا کر دیا ۔ نعمانیہ کے تاریخی اجلاس کے بعد اہلِ لاہور کے دینی حلقوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت کو لاہور کے قیام پر آمادہ کیا جائے ۔ چنانچہ آپ کو لاہور کی مسجد وزیر خاں کی خطابت کے لیے منتخب کر لیا گیا ۔ یہ لاہور کے لوگوں کے خلوص اور دین سے والہیت کی کشش تھی کہ حضرت آگرہ جیسے تاریخی شہر کو چھوڑ کر مدینۃ اولیاء لاہور میں قیام پذیر ہو گئے ۔

مولانا سیّد دیدار علی شاہ کی آمد کے ساتھ آپ کے دو نوجوان صاحب علم و فضل صاحبزادے سیّد محمد احمد ابوالحسنات اور سیّد احمد ابوالبرکات بھی قیام پذیر لاہور ہوئے ۔ سیّد دیدار علی شاہ نے تھوڑی ہی مدت بعد مسجد وزیر خاں میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو بعد میں دارالعلوم حزب الاحناف کے نام سے شہرہ آفاق ہوا اور دہلی دروازے کے اندر باقاعدگی سے تشنگانِ علومِ دینیہ کو دعوتِ تعلیم دینے لگے ۔ آپ کے یہی صاحبزادے اس دارالعلوم کے اولین مدرسین میں سے تھے ۔

علاّمہ سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ نے اس دارالعلوم کو اپنی زندگی کی صبح و شام بنا لیا ۔ نمازِ صبح سے ظہر تک طلباء کے حلقے میں پڑھاتے ۔ ظہر سے عصر تک عوام الناس سے دینی مسائل پر گفتگو فرماتے ۔ عصر سے شام تک معمولاتِ قادریہ میں مشغول رہتے اور پھر عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر نصف شب تک

مطالعہ کتب میں مستغرق رہتے۔ آپ نے انہیں معمولات میں مسلسل کئی سال گزارے آپ کی لگاتار اور شبانہ روز محنت کا نتیجہ تھا کہ دار العلوم حزب الاحناف پنجاب بھر کے لیے سرچشمۂ علم اور مطلع انوارِ فضل وکمال بن گیا۔ تشنگان علومِ دینیہ کشاں کشاں اس چشمۂ شیریں تک پہنچنے لگے۔ بادہ کشاں فنون اسلامیہ شورِ نوشانوش کے ساتھ داخلہ لینے لگے اور تہی دامن اہلِ ذوق دور و دراز علاقوں سے سفر کر کے لاہور پہنچنے شروع ہوئے۔ حضرت علّامہ ابوالبرکات کی محنت اور قابلیت نے طالب علموں کو ہی نہیں وقت کے علماء و مشائخ تک کو متاثر کیا اور اس طرح، دار العلوم مرکز علم و ادب بن گیا۔

دار العلوم حزب الاحناف نے اس ربع صدی میں اپنے لاتعداد شاگردوں کو دولت علم سے مالامال کر دیا۔ ان شاگردوں میں سے بعض علماء تو آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ ان میں مدرس معلم، مفتی، ادیب، فقیہہ اور خطیب بن کر برِّصغیر کے گوشے گوشے میں پھیلتے گئے اور جہالت کی تاریکیوں کو نورِ علم سے ہٹاتے گئے۔ حزب الاحناف کے اکثر نامور فرزندوں نے دینی علوم کی درس گاہیں قائم کیں۔ دور دراز علاقوں میں دار العلوم جاری کئے۔ عظیم الشان مساجد تعمیر کیں اور اپنی خطابت و نیابت سے اسلامی نظریات کی ضیائیں بکھیرتے گئے اس دار العلوم کے فارغ التحصیل علماء نے عقاید اہلسنت کی حفاظت کے لیے اس وقت اہم کردار ادا کیا جب اسلام انگریز حکمرانوں کی حکمت عملی کی بدولت فرقوں میں بٹتا جارہا تھا اور یہ برِّصغیر سینکڑوں نظریاتی فتنوں کی آماجگاہ بن رہا تھا۔ ان فرزندان حزب الاحناف نے شہروں، قصبوں اور دور دراز بستیوں میں پہنچ کر عقائد اہلسنت کی نگہبانی کی اور معاشرے میں بے دینی اور محبت رسول سے بے گانگی کے رجحانات کو بڑی پامردی سے روکا۔ سیّد ابوالبرکات رحمہ اللہ

اس دار العلوم کے ناظم، مہتمم، شیخ القرآن اور شیخ الحدیث ہی نہ تھے۔ وہ بذاتہٖ ایک انجمن تھے۔ جن سے علم کے ساتھ عقائد کی پختگی اور عقائد اہلسنت کی اشاعت کے مراکز قائم کرنے کا حوصلہ ملتا تھا۔

مجھے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۷ء تک کا وہ زمانہ یاد ہے جب میں خود بھی دستر خوان علم سے ٹکڑے اکٹھے کرنے میں مصروف تھا۔ دار العلوم حزب الاحناف کے یہ رجل جلیل (حضرت ابوالبرکات) تدریسی اور تعلیمی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں ابھرتی ہوئی تحریکات پر بھی اپنا امتیازی کردار ادا کیا کرتے تھے۔ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی مکتب فکر کی اشاعت کے لیے سرگرم عمل تھے وہ اپنے عقائد انجمن خدام الدین کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھپوا کر عوام میں تقسیم کرتے اور سید صاحب قبلہ انجمن حزب الاحناف کی طرف سے ایسے رسالوں کا جواب اپنے جوابی رسالوں میں شائع کرتے۔ علامہ مشرقی ان دنوں علماء کرام کے خلاف زبردست مہم چلا رہے تھے اور آئے دن "مولوی کا غلط مذہب" کے عنوان سے سینکڑوں رسالے چھپتے اور تقسیم ہوتے ادھر سید صاحب کے دار العلوم سے "مشرقی کا غلط مذہب" کے عنوان سے جواب الجواب رسالے چھپتے اور تقسیم ہوتے۔ خاکسار تحریک سے وابستہ نوجوان رات کے وقت جب "چپ، راست" کی بارعب آواز کے ساتھ بازاروں میں پریڈ کرتے تو دوسری طرف سید صاحب قبلہ کے حلقے کے نوجوان "یمین و یسار" کی پرشکوہ آوازوں کے ساتھ پریڈ کرتے اور لاہور کے کوچہ و بازار کو رات گئے تک بیدار رکھتے۔ قادیانی مناظر بساط مناظرہ بچھاتے تو سید صاحب قبلہ کو جواب کے لیے مدمقابل ہوتے اور مناظرہ کی سٹیج پر کھڑے نظر آتے۔ مسجد شہید گنج کا سانحہ جب احراری اور کانگریسی سیاست دانوں کی زد میں آیا تو یہ سید صاحب کی ذات گرامی تھی جو درس گاہ سے نکل کر پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے پاس پہنچی اور انہیں اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کے ساتھ مسجد عالمگیری میں تاریخی

اجتماع کرنے پر آمادہ کیا اور لاہور کی تاریخ میں ایک بے مثال اجتماع کا اہتمام کیا۔
تحریک ختم نبوت کے دوران یہ دار العلوم سنیوں کی طرف سے تحریک کا مرکز تھا۔ مولانا محمد حسین نعیمی اور صاحبزادہ سیّد محمود احمد رضوی اس مرکز سے گرفتار ہوئے اور اس مرکز سے مرزائیت کی رد میں لٹریچر شائع ہوا۔

دار العلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس ان دنوں مسجد وزیر خاں کے وسیع و عریض صحن میں منعقد ہوا کرتے تھے ان اجلاسوں کا اہتمام و انتظام سید صاحب قبلہ کے حسن انتظام اور اہل علم کے دلوں میں قدر و احترام کا ایک نمونہ ہوتا تھا کلکتہ سے لے کر خیبر تک کے جلیل القدر سنی علماء جمع ہوتے۔ قد آدم اشتہارات چھپتے۔ ریلوے سٹیشن سے لے کر مسجد وزیر خاں تک آنے والے سنی علماء کے استقبال کا خصوصی اہتمام ہوتا۔ لاہور کے کوچہ و بازار مشتاقان دیدار سے اٹے نظر آتے صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت محدث کچھوچھوی رونق فرمائے لاہور ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حامد رضا بریلوی صاحبزادہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ ہزاروں شاگردوں کے جلو میں جلوہ فرما ہو رہے ہیں۔ حضرت پیر حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری ہزاروں مریدوں کے جلوس میں پہنچ رہے ہیں۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) کی آمد آمد ہے۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نورانی مریدوں کے جلو میں جلوہ فرمائی کر رہے ہیں۔ جھنگ سے مولانا قطب الدین جھنگوی آ رہے ہیں۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی کی سیاہ زلفیں اور بارعب شملہ اپنی روایتی جھلک کے ساتھ اہل لاہور کو کھینچ رہا ہے۔ پیر ولایت شاہ بصد خلوص و نیاز جلسہ گاہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پھر اہل سنّت کے قافلے اور اہلِ دل کے کارواں جوق در جوق جلسہ گاہ کی طرف رواں دواں ہیں۔ ہائے زمانہ کی رفتار تجھے کہاں روکا جائے۔

ع اہلِ دل کے کارواں کن وادیوں میں کھو گئے۔

جلسہ گاہ میں ایک بلند سٹیج پر منقش قالین بچھی ہوئی ہے۔ سٹیج پر ایک سو گاؤ تکیے پڑے ہیں۔ علماء کرام اور ہزاروں بزرگان اہلسنت بڑی شان و شوکت سے جلوہ فرما ہیں۔ نقرئی پاندان سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ معطر معطر ماحول، پاکیزہ اور نورانی شکلیں، خلوص و محبت کی تصویریں، سامعین اسلام کی عظمت کی شہادت دے رہے ہیں۔ حاضرین حدِ نگاہ تک باادب، باوضو اور باحسن عقیدت ہمہ تن گوش بر آواز مقررین ہیں۔ بارگاہِ رسالت میں نعت کے گلدستے پیش کئے جا رہے ہیں۔ نعت خوانان رسول پر نوٹ برس رہے ہیں۔ صلوٰۃ سلام کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ توحید و رسالت کے نعرے گونج رہے ہیں۔ مسجد کا عریض و وسیع صحن سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور جب حضرت محدّث کچھوچھوی کے خطبہ کی گونج دار آواز ابھرتی ہے تو رقت کا سماں طاری ہو جاتا ہے۔

ے اللہ اللہ کیا ہوئیں وہ مجلسیں! کہاں گئے وہ لوگ

صدر الافاضل ذکرِ رسول فرما رہے ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ سامعین بھی آنسوؤں کی جھڑیاں برسا رہے ہیں۔ بے پناہ مجمع مگر ایک سناٹا ہے۔ حدِ مسجد تک لوگ مگر نظم و ضبط کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اہلِ درد کی آہیں اور اہلِ رقت کی سسکیاں فرشتوں سے بھی دادِ عقیدت وصول کر رہی ہیں۔ ہائے!

ع تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے؟

رات کے اجلاس دیدنی اور رات گئے کی تقاریر شنیدنی ہوتی تھیں۔ اہلِ لاہور ہی نہیں اہلِ پنجاب جمع ہیں۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی گرج رہے ہیں۔ مولانا حشمت علی معاندین پر برس رہے ہیں۔ ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی اپنی ترنم ریزیوں سے دلوں کو موہ رہے ہیں۔ مولانا سردار احمد (شیخ الحدیث) اپنے دلائل سے ذہن و فکر کو مالامال کر رہے ہیں۔ مولانا قطب الدین جھنگوی اپنی گھنی زلفوں کو لہراتے ہوئے (مسئلہ رڑے پر چڑھا رہے ہیں) مسئلہ صاف کر رہے ہیں۔ پیر ولایت شاہ اپنی تلوار کی

نوک کے ساتھ گرج رہے ہیں. پھر مولانا محمد یار بہاولپوری اپنی سنہری ٹوپی اور لال پٹکے کے ساتھ رومی کی مثنوی کے مترنم اشعار کی دستک سے اہل دلوں کے نہاں خانوں کے دروازے ہلا رہے ہیں۔ یہ رونقیں، یہ نور کی بارشیں، یہ علم و فضل، کی ضیائیں یہ صلوٰۃ و سلام کی بہاریں، یہ علماء کے جھمگٹے یہ اہل دل کے مجمعے یہ اہل ذوق کی محفلیں پھر اہل سنت کی مجلسیں تو حضرت سید ابوالبرکات کے دم قدم سے آباد تھیں.

ع: تیرے جانے سے بہاروں کو نہ جانے کیا ہوا

سید صاحب نے اپنی ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول کی سعادتوں میں گزاری۔ آپ سیاسی تحریکوں اور ہنگاموں سے دور رہ کر قرآن و حدیث کے انوار کو بکھیرتے رہے۔ ان کی جوانی ان کے بڑھاپے کا دیباچہ تھی اور ان کا بڑھاپا ان کی جوانی کا بہترین سرمایہ تھا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی تدریس میں وقف کی اور ان کا بڑھاپا بھی اس عظیم مقصد کی نذر ہوا۔ وہ بستر علالت، زمانہ تکلیف اور پھر زندگی کے آخری ایام میں بھی اپنے طالب علموں کو اسباق حدیث سے جدا نہ کر سکے وہ نہ صرف حافظ صحاح تھے بلکہ احادیث کی اسناد۔ رجال الاحادیث بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان حدیث کے عہد قیام کی تاریخ کے واقف تھے۔ وہ احادیث کے موضوع پر گفتگو فرماتے تو وقت کی کڑیاں ٹوٹ جاتیں. مگر ان کے بیان کا سلسلہ ختم نہ ہوتا۔ ان کے دستر خوان علم پر طالب علموں کا حلقہ ہوتا. ہزاروں طلباء اپنا اپنا حصہ لے کر نکلے اور دنیا کے مختلف مقامات پر اس علم کی روشنیاں دوسروں تک پہنچاتے گئے۔ آج پاک و ہند کے اکثر اسلامی مدارس. دینی مراکز، مساجد اور مکاتب آپ کے دارالعلوم کے فارغ التحصیل شاگردوں، مدرسوں، خطیبوں اور ادیبوں سے آباد ہیں۔ آپ اپنی علمی بصیرت اور فقہی بصیرت کی وجہ سے سنیوں کی دنیا میں روشنی کا مینار تھے. کوئی فقہی۔ اعتقادی یا نظریاتی مسئلہ حل

نہ ہوتا تو علماء آپ سے رجوع کرتے اور آپ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا۔ اہلِ علم حضرات آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا سعادت خیال کرتے اور آپ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کو باعث سعادت و افتخار خیال کرتے۔

مقدور ہو تو موت سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے!

آپ ایک علمی شخصیت تھے۔ سیاسی مباحث سے نہ آپ کو دلچسپی تھی۔ نہ آپ کو سیاسی چالیں آتی تھیں۔ آپ کے دارالعلوم میں اگر کوئی سیاسی بحث ہوتی تو آپ اٹھ کر اپنے کتاب خانہ میں چلے جاتے۔ سیاسی شخصیات کو ملنے یا بلانے میں آپ نے کبھی دلچسپی نہیں لی۔ آپ علمی اور خاص کر اعتقادی حضرات سے ملتے خوش عقیدہ لوگوں کی عزت کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ جو عقیدہ کی راہ سے بھٹک جاتا۔ اس سے کوئی راہ و رسم نہ رکھتے۔ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں موجود تھیں۔ مگر اکثر کتابیں اعتقادیات پر تھیں آپ کے حافظے میں علماء اعتقادیات کے اقوال اور کتابوں کے صفحات کے صفحات نقش تھے۔ میں نے بارہا مخالفین کی تحریروں کو آپ کی زبان سے سنا۔ پھر ان تحریروں کے صفحات کتابوں کے ایڈیشن اور مطابع کا نام تک بیان فرماتے جاتے۔ آپ جب مباحث یا مناظرہ میں ان کتابوں کے حوالے پیش کرتے تو آپ کے حافظے کی قوت کا احساس ہوتا۔ آپ کی نگاہیں صرف علماء اہلسنت کی تحریروں پر نہ تھیں۔ بلکہ مختلف طبقات مذاہب کے اہلِ قلم کی تحریروں پر پورا پورا محاسبہ تھا۔

سیّد صاحب کی مجالس میں علماء کرام کے علاوہ طلباء، شعراء، اطباء اور فقراء آتے طلباء کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے۔ شعراء کا

کلام سنتے مگر غلطی کی نشاندہی نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ بعض معائب سخن پر آپ بروقت اپنے خاموش تاثر کا اظہار فرماتے۔ اطباء سے ادویات اور انسانی صحت کے طریقۂ علاج پر گفتگو فرماتے۔ فقراء پر خصوصی توجہ فرماتے۔ درس اور علمی مصروفیات سے ہٹ کر شعر و ادب سے دلچسپی کا اظہار فرماتے۔ مجھے آپ کی مجالس میں اکثر فارسی، اردو اور عربی اساتذہ کے منتخب اشعار سنانے کا موقعہ ملا۔ آپ شعر سنتے اور داد دیتے اور انتخاب شعر کی تعریف کرتے۔ کئی بار جب خود اساتذہ کے اشعار سناتے تو میرے کشکول ذہن کو بھر دیتے اور اہل مجلس محو حیرت ہو جاتے کہ یہ ایک مصروف اور تدریسی ذہن اتنی خوش ذوقی کی دولت سے مالا مال ہے۔ پنجابی اشعار کو سنتے تو ترجمہ اور تشریح طلب فرماتے۔ تشریح کی جاتی تو اس موضوع پر فارسی یا اردو اساتذہ کے اشعار سناتے نعت خواں حضرات آپ کی مجالس میں عزت پاتے اور داد پاتے اور انعام بھی پاتے۔ اچھی نعت گوئی اور عمدہ نعت خوانی پر دل کھول کر داد دیتے۔

دین کی خدمت کرنے والوں کا بے حد احترام کرتے۔ مسلک اہلسنت کی حفاظت کرنے والوں کو خصوصیت سے نوازتے۔ آخری عمر میں جب آپ نے بعض سنی اشاعتی اداروں کی مفید اشاعتی کوششوں کو دیکھا تو بڑی حوصلہ افزائی فرماتے۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کی خدمات کو سراہتے اور مکتبہ نبویہ لاہور کی تازہ مطبوعات دیکھ کر خوش ہوتے پڑھتے اور پھر دعاؤں میں یاد فرماتے۔ فتاویٰ رضویہ چھپا تو خوشی سے جھوم اٹھے دارالعلوم کے تمام طلباء کو فتاویٰ کی جلدیں خرید کر تقسیم فرماتے۔ بیماری کے دوران معارج النبوۃ کا ترجمہ چھپا تو اپنے رفیق مجلس جناب نصیر الدین ہاشمی سے اس کتاب کے مقدمہ سے لے کر اختتام تک سنا اور بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ کتاب کے آغاز میں میرا دیباچہ سن کر فرمانے لگے "تم نے ملامعین واعظ الہروی کی شخصیت کو میرے سامنے بلند سے بلند مقام پر لا کھڑا کیا ہے"۔ شواہد النبوت۔ ملفوظات شریفہ اور دوسری کتابوں کے تراجم بستر علالت پر سنتے رہے اور میری حقیر کوششوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

بیماری کے دوران آپ کو بے پناہ تکلیف اور شدتِ درد میں سے گزرنا پڑا مگر درد کی برداشت کا یہ عالم تھا کہ گفتگو میں نشست و برخاست میں، عبادات و معمولات میں کبھی اہل مجلس کو محسوس تک نہیں ہونے دیا کہ وہ درد کی شدت سے گزر رہے ہیں گلوکوز کی نالیاں اپنا کام کر رہی ہیں۔ مگر آپ زبان و نگاہ سے اہل مجلس کے سوالات کے جوابات نہایت اطمینان سے دیتے جا رہے ہیں۔ علمی مباحث پر گفتگو بھی ہے اور کتابوں کے زبانی حوالے بھی سنائے جا رہے ہیں۔ راقم الحروف شدید بیماری میں مخل ہونے سے دانستہ اجتناب کرتا۔ مگر آپ دیر سے حاضر ہونے کی وجہ دریافت کئے بغیر نہ رہتے اور دیر سے حاضری کا نوٹس لیتے۔ زندگی کے دوسرے مصائب اور ابتلائی کیفیتوں کو بھی آپ نے خندہ پیشانی اور جواں مردی سے برداشت کیا وہ ہر دکھ بہتے اور مصیبت برداشت کرتے کبھی شکوہ نہ کرتے۔ مگر عزیز دوستوں کا کسی وجہ سے روٹھ جانے اور پھر جدا ہو جانے کے رنج کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکتے۔

اعلحضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے عقیدت ہی نہ تھی۔ عشق تھا۔ آپ کا نام سنتے تو خوشی سے کھل اٹھتے۔ آپ کا کلام سنتے تو گھنٹوں بیٹھے رہتے آپ کی کتاب کا اچھا ایڈیشن دیکھتے تو چھاپنے والے کو دعا دیتے آپکا ذکرِ خیر زبان پر لاتے تو وہ علمی نکات بیان فرماتے۔ جس سے کتابوں کے صفحات اور سوانحی کتابوں کے اوراق اب تک خالی ہیں۔ بریلی سے جو بھی آتا۔ اسے سینے سے لگاتے۔ اپنے زمانۂ طالب علمی کے بریلی شہر کے گلی کوچوں کی تعریف کرتے۔ مکتب بریلی کی ایک ایک طالب علم کی یاد تازہ کرتے چلے جاتے۔ بریلی شریف کی علمی یادیں ان کی یادوں کا سرمایہ تھیں اور اس شہر کی علمی شخصیتیں ان کی عقیدت و محبت کا مرکزی نقطہ تھیں۔

سراج اہل تقویٰ حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ

تحریر:۔ استاذ المدرسین حضرت علامہ مہر دین صاحب مدظلہ العالی

حضرات! یہ چالیسویں کا تعزیتی اجتماع جس میں علماء، فقہاء، صوفیا و دیگر متعلقین و متوسلین وغیرہم موجود ہیں۔ غالباً اس وجہ سے ہو کہ اس میں حضرت سیدی وسندی واستاذی ابوالبرکات سید احمد بریلوی رضوی رحمہ اللہ کا اجمالی تعارف سامعین کے روبرو پیش کیا جائے۔ سامعین باتمکین! حضرت سیدی وسندی ابوالبرکات سید احمد بریلوی رضوی رحمہ اللہ اپنے والد محترم ذوالمجد والکرم قدوۃ السالکین، عمدۃ الکاملین متبحر علوم ظاہری و باطنی واقف اسرار جلی وخفی حضرت اوستاذی سیدی مفتی محمد دیدار علی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے ہمراہ تقریباً ۱۹۲۴ء میں ریاست الور سے بعض معزز احباب کی التجاء پر سرزمین پنجاب لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ نوجوان عمر تھے۔ آپ نے آتے ہی اسلامی نشرو اشاعت کا سلسلہ شروع فرما دیا۔

لاہور پنجاب کی حالت

برادران محترم! جب حضرت قبلہ سیّد صاحب کا ورود مسعود لاہور ہوا اس وقت لاہور بلکہ پنجاب میں فرقہائے باطلہ نے اہلسنت والجماعت کے خلاف ایک مستقل محاذ بنا رکھا تھا اور ہر طرف بدعت و شرک، عقائد باطلہ کاسدہ کی تبلیغ ہو رہی تھی۔ اہلسنت کے عقائد کو بری طرح نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ گو بعض حضرات اہلسنت مثلاً مولانا غلام قادر بھیروی رحمہ اللہ، پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمہ اللہ، میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ، حضرت عبد الغفار صاحب رحمہ اللہ

وغیرہ مناسب طور پر انکار دِ بلیغ فرماتے۔ مخالفین کی یلغار دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اور عوام و خواص اہلسنت حیران و پریشان نظر آتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے۔ کہ اے اللہ غیب سے ہماری مدد کر اور ہمارے اسلاف کے عقائد و اعمال کو برقرار رکھ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا کہ حضرت ابوالبرکات سید احمد صاحب بریلوی رضوی رحمہ اللہ کو اصلاح احوال کے لیے لاہور میں متقرر فرمادیا۔ الحمدللہ کہ عین وقت پر حضرت موصوف قدس سرہ کا وجود رحمت ثابت ہوا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ صاحب موصوف گم گشتگان، راہ استقامت کے لیے روشنی کا مینار رشد و ہدایت کا سرچشمہ، اہلسنت کا سہارا، قوم کا وقار، ملک کا جلال، عزت و شرافت کا منبع، فضائل و فواضل کا مصدر، دیانت و امانت، صداقت و نجابت کا مجسمہ ثابت ہوئے۔ جنہوں نے اپنی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت اسلام اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کر دیا۔ مختصر طور پر آپ کے کوائف حیات طیبہ کا تصور حسب ذیل سطور سے سمجھا جاسکتا ہے تفصیل کے لیے کسی اور وقت کا انتظار کریں۔

سیاست ملکی اور حصول امن عامہ

حضرات گرامی! قبلہ سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز نے ملکی معاملات کی اصلاح کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور رفاہ عامہ کے لیے ممکن بھر مساعی جمیلہ کام میں لاتے رہے چنانچہ ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس بنارس (انڈیا) جو کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کی درحقیقت سبب اور موجب ہوئی شریک ہوئے پھر شدھی تحریک اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں شریک ہو کر ممکن بھر اپنی مساعی جمیلہ بروئے کار لاکر اپنا فریضہ ادا کیا۔ پھر عائلی قوانین

کی افراط و تفریط پھر مسعودی فتنہ کہ نماز میں اردو میں قرأت پڑھنی چاہیئے۔ اس کی بھرپور مخالفت کر کے اس فتنہ قرأت اردو کو زندہ درگور دفن کرایا۔ پھر فرقہائے باطلہ کی عقائد اہلسنت پر جارحیت کا مدت عمر مقابلہ کرتے رہے اور بحمدہ تعالیٰ عقائد صحیحہ اہلسنت پر عقائد باطلہ کی آنچ نہیں آنے دی۔ پھر کانگریس اور ہندو مسلم اتحاد جو کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے معرض وجود میں لایا گیا تھا اس کا قلع قمع کرایا اور ہندو کانگرس اور کانگرسیوں کی امیدوں کو خاک در خاک کر دیا۔

ملی اور دینی خدمات :۔ حضرت موصوف قدس سرہٗ العزیز نے تادم آخر علوم اسلامیہ قرآن کے حقائق و معارف کی وضاحت، حدیث، فقہ، اصول وغیرہ جملہ علوم کی تعلیم و تدریس میں اپنے شب و روز ایک کر دیے۔ غایت یہ کہ حالت علالت میں بھی اسباق پڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ جب اٹھنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔ تب بھی لیٹے لیٹے اسباق پڑھایا کرتے اور جس نے جس حالت میں پڑھا پوچھا دریغ نہ فرماتے جس خلوص کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیشمار مدرسین، مصنفین مرتبین، مناظرین، مولفین واعظین آپ کے فیضان کرم سے متاثر ہوئے اور وہ ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل گئے اور متعدد دار العلوم دار الافتاء، دار التبلیغ، دار النصیحۃ اور اسلامی نشر و اشاعت کے مراکز قائم کر دیئے۔ جن سے شب و روز قال اللہ و قال الرسول کی روح افزا صدائیں گونج رہی ہیں اور صداقت و خلوص کے جان پرور تاثرات سے مخلوق خدا کے ایمان چمک رہے ہیں

مخالفین سے تبادلہ خیالات قبلہ سید صاحب رحمہ اللہ آپ نے عقائد حقہ اہلسنت کی نشر و اشاعت

اور تبلیغ واظہار بلاخوف لومۃ لائم کھلے بندوں کی حتیٰ کہ مخالفین نے اپنی کوتاہیوں اور غلط عقائد کو چھپانے کے خاطر آپ پر جانکاہ حملے کیے۔ مگر اس پیکر استقلال نے اپنے تصلب دینی میں سرِمو فرق نہیں آنے دیا اور اپنے حقیقی انداز پر اپنے اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ گفتگو میں طرزِ استدلال انتہائی طور پر محققانہ ہوتا کہ مخالف کو سوائے سرِتسلیم خم کرنے کے چارہ نہ رہتا۔ فرق باطلہ سے اسی طرح مکالمہ ہوتا اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح و نصرت عطا فرماتا، خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین علمی اور عملی طور پر آپ سے لرزہ براندام تھے اور کسی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

فتاویٰ جات حضرت سید صاحب قدس سرہ کے ذاتی اور فراستی تاثرات کے پیشِ نظر ہر امر متنازعہ فیہ میں ملی ہو یا ملکی آپ کی رائے ایک وزن رکھتی تھی آپ اس راست بازی اور اظہار حقانیت میں کسی سے خائف نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کی رائے اور صوابدید کے سامنے مخالفین کی قوتیں جھک جاتی تھیں بحمدہ تعالیٰ کتب فتاوی پر پورا عبور تھا۔ ضرورت پر تمام سطر الفاظ تک فرما دیتے اور دیکھنے پر بعینہٖ اسی طرح حوالہ جات ملتے اندرون و بیرون ملک سے اعتماد استصواب کرنے والوں کی بھرمار رہتی اور لطف یہ کہ باوجود اتنی ذاتی اور عارضی مصروفیات کے جواب دینے میں کبھی طبیعت میں رنج و ملال پیدا نہ ہوتا بلکہ خندہ پیشانی سے حسبۃً للہ جواب باصواب سے سائلین کو مستفیض فرماتے اگر وہ فتاویٰ جات کتابت میں آجائیں تو کئی بھاری ضخیم دفتر بن جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے متعدد تلامذہ میں فیض و برکت کے یہ تاثرات موجود ہیں جو کہ آپ کی طرح احقاق حق و ابطال باطل میں بلاخوف لومۃ لائم ثابت قدمی رکھتے ہیں اور حصولِ رضا الٰہی اور جذبۂ خدمت کے ولولہ میں اپنی زندگی کو وقف کیے ہوئے ہیں۔

تالیف و تصنیف

حضرت سید صاحبؒ نے اپنی تعلیمی اور تبلیغی غیر محدود سرگرمیوں کی ضرورت کے پیشِ نظر گو تصنیف و تالیف میں زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ اپنے قابل اعتماد اور استعداد نام رکھنے والے تلامذہ کو یہ معاملہ سپرد کر دیا جو کہ بڑی حد تک اطراف ملک میں عوام و خواص کے لیے بے حد مفید ثابت ہوا لیکن پھر بھی بعض ضروری مسائل پہ آپ نے تحریری تبصرہ فرمایا ہے۔

زھد و تقویٰ

قبلہ سید صاحب قدس سرہ السامی نے اللہ کے فضل و کرم سے نہایت زاہدانہ زندگی بسر فرمائی کسی لمحہ حیات میں دنیاوی مفاد اور اغراض نفسائی کو قریب نہیں آنے دیا۔ حرام و حلال پاک و ناپاک وغیرہ احکام میں انتہائی طور پہ محتاط تھے۔ ظاہری و باطنی حالات کے حسن جمال میں اپنی نظیر خود تھے۔ تقویٰ و نزاہت، طہارت و لطافت کے پیکر بے مثال تھے اور بفحوی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

فیضانِ روحانیت

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ ظاہری کمالات سے متخلق ہونے کے علاوہ باطنی کوائف و اسرار سے بھی مالامال تھے۔ روحانی طور پہ ہزارہا جان نثاروں نے آپکے انوار و فیوض، افاضات و برکات میں اپنے آپکو متاثر و بہرہ ور پایا۔ جو کہ اپنے اپنے مرکز رشد و ہدایت میں روحانی تاثرات سے تشنگان لب کو سیراب کر رہے ہیں ارادتمندوں کا یہ سلسلہ طویل فہرست رکھتا ہے جو کہ اپنے انداز پر رشد و ہدایت کا مینار افادہ و استفاضہ و اسرار و رموز کا انبار ذکر و اذکار، تذکیر و تطہیر مراقبہ مواجہہ وغیرہ کا مصدر و منبع اور عوام و خواص کی تسکین قلب کا باعث ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہر صورت آپ صاحب فیض روحانیت کے

مالک تاثرات ولایت کے مجسمہ تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے اس سلسلہ فیضان کو تاقیامت پائندہ وتابندہ رکھے۔

کرامات

قبلہ سید صاحب رحمہ اللہ اپنی خلوصِ نیت وپاکیزہ روحانیت کی وجہ سے صاحب کرامات تھے ہزاروں حاجتمند ومریض درِ دولت پہ حاضر ہوتے اور صحت یاب اور کامیاب ہو کر جاتے۔ جسمانی اور روحانی امراض کے طبیب اہم تھے۔ ہوائی امراض کے بے مثل معالج تھے۔ سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ تھی کہ آپ نے اپنی تقریباً ستر برس سے زائد عمر تک ارشادات الٰہیہ اور فرامین نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نشر واشاعت کی سعادت بے غایت حاصل کی اور شریعت کی نگرانی میں حتی الوسع فرق نہیں آنے دیا اور جزوی کرامات تو بے شمار ہیں۔ جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

ریاضت ومجاہدہ

قبلہ سیّد صاحب نے اپنی ساری عمر شریف کو لغویات اور شرعی طبعی اخلاقی رذالتوں سے ملوث ہونے سے بال بال بچایا۔ شب وروز دینی خدمات اور شرعی حدود کی اطلاع وایثار میں لگے رہے۔ یعنی صبح کو درس قرآن مجید پھر ایک دو بجے تک فقہ وحدیث تفسیر علوم شرعیہ کا منتہی طلبہ کو درس دیتے۔ ظہر کے بعد فتاویٰ جات حوادث یومیہ، مسائل وارده اور کوائف حاضرہ میں مشغول رہتے اور شام کے بعد ضروری وظائف اوراد طریقہ معمولہ کا شغل ہوتا اور کھانا نمازِ عشاء کے بعد عوام وخواص اور بعض ضروری اسباق حتیٰ کہ ایک دو بج جاتے پھر تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ اللہ۔ اللہ یہ کتنا مجاہدہ اور ریاضت نفس ہے۔ مختصر یہ کہ دیکھنے والا جب آپ کو دیکھتا تو آپ کو کسی شرعی

ضروری اخلاقی کام میں مصروف پاتا۔

آپ کی ذات وصفات جن اوصاف عالیہ اور سمات حمیدہ کی مالک ہے وہ بے شمار ہیں۔ مختصر طور پر تھوڑے سے وقت میں اپنی یادداشت پر یہ چند حروف نذرانہ عقیدت کے طور پہ پیش حضور ہیں اللہ تبارک تعالیٰ ان کو شرف قبولیت سے مالا مال کرے اور مجھ ناچیز کی نجات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

سیّد السادات

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا علّامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہٗ

از مولانا عبدالحکیم شرف قادری

دنیائے علم کے لئے عموماً اور ارض پاکستان کے لئے خصوصاً حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ابر رحمت کی حیثیت رکھتی تھی، عوام و خواص، بیماری اور آسیب کے علاج کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے انفاس مبارکہ کی برکت سے شفایاب ہوتے، مسائل دینیہ معلوم کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرنے، عید، بقرعید اور رمضان المبارک کے چاند کا شرعی ثبوت دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس حاضری دیتے اور آپ کے فتویٰ اور بیان کردہ حکم شرعی پر اس قدر اعتماد کرتے کہ اس کے مخالف کسی فتویٰ یا سرکاری اعلان کو اہمیت نہ دیتے، رویت ہلال کے موقعہ پہ تو علماء اور عوام کا اتنا ہجوم ہوتا کہ تمام رات بیٹھے بیٹھے گزر جاتی۔

ایک دفعہ ریڈیو پر اعلان ہوا کہ صبح عید ہے سید صاحب کے حکم سے شہر بھر میں لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کر دیا گیا کہ چونکہ چاند کا شرعی طور پر ثبوت نہیں ملا

اس لئے صبح روزہ ہوگا، اسے کسی نے فون کیا اور بڑی ترشی سے پوچھا روزے کا اعلان کس کے حکم سے کیا گیا ہے؟ سید صاحب نے بھی اسی تیزی سے جواب دیا جس کے حکم سے روزہ رکھا جاتا ہے اور عید منائی جاتی ہے، ارباب حکومت سید صاحب کے مقام اور ان کی عظمت سے واقف تھے۔ اس لئے کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت کے دوران ملک بھر میں مارشل لاء کے تحت لاؤڈ سپیکر پر پابندی تھی لیکن سید صاحب کا درس کلام پاک بدستور جاری رہا، کوتوالی قریب ہونے کے باوجود کسی کو آپکا سپیکر بند کرانے کی ہمت نہ ہوسکی۔

علماء کرام کو جب کوئی لاینحل مسئلہ پیش آجاتا یا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجاتا تو ہر کسی کی نظر سید صاحب پر ہی جاتی، پاکستان ہی نہیں دنیا کے کسی خطے میں بھی آپ کے جاننے والے کسی مسئلہ میں راہنمائی کی ضرورت محسوس کرتے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے سید صاحب کو خط لکھ کر ان سے معلوم کرلیں گے۔

سید صاحب سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا جاتا فوراً اس کا جواب عنایت فرماتے اور کتب معتبرہ کی عبارات حافظہ کی مدد سے پڑھ کر سنا دیتے پھر مزید تشفی کے لئے کتابیں منگوا کر دکھا بھی دیتے خاص طور پر فتاویٰ رضویہ پر بڑا اعتماد فرماتے اور عموماً اسی میں سے مسائل نکال کر دکھا دیا کرتے تھے، ایک دفعہ راقم الحروف نے پوچھا کہ عورت کا دودھ پاک ہونے کی تصریح کسی کتاب سے مل جائے گی۔ فرمایا: ہاں اور اسی وقت فتاویٰ رضویہ سے یہ تصریح دکھا دی۔

سید صاحب قدس سرہ کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ سوال وجواب کی کثرت سے اکتاہٹ محسوس نہیں فرماتے تھے اور سائل کو تسلی کرانے میں ایک گونہ راحت محسوس فرماتے تھے غالباً ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ راقم

الحروف دہلی دروازہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شعر میں "عَنْدَمْ" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا کیا معنی ہے؟ آپ نے محض تسلی کرانے کے لئے پہلے تو یکے بعد دیگرے لغت کی کئی کتابیں منگوائیں پھر طب کی متعدد کتابیں طلب فرمائیں اور کسی لمحہ بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ آپ پہلو تہی فرما رہے ہیں۔ "عَنْدَمْ" ایک درخت کا گوند ہے جو سرخ ہوتا ہے جب بہتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آنسو بہہ رہے ہوں اسے "دَمُ الْاَخَوَیْنِ" بھی کہتے ہیں۔

وہ شعر یہ تھا۔

اَفْکَرْتُ لَیْلَۃَ وَصْلِہَا فِی ہِجْرِہَا ۔۔۔ فَجَرَتْ مَدَامِعُ مُقْلَتِیْ کَالْعَنْدَمِ
فَجَعَلْتُ اَمْسَحُ نَاظِرِیَّ بِخَدِّہَا ۔۔۔ مِنْ عَادَۃِ الْکَافُوْرِ اِمْسَاکُ الدَّمِ

شرح جامی کی شرح عقد نامی میں ہے کہ ایک صحابی کے نکسیر پھوٹ پڑی وہاں عربی کے مشہور شاعر امرء القیس کی بیٹی موجود تھی اس نے کہا انہیں کافور سنگھایا جائے چنانچہ نکسیر رک گئی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں کافور کی اس خاصیت کا کیسے پتہ چلا تو اس نے مذکورہ بالا شعر پڑھ کر سنائے اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

سید صاحب کے پاس عوام و خواص کی آمد و رفت اس قدر ہوتی کہ آپ کو آرام کا موقعہ بھی نہ ملتا۔ ایک دفعہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور نیاز مند مزاج پرسی کے لئے بکثرت آرہے تھے، عرب صاحب نے تجویز پیش کی کہ کسی کو دروازے پر متعین کر دیا جائے تاکہ آرام کے وقت کسی کو نہ آنے دے حضرت سید صاحب نے یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا؛

درِ درویش را دربان نباید

مذہبی امور اور دینی مسائل پر گفتگو آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ

کی مجلس میں کیا مجال کہ دنیاوی گفتگو ہو۔ وہاں تو ہر وقت قال اللہ قال الرسول کا چرچا رہتا اور ہر وقت مسلک اہل سنت وجماعت کی تائید وتقویت کا ذکر رہتا، ۱۹۷۱ء میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے گزشتہ دنوں پاکستان اور ہندوستان کی جنگ کے سبب حدیث شریف کے اسباق جاری نہ رہ سکے۔ میں نے فرصت کے ان لمحات میں ،تمہید ابوشکور سالمی" کا ترجمہ کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں ایک دفعہ اس کا اصل کے ساتھ مقابلہ ہو جائے تو بہتر ہو گا، اسی گفتگو کے دوران فرمایا حضرت مصنف، حضرت داتا صاحب کے ہم عصر معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی یا نہیں، پھر فرمایا حضرت امام ابوشکور سالمی ہر مسئلے میں اتنے مذاہب اور اقوال بیان فرماتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اتنی تفصیل کسی اور جگہ شاید ہی ملے، اشاعرہ کو بھی اہل سنت کے مقابل ذکر کرتے ہیں قال اہل السنۃ کذا وقال الاشاعرۃ کذا۔

راقم الحروف نے پوچھا: کیا یہ ماتریدی ہیں فرمایا" ہاں اسی لئے تو میں اسے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ طالب علمی کے دور میں ہمیں اس کا ایک نسخہ بدایوں سے ملا تھا جسے ہم نے نقل کر کے پڑھا تھا"۔ راقم بڑی حیرت اور محویت سے سید صاحب کے ارشادات سن رہا تھا کہ پیرانہ سالی میں بھی اتنا علمی ذوق کہ کسی لمحہ بھی فارغ رہنا گوارا نہیں فرماتے، پاکستان میں سید صاحب نے ہی تمہید شریف کی اشاعت کی تھی اور باقاعدگی سے پڑھایا کرتے تھے۔ تمہید شریف کا ترجمہ جناب محمد طفیل سالک صاحب کے پاس ہے۔ خدا کرے کہ جلد زیور طبع سے آراستہ ہو جائے۔

آخری دنوں میں جب بصارت اور طبیعت درس و تدریس کی متحمل نہ رہی تو کسی مرید یا شاگرد کو پاس بٹھا لیتے اور کشف المحجوب، مدارج النبوۃ

یا ایسی ہی کوئی دوسری کتاب پڑھوا کر سنتے رہتے اور جہاں کہیں مناسب معلوم ہوتا اپنے ارشادات سے فیضیاب فرماتے۔

سید صاحب قدس سرہ العزیز جہاں افتار اور درس حدیث میں یگانہ روزگار تھے۔ وہاں اعدار دین کی سرکوبی اور مسلک اہل سنت کی محبت و خدمت میں ناقابلِ فراموش کارناموں کے مالک تھے، طریقت میں مرشد کامل تھے اتباع شریعت میں روشن مینار تھے عزم و ہمت میں جبل استقامت اور علمی انہماک اور محویت میں اپنی مثال آپ تھے۔ سید صاحب اہل اسلام کے لئے سرمایۂ فخر، علم و عمل اور تقویٰ کی زینت، حق گوئی اور بے باکی میں سلف کی یادگار تھے، آج اگرچہ سید صاحب۔ قدس سرہ ہم میں نہیں ہیں۔ لیکن ان کے فیوض و برکات، انشاء اللہ العزیز قیامت تک جاری رہیں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجزاہ عنا خیر الجزاء

دم بدم ثابت قدم

از میاں محمد رفیع ایڈووکیٹ فاضل حزب الاحناف لاہور

خوش قسمتی سے مجھے ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۵ء مکمل پانچ سال شب و روز حضرت مفتی اعظم پاکستان شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تحصیل علم کی سعادت نصیب ہوئی اور میں بلا تامل یہ کہہ سکتا ہوں کہ قبلہ سید صاحب بطور ایک مذہبی رہنما، معلّم اور پیر و مرشد نہ صرف ایک مثال تھے بلکہ بے مثال تھے۔ مشہور ہے کہ اُلاستقامۃ فوق الکرامۃ یعنی استقامت

استقامت کرامت سے بھی بڑھ کر ہے۔ میں نے اپنے پانچ سالہ قیام کے دوران جو کچھ مشاہدہ کیا اس کی بنا پہ میں شہادت دیتا ہوں کہ قبلہ سید صاحب کی پوری زندگی قال اللہ و قال الرسول کا ایک عملی نمونہ تھی۔ میں نے آپ کا کوئی قول و فعل ایسا نہ دیکھا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ کوئی وقتی مصلحت، آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ پیدا کر سکی۔ جس بات کو آپ نے درست سمجھا اس کا برملا اظہار فرمایا۔ آپ کی پسند یا ناپسند خوشی یا ناراضگی صرف اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہوتی تھی۔

علمی خدمات قبلہ سید صاحب نے تقریباً نصف صدی تک دین اسلام کی تعلیم و اشاعت کے لیے جو بیش بہا خدمات سرانجام دیں ان کا احاطہ کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ آپ کا ایک ایسا صدقۂ جاریہ ہے۔ جو انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ علم حدیث میں آپ کی مہارت حیرت ناک تھی۔ بیسیوں طلبہ ہر سال دورۂ حدیث میں شامل ہوتے۔ ہر طالب علم باری باری احادیث بلند آواز سے پڑھتا اور قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ احادیث مقدسہ کی تفہیم و تطبیق اتنے واضح اور خوبصورت انداز سے فرماتے کہ طبیعت عش عش کر اٹھتی۔ صحاح ستہ کی اکثر احادیث آپ کو زبانی یاد تھیں۔ جہاں کسی طالب علم نے زیر زبر کی غلطی کی آپ فوراً اس کو تصحیح فرما دیتے۔

طلبہ سے شفقت قبلہ سید صاحبؒ طلبہ کے ساتھ نہایت سلوک فرماتے۔ ہر طالب علم کے بارے میں مکمل واقفیت

رکھتے۔ آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر طلبہ اتنی بے تکلفی محسوس کرتے کہ گھنٹوں کی نشست کے بعد بھی طبیعت بور نہ ہوتی۔ افسوس کہ آج ہمارے تعلیمی اداروں میں استاد اور شاگرد کے درمیان یہ قریبی تعلق مفقود ہے یہ عین ممکن ہے کہ دو سال کی تعلیم کے بعد بھی استاد صاحب کو اپنی کلاس کے کئی طلبہ کا نام تک یاد نہ ہو اور محض رول نمبر کے ایک بے کیف واسطے سے ہی وہ اپنے طالب علم کو پہچانتے ہوں لیکن اس سے طالب علم کی تعمیر شخصیت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

پیر کامل قبلہ سید صاحب محض ایک عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ ایک پیر کامل بھی تھے۔ ہزاروں مرید آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہیں۔ آپ سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنے مریدوں سے بعیت لیتے تھے اور بعیت کے وقت احکامِ الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند رہنے کا عہد لیتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کے عقیدہ و عمل پر بھی نظر رکھتے تھے اور جہاں کہیں غلطی دیکھتے بروقت اصلاح فرما دیتے۔ آپ ان نام نہاد پیروں میں سے نہیں تھے۔ جن کی نظر مریدوں کی جیب پر رہتی ہے۔ بڑے اصرار کے باوجود بھی آپ بہت کم اپنے مریدوں کے پاس جاتے تھے تاکہ انہیں کسی قسم کا تکلف نہ کرنا پڑے۔ مریدوں کی روحانی تربیت کے لیے آپ ہر جمعرات کو بعد از نمازِ عشاء باقاعدگی سے مجلسِ ذکر فرماتے جس سے دلوں کو سکون کی دولت نصیب ہوتی تھی۔

سادگی و انکساری قبلہ سید صاحب کے پاس اللہ کے فضل و کرم سے اتنے وسائل موجود تھے کہ اگر آپ چاہتے تو ان کو اپنے ذاتی استعمال میں لا کر کرّ و فر کی زندگی گذار سکتے تھے۔ مگر آپ نے سادگی

اور انکساری کو اختیار فرمایا۔ آپ کے کھانے پینے، رہتے سہتے اور لباس میں نہایت سادگی اور وقار تھا۔ آپ سادہ غذا تناول فرماتے۔ سادہ لباس زیب تن فرماتے اور بغیر چارپائی کے زمین پر بستر لگاکر آرام فرماتے۔ کھانے کے وقت طلبہ اور درویشوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے۔ انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے اسم گرامی کے ساتھ ہمیشہ "فقیر" کا لفظ استعمال فرماتے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقر و غنا کی دولت سے مالامال فرمایا تھا۔

عشقِ رسول

قبلہ سید صاحب سچے عاشقِ رسول تھے۔ آپ اکثر صاحب ذوق نعت خوان حضرات کو مدعو فرماکر نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے تھے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ پر کیف و سرور کی حالت طاری ہو جاتی اور آپ کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ آپ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام خاص طور پر بڑے ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

قبلہ سید صاحب اسلامیانِ پاکستان کے بے شمار نعمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ تھے۔ آپ کی عظیم یادگار دارالعلوم حزب الاحناف لاہور ہے اللہ کرے کہ آپ کا لگایا ہوا یہ پودا اسلامیانِ پاکستان پر تا ابد سایہ فگن رہے۔ آمین

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زز باغبان
بلبل چہ گفت، گل چہ شنید و صبا چہ کرد

○

آہ سید احمد ذی جاہ فقیہہ عصر رفت | مشرق و مغرب بدہ لاریب ہر سو رازد
برق سالِ انتقالِ آں سید والا نسب | ارتحالِ سید حاجی بوالبرکات، گو
۱۳ ۵ ۹۸

ترامیم متعلقہ مسلم عائلی قوانین

جنرل محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں جب مسلم عائلی قوانین نافذ ہوئے تو امام اہلسنت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز مندرجہ ذیل ترامیم متعلقہ حکام کو متعدد بار ارسال فرمائیں۔ جن پر آج تک عمل نہ ہوا بہرحال اب جب کہ نظام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نفاذ و حکام کا مرحلہ آرہا ہے، ارباب اقتدار کا یہ فرض اولیں ہے کہ مسلم عائلی قوانین کی ان دفعات کو فوری طور پر منسوخ کردیں جو کتاب وسنت کے مخالف ہیں۔ اور ان ترامیم کو منظور کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

دفعات قابل ترمیم و تنسیخ :

دفعہ نمبر ۴: یہ دفعہ اسلام کے قوانین وراثت کے بالکل خلاف ہے اس لئے بالکلیہ قابل منسوخی ہے۔

شریعت مقدسہ اسلامیہ میں بیٹے کے ہوتے پوتا، پوتی اور بیٹی کے ہوتے ہوئے نواسہ، نواسی کو وارث نہیں قرار دیا گیا۔ یعنی بیٹے کے ہوتے پوتا، پوتی اور اسی طرح بیٹی کے ہوتے نواسہ، نواسی محروم رہیں گے۔

اس کے بجائے دفعہ نمبر ۴ یوں ہونی چاہیئے۔

دفعہ نمبر ۴: دادا دادی، یا نانا نانی، اگر یتیم پوتے۔ پوتی یا نواسہ نواسی کی مالی امداد کرنا چاہیں تو اپنی زندگی میں اپنی ساری جائیداد کا مناسب حصہ ہبہ کردیں اور اپنی زندگی ہی میں اس کی تکمیل بھی کرادیں یا ایک تہائی تک جائیداد کی وصیت کردیں ان کے اس عمل کو شریعت تسلیم کرتی ہے۔

حوالہ: سراجی، قرآن عزیز سورۃ نساء۔ بخاری شریف،

دفعہ نمبر ۵ :۔ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی شخص پر تعزیر مالی لگائی جائے ہاں سزائے قید جائز ہے لہٰذا اس دفعہ سے اور اس کے مابعد ہر دفعہ سے تعزیر مالی کو حذف کر دیا جائے۔

سزائے قید محض کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔

دفعہ نمبر ۶ :۔ یہ دفعہ از روئے قرآن عزیز و حدیث اور اجماع امت قابل منسوخ ہے اس جگہ دفعہ نمبر ۶ یوں ہونی چاہیئے۔

دفعہ نمبر ۶ (الف) مسلمانوں کو متعدد بیویاں کرنے کی تو اجازت ہے (یعنی بیک وقت بلا کسی وجہ کے چار تک شادی کرنے کی اجازت ہے) لیکن اس صورت میں بیویوں کے درمیان عدل واجب ہے۔ اگر کوئی شخص عدل نہیں کریگا تو بیوی کی درخواست پر حاکم بالجبر طلاق دلائے اور استغاثہ قائم کیا جائے اور بعد از ثبوت شوہر کو سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

(ب) مہر و نان نفقہ جو کہ قابل ادا رہو دلوایا جائے گا اگر ایسی رقم ادا نہ کی جائے تو اسے بطور بقایا جات مالیہ سرکار وصول کیا جائے گا۔

(ج) اس کے لئے ضروری ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ کم از کم ۱۵ دن کے اندر اندر کر دیا جائے اور بیوی کا مہر و نان نفقہ جو قابل ادا ہو فوری طور پہ دلوایا جائیگا

حوالہ :۔ قرآن حکیم نے عدل کی شرط پر دو یا چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ فرمان باری ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث وربٰع وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ (سورۃ نساء رکوع اول پارہ چہارم)
(تو نکاح کرو تم عورتوں میں سے جو تم کو اچھی لگیں۔ دو دو، تین تین، چار چار اور اگر انصاف نہ کر سکو تو ایک عورت سے نکاح کرو)

دفعہ نمبر ۷ :۔ دفعہ نمبر ۷ کی ذیلی دفعات نمبر ۳ نمبر ۴ نمبر ۵ اور نمبر ۶ بالکلیہ منسوخ ہونی چاہئیں اور یہ قرآن عزیز احادیث کریمہ اور اجماع امت کے صریح طور پہ خلاف ہیں۔

۱۔ از روئے اسلام طلاق کا لفظ زبان سے کہنے یا خود لکھنے یا لکھے ہوئے کو سُن کر سمجھ کر دستخط کر دینے سے طلاق ہو جائے گی اور اس کے فوراً بعد سے عدت کا شمار شروع ہو جاتا ہے۔

حوالہ:۔ و ابتداء العدۃ فی الطلاق عقیب الطلاق (ہدایہ کتاب الطلاق باب

۲۔ غیر حاملہ کی عدت قرآن عزیز نے تین حیض مقرر کی ہے۔

حوالہ:۔ وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ع ۶ ر۲ سورۃ بقرہ پارہ دوم)

(اور طلاق والیاں اپنے نفس کو تین حیض انتظار میں رکھیں)

۳۔ حاملہ کے لئے قرآن عزیز نے صرف وضع حمل تک عدت رکھی ہے۔

حوالہ:۔ و اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن

(اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں)

۴:۔ اور غیر حائضہ کے لئے مدت عدت تین ماہ قمری ہیں۔

حوالہ:۔ والّٰٓئِ یَئِسْنَ مِنَ المحیض من نساء کم ان ارتبتم فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِ لَمْ یَحِضْنَ طا پ۲۸ ع ۱۷ سورۃ الطلاق

(اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں تمہاری عورتوں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جو ابھی حیض والی نہیں ہیں)

۵۔ تین طلاقیں خواہ وہ علیحدہ علیحدہ دی جائیں یا ایک دم وہ طلاق مغلظہ ہو جاتی ہیں۔ اب مصالحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ متفق و متحد ہیں۔

ہاں اگر ایک یا دو بار طلاق صریح دی ہے تو فریقین کے درمیان دوران عدت مصالحت ہو سکتی ہے بلکہ شوہر عدت کے اندر رجعت (رجوع) کر سکتا ہے۔

حوالہ، قرآن عزیز میں ہے۔ فلا تحل لهٗ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرهٗ ط ر ۲ پ ع ۱۳ سورۃ البقرہ

(تین طلاق کے بعد وہ عورت اس کے شوہر کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت کسی اور سے نکاح نہ کرے)

اس لئے دفعہ نمبر، کی ذیلی دفعات اس طرح ہونی چاہیں۔

دفعہ نمبر، ذیلی دفعہ نمبر ۱، جو شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو بار طلاق دینا چاہے وہ طلاق کا اعلان خواہ کسی بھی شکل میں کرنے کے بعد فوری طور پر طلاق کا اعلان کرنے کے بارے میں چیئرمین کو تحریری طور پر نوٹس دے گا اور اس کی ایک نقل اپنی بیوی کو مہیا کرے گا۔

بیک وقت تین طلاق دینا جرم ہے اور ایسا کرنے والا سزائے قید محض کا مستحق ہے جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

۳۔ عدت طلاق اسی دن سے شمار ہو گی جس دن طلاق دی گئی یا جس دن عورت کو موصول ہوئی لبشرطیکہ طلاق میں یہ لفظ ہوں کہ جب تجھے یہ طلاق نامہ ملے۔

۴۔ ایک یا دو بار کی طلاق میں نوٹس موصول ہونے کے بعد حائضہ کی صورت قبل اختتام تین حیض چیئرمین مصالحت کرا دے اور اس کے لئے ثالثی کونسل مقرر کر دے اور وہ صلح کے تمام اقدامات کرے۔ اور حمل کی صورت میں وضع حمل سے پہلے پہلے مصالحت کرائی جائے۔

۵۔ حمل کی صورت میں عدت بہرحال وضع حمل ہی ہو گی

۶۔ ایک یا دو بار کی طلاق میں عدت گزر جائے تو فریقین برضامندی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور حلالہ کی حاجت نہیں یعنی کسی اور شخص سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اگر تین بار طلاق دی جا چکی ہو تو جب تک دوسرے شخص سے وہ عورت جس پر عدت واجب ہو بعد گزر جانے عدت کے نکاح نہ کرے اور دوسرے شخص سے بعد نکاح ہم بستری نہ ہو پہلے شوہر کے لئے حرام رہے گی اور ایسا کیا ہوا نکاح نہ نکاح رجسٹرار رجسٹر میں درج کرے گا اور نہ یہ نکاح تسلیم ہو گا۔

بلا تحلیل نکاح کرنے والے مرد و عورت پر جرم ثابت ہونے پر سزائے

قید دی جائے گی اور فی الفور نکاح کالعدم قرار دیا جائے گا۔

(ب) عدت کے زمانہ کا نان نفقہ اور سکنی بھی بذمہ شوہر ہوگا۔ خواہ طلاق ایک بار ہوتی یا دو بار یا تین بار ہوکر مغلظہ ہوچکی ہو۔

(ج) تحلیل کی صورت میں دوسرا شوہر خواہ طلاق دیدے یا فوت ہوجائے پہلے شوہر کو عورت کی رضامندی سے اس دوسری عدت کے گزرنے بعد نکاح جائز ہوگا۔

دفعہ نمبر ۱۲:۔ یہ دفعہ بھی قرآن مجید کے صراحتہً خلاف ہے اس لئے اسے منسوخ کیا جائے۔

حوالہ:۔ قرآن مجید سورۂ طلاق پارہ اٹھائیس ۲۸ رکوع دوم میں جن عورتوں کو حیض آنا بند ہوگیا یا بوجہ صغر سنی ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو ان کی عدت تین ماہ بتائی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ عدت یا طلاق کا سوال اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے۔ جب نکاح موجود ہو لہٰذا اس آیت کریمہ سے صغر سنی کا نکاح جائز قرار پایا اس لئے لڑکی کے لئے سولہ سال اور لڑکے کے لئے اٹھارہ سال کی قید منسوخ ہونی ضروری ہے۔

باپ دادا کا کیا ہوا نکاح بہرحال قائم رکھا جائے جب تک سوء اختیار ثابت ہو باپ دادا کے ماسوا کوئی ولی یا سرپرست نابالغہ یا نابالغ کا نکاح کر دیں تو نابالغہ کو بالغہ ہوتے ہی بلاتاخیر اسی دن میں جس دن میں بالغ ہوتی ہے۔ اپنے نکاح کو مسخ کرنے کا حق چونکہ شرع نے دیا ہے لہٰذا ایسا نکاح عورت کے استغاثہ پر کالعدم قرار دیا جائے بشرطیکہ لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی نکاح سے انکار کر دیا ہو اور اس کے گواہ بھی بنائے ہوں۔

مکتوبِ گرامی

حضرت شیخ المشائخ امام العرفا مولانا شاہ ابوالمسعود سید محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد ؒ

○

عزیزی سلمکم المولیٰ تعالیٰ سلام مسنون ! حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے وصال فرمانے پر عظیم صدمہ سب کو ہوا۔ عزیزی مولانا حکیم سید خلیل احمد صاحب قادری اشرفی کے خط اور اخبار کے کٹنگ سے حالات معلوم ہوئے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کی عظیم شخصیت تھی جس سے پاکستان محروم ہوگیا۔ یہاں بھی ایصال ثواب کیا گیا۔ مالک مولیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) اب آپ حضرت علیہ الرحمۃ کے جانشین ہیں اور تمامی ذمہ داری آپ کی ذات پر ہیں۔ اب آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلیں اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھیں تاکہ اتفاق و اتحاد قائم رہے اور دار العلوم جو ان کی زندہ یادگار ہے قائم دائم رہے۔ ویزا کی پابندی نہ ہوتی تو میں خود پہونچتا اور حضرت کے مزار اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کرتا۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی روحانیت کارفرما رہے گی اور اب آپ ہی کے ذات سے ساری امیدیں وابستہ ہیں۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے اخلاص و محبت اور ان کے اخلاق کریمیہ یاد آکر بے اختیار آنسو جاری ہیں۔ تمام عزیزاں سلسلہ اور گھر کے سب چھوٹے بڑے کو سلام و دعا کہئیے۔ والسلام !

دار العلوم حزب الاحناف اہلسنت وجماعت کی قدیمی دینی درس گاہ ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پہ فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی ہوتی ہے اور سندیں دی جاتی ہیں۔ اس نوع کے سالانہ جلسے تو عرصہ پچاس سال سے ہو رہے ہیں اور انشاء العزیز ہوتے رہیں گے۔ مگر ۱۳۹۸ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۷۸ء کے سالانہ جلسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جلسہ حضرت امام اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی حیات مبارک کا آخری جلسہ تھا جو آپ کی زیر سرپرستی اور صدارت میں منعقد ہوا اس جلسہ میں فارغ التحصیل علماء کی یہ خصوصیت بھی بہت اہم تھی۔ کہ یہ دورۂ حدیث کے طلباء کی وہ آخری جماعت تھی۔ جسے حضرت والد المحترم رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری و مسلم کا درس لینے کا شرف حاصل ہوا۔ اس جلسہ میں تلاوت زینت القراء قاری غلام رسول صاحب نے کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض برادرم مولانا سید خلیل احمد صاحب قادری و جناب صاحبزادہ فیض القادری صاحب نے ادا کئے۔ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی اشرفی نے منصب رسالت کے موضوع پر ایمان افروز تقریر کی۔ ابتداء میں حضرت والد قبلہ کے نہایت عزیز مرید جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی کا مرتبہ کردہ خدمات دار العلوم کے عنوان پر ایک ابتدائیہ سنایا گیا۔ جس کے چند اجزا یہ ہیں:

حضرات علماء کرام و سامعین محترم!

دار العلوم حزب الاحناف اہلسنت وجماعت کا ایک عظیم اور قدیمی دینی ادارہ ہے۔ جس کی بنیاد آج سے ۵۵ سال قبل برصغیر کی مقتدر دینی و علمی شخصیت امام اہلسنت شیخ المشائخ استاذ المحدثین حضرت مولانا الحاج ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری قدس سرہٗ العزیز نے اپنے دست حق پرست سے رکھی یہ وہ دور تھا کہ جب اہلسنت وجماعت کا کوئی مضبوط دینی ادارہ اور معیاری درس گاہ نہ تھی، علم و عرفان کی جب یہ شمع روشن

ہوئی تو چمنستان ہدایت میں نئی رونقیں پیدا ہوگئیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں حزب الاحناف کو اہلسنت کے مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ امام اہلسنت قدس سرہ العزیز نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف فرمادی۔ زمانے نے انہیں ہر وقت دشمنانِ اسلام کے منہ زور گروہوں کے مقابلہ میں حق و صداقت کا عَلَم بلند کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے تقریباً ۵۰ سال درسِ حدیث دیا اور کتاب و سنت کی تفہیم و ترجمانی کے فرائض باحسن وجوہ سرانجام دیئے۔ غیر منقسم ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ملک بھی آپ کے علم و فضل تقویٰ و طہارت کا غلغلہ بلند ہوا۔ بخارا و کابل سرحد کشمیر بلوچستان اور سندھ سے آئے ہوئے سینکڑوں طلباء نے آپ سے دورۂ حدیث پڑھا اور آپ کے روحانی و علمی فیض سے سیراب ہوئے۔

رجب المرجب ۱۳۵۴ھ | میں دنیائے علم و تقویٰ کی اس عظیم شخصیت نے داعئ اجل کو لبیک کہا اور ان کے وصال کے بعد امام اہلسنت مفتئ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ سرپرستی دارالعلوم حزب الاحناف" دین و اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور علوم عالیہ اسلامیہ کی تدریسی خدمت باحسن وجوہ سرانجام دے رہا ہے۔ —— دارالعلوم کے قیام ۱۹۲۴ء سے لے کر اب تک بفضلہٖ تعالیٰ ۵۵ سال بخیر و خوبی ختم ہوئے اس عرصہ میں دارالعلوم نے اپنے نصب العین کی کس حد تک تکمیل کی۔ اس کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ مجملاً یہ کہہ دینا مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ آج پاک و ہند کا کوئی ایک شہر ایسا نہیں ہے۔ جہاں دارالعلوم حزب الاحناف سے فارغ التحصیل علماء و فضلاء تحریر و تقریر تدریس و افتاء کے فرائض نہ ادا کر رہے ہوں۔

اور آج کے دستارِ فضیلت کے جلسہ میں بھی ۱۲ طلباء کی دستار بندی ہوگی۔ جنہوں نے درسِ نظامی کی تکمیل کر کے دورۂ حدیث ختم کیا ہے اور درجۂ قرأت سے ۱۰ عدد حفاظ کی دستار بندی ہو رہی ہے سال ۱۹۷۷ء میں شعبۂ تبلیغ نے مختلف دینی موضوعات پر کتابچے اور ٹریکٹ ۲۵ ہزار کی تعداد میں

شائع کر کے ملک میں مفت تقسیم کئے ہیں اور حال ہی میں مسائل نماز، ملفوظات گرامی رزق حلال، صدقات وخیرات، اوقات نماز۔ نوافل کے چارٹ ۱۲ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئے ہیں جن کی تقسیم جاری ہے۔ کچھ تبلیغی ٹریکٹ ختم ہو گئے ہیں۔ جن کی دوبارہ اشاعت کی کوشش کی جا رہی ہے شعبۂ افتاء سے دین و مذہب سے متعلق سوالات کے جوابات کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں تحریر جاتے ہیں۔

حضرات گرامی قدر اہلسنت کے تمام دینی ادارے اس دور لادینی میں روشنی کا مینار ہیں۔ جیسے وطن عزیز کی حفاظت کے لیے فوج کی چھاؤنی ہوتی ہے اسلحہ کی سپلائی کے لیے علیحدہ ڈپو ہوتا ہے۔ ایسے ہی اسلام اور اسلامی اقدار کی حفاظت وصیانت اور دین پاک مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تبلیغ واشاعت کے لیے یہ دینی ادارے علماء صلحا مجاہد وغازی مہیا کرتے ہیں۔ ملک کے تمام دینی ادارے ہمیں عزیز ہیں۔ کیونکہ یہ سب دین اسلام کی پرخلوص خدمت کر رہے ہیں۔ لیکن اس خصوص میں بطور تحدیث نعمت ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دارالعلوم حزب الاحناف نے جہاں دینی محاذ پر اسلام اور مذہب حقہ اہلسنت وجماعت کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہاں ملی محاذ پر بھی اس دارالعلوم کے سربراہوں نے ہراول دستے کے طور پہ کام کیا۔ جب مسلمان مسلم لیگ کے ماتحت متحد ہو کر حصول پاکستان کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری طرف کانگرس اور کانگرسی ملانے حصول پاکستان کی راہ میں سازشوں کے جال بچھا رہے تھے تو ایسے نازک موڑ پہ پنجاب میں صرف حزب الاحناف ہی کا ایک ایسا دینی اسٹیج تھا۔ جس سے نظریۂ پاکستان کی حمایت کے لیے مؤثر آواز اٹھائی جا رہی تھی۔

۱۹۶۲ء میں عیسائی مشنری اداروں نے غریب ونادار مسلمانوں کو زرزمین اور عورت کا لالچ دے کر اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی کوشش کی۔ تو حزب الاحناف نے ادارہ تعمیر اہلسنت قائم کیا۔

جس کے صدر حضرت قبلہ سید صاحب تھے اور ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود احمد رضوی تھے۔ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کی تردید میں کتابچے شائع کیے۔ تبلیغی اجتماعات کا اہتمام کیا تقریباً ۱۲ سو غریب مسلمان جو عیسائیوں کے چنگل میں پھنس گئے تھے نے ازسرنو اسلام قبول کیا اور اہلسنت کے مخیر احباب کے تعاون سے ان کی مالی امداد کی گئی۔

۱۹۶۳ء کے عشرہ محرم کے موقع پر لاہور میں خونریز شیعہ سنی فساد ہوا۔ سنی عوام شہید ہوئے ان کی دکانیں لوٹی گئیں۔ بالآخر تحقیقاتی عدالت قائم ہوئی تو حزب الاحناف نے حقوق اہلسنت و جماعت کے لیے سرگرمی سے حصہ لیا، مقدمات کی پیروی کی، گرفتار شدگان کی ضمانتیں کرائیں مسلمان شہیدوں کے عزیز و اقارب کی دلجوئی کی۔ تحقیقاتی میں ۶۳ شیعہ گواہ پیش ہوئے اور اہلسنت کے ۱۱ گواہوں کے بیان شاملِ تفتیش ہو سکے۔ حضرت علامہ رضوی مدظلہ کے بیان کو تحقیقاتی عدالت نے خفیہ ریکارڈ میں رکھا۔ غرضیکہ اس موقع پر بھی حزب الاحناف کے زیرِ اہتمام حقوق اہلسنت کی حفاظت کے لیے پوری کوشش کی گئی۔ صدر ایوب اور گورنر امیر محمد خان سے ملاقات کر کے اہلسنت کے مؤقف کو پیش کیا گیا۔

۱۹۶۹ء میں جب پاکستان میں اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے گئے اور ملحدینِ وقت نے لادینی نظام ملک پر مسلط کرنے کی سازش شروع کی تو اس نازک اور پرخطر دور میں بھی حزب الاحناف کے زیرِ اہتمام سب سے پہلے مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۶۹ء کو اسلام کی حمایت میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ جس کی قیادت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ امیر دارالعلوم نے فرمائی اور ملحدینِ وقت کو متنبہ کیا گیا کہ اس خطۂ پاک میں اسلامی نظام کے سوا کسی دوسرے نظام کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اکتوبر ۱۹۶۹ء میں جب مسعود بھگوان نے اردو میں نماز پڑھنے کا شوشہ چھوڑا نماز جیسی اہم عبادت کو مسخ کرنے کی کوشش کی تو یحییٰ خان کے

مارشل لار کے دور میں رات بارہ بجے ۳۱۳ علمار و مشائخ کا جلوس حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے زیر قیادت حزب الاحناف ہی کے سالانہ جلسہ سے اٹھا جس کی پاداش میں دار العلوم کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت کے ناظم اوقاف نے دار العلوم کے خلاف نوٹیفکیشن جاری کیا اور پولیس کے ذریعہ دار العلوم کو اپنی تحویل میں لینے کی سر توڑ کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حق کا بول بالا ہوا اور باطل کو منہ کی کھانی پڑی۔

۶ جنوری ۱۹۷۱ء جب یحییٰ کا مارشل لار شباب پر تھا اور جنرل ٹکا خان لاہور کے ناظم مارشل لار تھے۔ برطانوی مصنف ڈاکٹر منہاس نے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی تھی۔ تو اس موقع پر حزب الاحناف کے مدرسین اور طلبار نے ناموس رسالت کی خاطر احتجاجی جلوس نکالا۔ مال روڈ پر جلوس کو پولیس کی بھاری جمعیت نے روکا لاٹھی چارج کیا آنسو گیس پھینکی اور علامہ سیّد محمود احمد رضوی اور حضرت میاں جمیل احمد صاحب سجادہ نشین شرقپوری اور دیگر علمار وخطبا کو مارشل لار کے تحت گرفتار کیا گیا اور تقریباً ڈیڑھ ماہ تک بوسٹل جیل میں رکھا گیا۔

۲۸ مئی ۱۹۷۴ء کو جب مرزا قادیانی کی ناپاک ذریت نے مسلمانانِ پاکستان کو للکارا اور مجلس عمل قائم ہوئی تو ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت کے لیے حزب الاحناف کے علمار و طلبار نے سرگرمی سے تحریک میں حصّہ لیا اور حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی کو آل پاکستان مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کا سیکرٹری جنرل چنا گیا اس سلسلہ میں حضرت علامہ رضوی نے تحفظ ناموس رسالت کے لیے ملک بھر کا دورہ کیا۔ سینکڑوں جلسوں سے خطاب کیا اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل کے فرائض پورے خلوص سے ادا کیے۔ جس سے ملتِ پاکستانیہ آگاہ ہے اور ان کا یہ عظیم کارنامہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔ مجلس عمل تحفظِ

ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل ہونے کی حیثیت سے علامہ رضوی کی خدمات اظہر من ہیں۔ آپ نے مختلف مکاتب فکر کو ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے جس حسنِ تدبیر سے جمع رکھا۔ وہ آپ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو محتاجِ بیان نہیں ہے اللہ کے فضل سے علامہ رضوی کی زیرِ قیادت یہ تحریک کامیاب ہوئی اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔ افسوس، تحفظِ ختم نبوت، پاکستان کے موجودہ کارکنان علامہ رضوی کی خدمات کا ذکر تک پسند نہیں کر رہے اور تحریر و تقریر میں ان کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کر رہے جو ایک افسوس ناک حرکت ہے۔

یہ شرف بھی دار العلوم حزب الاحناف ہی کو حاصل ہے کہ جب اہلسنت منتشر تھے جمعیۃ العلما پاکستان

دھڑے بندیوں کی شکار تھی۔ حقوق اہلسنت غضب ہو رہے تھے۔ لادینی تحریکیں عروج پر تھیں تو دار العلوم حزب الاحناف ہی کے شیخ الحدیث حضرت علامہ ابو البرکات دامت برکاتہم العالی نے مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۹ء کو سوادِ اعظم اہلسنت کی تعمیر و تنظیم کے لیے تمام علماء و مشائخ و عمائدین اہلسنت کو مدعو فرمایا اور دار العلوم حزب الاحناف میں علماء و مشائخ کا ملک گیر اجتماع منعقد ہوا۔ تمام دھڑے بندیاں ختم ہوئیں۔

علامہ سید محمود احمد رضوی مجلس عمل جمعیۃ العلماء پاکستان کے کنوینر مقرر ہوئے آپ نے نہایت بے سروسامانی میں پورے ملک کا دورہ کیا۔ علماء و مشائخ و عوام اہلسنت کو متحد و منظم کیا، نظام مصطفےٰ کا قیام اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ کا نعرہ بھی سب سے پہلے انہوں نے ہی دیا اور جمعیت العلما کو الیکشن میں حصہ لینے کی پالیسی بھی سب سے پہلے انہوں نے ہی متعین کی اور یہ حقیقت ہے کہ علامہ رضوی کی زیرِ قیادت ان کی مخلصانہ و مجاہدانہ محنتوں سے جمعیت العلماء پاکستان ایک باوقار اور فعال جماعت کی حیثیت میں سرگرم عمل ہوئی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آل پاکستان سنی کانفرنس کے انعقاد علامہ رضوی

کا ایک عظیم کارنامہ ہے اس کانفرنس نے اہلسنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ سنی کانفرنس کے اجتماع عظیم میں جمعیت العلماء پاکستان کا انتخاب ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ قمر الدین صاحب صدر اور علامہ رضوی جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے پھر قومی وصوبائی اسمبلی میں قابل قدر کامیابی ہوئی اور آج اہلسنت وجماعت اپنی منزل نظام مصطفےٰ کے قیام کی طرف رواں دواں ہیں۔

دار العلوم حزب الاحناف نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے اور انشاء اللہ العزیز آئندہ بھی یہ مدرسہ باطل سے ٹکراتا رہے گا۔ حق اور اہل حق کی حمایت کرتا رہے گا اور دین اسلام کی سربلندی اور اس خطۂ پاک میں نظام مصطفےٰ کے قیام کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ ——————— بہر حال یہ ہے دار العلوم حزب الاحناف کے قومی وملی کردار کی نہایت ہی مختصر اور مجمل جھلک اور علامہ رضوی کی خدمات کی ایک نہایت ہی مختصر تصویر۔ ——————— ہمارے اسلاف نے اپنے دینی اداروں کے وقار، خودداری اور حریت فکر کی اپنا خون دے کر حفاظت کی ہے۔ انگریز نے اپنے دور اقتدار میں دینی اداروں کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ علماء اہلسنت کو جیلوں میں تختہ دار پر لٹکایا۔ خاندان کے خاندان تباہ کر دیئے گئے۔ مدارس اہلسنت کی عظیم و پرشکوہ عمارات کو پیوند زمین کر دیا۔ مگر یہ دینی ادارے ختم نہ ہو سکے۔ علماء اہلسنت نے چٹائیوں پر بیٹھ کر علم وعرفان کے دریا بہا دیئے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کی تبلیغ واشاعت کے فرائض کی ادائیگی کو اپنا نصب العین بنایا۔ علماء اہلسنت نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور بلاخوف لومۃ لائم حق کا اظہار کیا یہ ہی وجہ ہے کہ انگریز کے پورے دور حکومت میں ایک بھی السیاسی حنفی بریلوی عالم نظر نہیں آتا جسے شمس العلماء ایسے خطاب سے نوازا گیا ہو اور بات یہ ہے کہ مذہب اور مذہبی اداروں کا آزاد رہنا نہایت ضروری ہے تاکہ مدارس دینیہ

سے ایسے عالم دین پیدا ہوں جو غازی بھی ہوں اور مجاہد۔ جو کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہیں۔ حق و صداقت کے عَلَم کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیں۔ اہلسنت کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے اپنے دینی اداروں کی آزادی کو ہمیشہ برقرار رکھا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ جیسے مجاہد پیدا ہوئے جنہوں نے انگریز کے خلاف سب سے پہلے جہاد کا فتویٰ دیا اور اس کی پاداش میں انہیں کالا پانی کی سزا دی گئی۔ علماء اہلسنت کی ان پرخلوص قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز کو ہندوستان سے اپنا بستر اسمیٹنا پڑا۔

دارالعلوم کے مخلص ٹرسٹیان اور دیگر معاونین دارالعلوم کے مشکور و دعا گو ہیں۔ جن کی پرخلوص معاونت سے دارالعلوم اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ خصوصاً حضرت قبلہ سید صاحب کے نہایت ہی عزیز دوست اور محب جناب محترم الحاج بابو سراج دین صاحب آف واٹر روپ انڈسٹری اور ان کے فرزندان کے پرخلوص تعاون اور امداد کا ممنون ہے اور ان کے خصوصی تعاون سے دارالعلوم کے دورۂ حدیث کی عظیم پرشکوہ عمارت مکمل ہو گئی ہے اور اب انہیں کے تعاون سے دارالعلوم کا عظیم الشان صدر دروازہ تعمیر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کے تمام معاونین مخلصین کی اس دینی و مذہبی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

حزب الاحناف کے اس تاریخی ۵۵ سالانہ جلسہ کی (جس میں حضرت والد قبلہ نے بھی شرکت فرمائی) کی جو روئیداد جناب رضاء المصطفےٰ چشتی نے مرتب کی تھی اس کے بعض حصے یہ ہیں :۔

چھ جولائی کی رات کے ان خاموش لمحوں میں داتا کی نگری سے چند قدم دور بائیں طرف رنگ و بو کی بستی سجی ہوئی ہے تا حدِ نگاہ برقی قمقمے جگمگا رہے ہیں

کیف و سرور کی عجب کیفیت ہے ہر چہرہ درخشندہ و تابندہ ہے

یہ ایک مردِ درویش شہنشاہِ ولایت تاجدار اہلسنت جامع شریعت و طریقت امام المحدثین، سید المفسرین، شیخ المشائخ، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری قدس سرہ العزیز کی یادگار ہے۔

دار العلوم حزب الاحناف

چار دانگ عالم میں اس کا شہرہ ہے یہیں پر عقبیٰ میں مقام بنانے کے لیے محبت، عشق، ایمان اور عظمتِ مصطفےٰ کا درس دیا جاتا ہے اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ و قیام کے لیے جدوجہد کی جاتی ہے اور اسی دار العلوم حزب الاحناف میں نگہہ برکات (شیخ الحدیث مدظلہ) سے بے ریا زندگی، پاک و مطہر کردار، صحابہ کرام و اہلبیت عظام سے محبت اولیاء امت سے عقیدت اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت پر پختگی اور جذبۂ خدمت اسلام کا درس ملتا ہے۔ میں بجا طور پر یہ محسوس کرتا ہوں اور حقیقت بھی ہے کہ سیدی و مرشدی و مولائی شیخ الحدیث والتفسیر مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری امیر و شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف (خلیفۂ مجاز اعلیحضرت عظیم البرکت، شیخ طریقت امام العرفا حضرت شاہ علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ و اعلحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز)۔

کی دینی و ملی خدمات اور احسانات کے بیان و اظہار کے لیے دفتر درکار ہے۔ آپ علم و عرفان کی ایک ایسی شمع ہیں۔ جن سے ایک زمانہ نے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کی ہے ان کے دیکھنے ان کے پاس بیٹھنے ان کا کلام سننے سے، عشقِ مصطفےٰ کی دولت ملتی ہے تو بات ہو رہی ہے ۵۵ ویں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کی۔ وہ دیکھئے ہزاروں شمع توحید کے پروانوں کا اجتماع، ایمان افروز باطل سوز نعروں کی گونج میں فرزندان اسلام کشاں کشاں اسٹیج کی طرف

بڑھ رہے ہیں ۔ علمائے کرام جوق در جوق تشریف لا رہے ہیں ہر نائب رسول اللہ کے آنے پر نعرۂ تکبیر و رسالت کی صدا بلند ہوتی ہے ۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں ہے مبیک پر دار العلوم کے ایک ہونہار طالب علم نے قرآن پاک کی تلاوت کی بعد ازاں ایک ننھے منے سرخ و سفید چہرے والے بچے نے بارگاہ کون و مکاں ساقی کوثر کے حضور سوز و گداز کے عالم میں ایک نعت شریف پیش کی ۔ آواز کا جادو کچھ نرالا تھا اور بچہ جھوم جھوم کر عجز و انکساری کے ساتھ یوں عرض کر رہا تھا ۔

آنکھوں کا تارا نام محمّد   دِل کا اجالا نام محمّد
پوچھے گا مولا لایا ہے کیا کیا   میں یہ کہوں گا نام محمّد

نو سالہ پیارے بچے کی پیاری آواز نے مجمع پر سحر کر دیا ۔ سچائی میں ہمیشہ سحر ہوتا ہے ۔ ہر آدمی انگشت بدنداں تھا کیف و سرور کی عجب لذت تھی ۔ میں نے دیکھا اہل دِل کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔

و استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سرگین آنکھوں والا حسن کا پیکر شارح بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی کا نور العین ہے ، نام پوچھنے پر پتہ چلا انہیں سیّد ندیم اشرف رضوی کہتے ہیں ۔ چھوٹے سے بچے میں اتنی تڑپ کیوں نہ ہو !
سادات حسنی و حسینی کے چشم و چراغ ہیں ۔ یہ اسی کا فیضان ہے ۔ بڑے باپ (علامہ رضوی) کے بیٹے ہیں ۔ یہ جوہر کیوں نہ ہو جو شارح بخاری ہیں ۔ جن کی علمی و فقہی تصانیف کی خوشبو سے ایوان علم و حکمت مہک مہک اٹھا ہے ۔

حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی کی محبت بے لوث اور پر خلوص ہوتی ہے ۔ ان کی چاہ کے پھولوں میں کوئی کانٹا نہیں ہوتا وہ اپنی روح کی گہرائیوں میں سوچنے کے بعد کہتے ہیں ۔ حق اور سچ کہتے ہیں ۔ جو کچھ ان کے دِل میں ہوتا ہے وہی کہتے ہیں ۔ خود عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

ان کے وجیہہ چہرے کے بدلتے تاثر دیکھ کر ان کی سوچوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:
عشقِ رسول اللہ میں دیوانہ وار فریفتہ ہیں۔ میں نے بارہا جمعۃ المبارک میں دیکھا ہے کہ ذکرِ حضور سے ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور سامعین بھی اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔ علامہ رضوی کی آنکھوں میں اُبھرتی ڈوبتی لہروں کو بہ نظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اور بیگانوں کے دلوں میں جو ان کا مقام ہے وہ غلط نہیں وہ اپنے دور کے فردِ واحد اور وحید العصر ہیں۔ سنّیوں کو ایک مرکز پہ اکٹھا کرنے کے لیے ان کا دِل تڑپا اور سلگتا رہتا ہے۔ دینِ مصطفوی کی آب یاری کرنا۔ اس کی فلاح و بہبود اور ترویجِ اسلام کے لیے شبانہ روز انتھک جدوجہد میں برسرِپیکار ہیں۔

پونے نو بجے رات کے دارالعلوم حزب الاحناف کے ناظمِ اعلیٰ حضرت سیّد علامہ محمود احمد رضوی آہستہ آہستہ سبک رفتاری سے اسٹیج کی جانب بڑھتے چلے جا رہے ہیں "مولوی نعرہ" کی بے ساختہ نظر پڑ جاتی ہے۔ پھر کیا تھا؟ مختلف جگہوں سے استقبالیہ نعروں کی گونج پیدا ہوئی اور آپ اسٹیج پہ تشریف لے آتے ہیں شور پیدا ہوا۔ نعروں کی ابدی آوازوں میں دس بجکر ۲۵ منٹ پر حضرت شاہ احمد نورانی سینکڑوں علمار، دانشوروں اور مجاہدین کے جھرمٹ میں تشریف لائے ان کا زور و شور سے استقبال کیا گیا۔ کہ اتنے میں نعرۂ تکبیر و رسالت بلند ہوا سبھی علمار و عوام استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دیکھئے امام اہلسنت شیخ المشائخ سیّد المفسرین، استاذ المحدثین سراجِ اہلِ تقوی، نبی کے نور العین، علی کے لختِ دِل، سیدہ فاطمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، علمار و مشائخ کے سروں کا سرتاج شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب مدظلہ العالی اپنے بڑے پوتے جناب مختار اشرف رضوی کے سہارے جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے نورانی میاں علمار کرام اور عوام تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضور بیٹھے تو تمام

مجمع بیٹھ گیا۔ اللہ اللہ کیا نورانی سماں ہے۔ جدھر بھی دیکھے علم و عرفان ایمان و ایقان کے چہرے ہی چہرے نظر آتے ہیں!

صاحبزادہ فیض القادری اعلان کرتے ہیں کہ اب آپ کے سامنے ______ حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمود احمد رضوی

ناظم اعلیٰ دار العلوم حزب الاحناف تشریف لاتے ہیں ان کے ارشادات عالیہ سماعت فرمائیے! نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر! نعرۂ رسالت یا رسول اللہ!

علامہ رضوی نے چند ابتدائی کلمات ادا کیے ہی تھے کہ سُنی بریلوی مسلمانوں کے دل نور و نور ہو گئے۔ بعد ازاں آپ نے دار العلوم کی ٹرسٹ کمیٹی کے شرکا کا فرداً فرداً شکریہ ادا کیا۔ ان کے جان و مال، اولاد اور کاروبار کے لیے دعا کی اور آئندہ سال کے لیے پروگرام کی تفصیل بتائی۔ جامع مسجد کی توسیع نئی عمارات کی تکمیل کا منصوبہ اور دیگر کوائف کا اظہار کیا۔ پھر مولانا سید شبیر حسین مبک پر آئے اور اعلان فرمایا کہ حضرات اب آپ کے سامنے فارغ التحصیل علماء اور قرأ حضرات کی دستار بندی ہو گی۔ فلک شگاف نعرے بلند ہوئے

یہ دیکھئے دستار بندی کی رسم جاری ہونے لگی۔ فارغ التحصیل طلباء کا نام پکارا جا رہا ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم علامہ ابو البرکات مدظلہ دار العلوم حزب الاحناف سے فارغ التحصیل علما کو اپنے دستِ مبارک سے دستاری بندی فرما رہے ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے فضا معمور رہے

اب دس بجکر چالیس منٹ ہو چکے ہیں اور حفاظ و قرأ حضرات کی دستار بندی کا اعلان ہو رہا ہے۔ اس مقدس رسم کے لیے حضرت شیخ طریقت حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری مدظلہ اور شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی سے اجازت مرحمت ہوئی اور قرأ و حفاظ کی دستار بندی کی گئی

ایسے .بیں علمار وفضلار کی آنکھوں کا تارا گلشنِ رضویت کا درخشندہ وتابندہ مہ پارہ ، خاندانِ سادات کا چشم وچراغ ، پیکرِ شرافت ونجابت ، مجسمۂ تقدس ووفا ۔ گلِ اشرفؒ وفاذرؒ ومعینؒ ۔ اپنی دلفریب رعنائیوں کیف زار لطافتوں ، روح پرور ندرتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے حضرت علاّمہ سیّد محمود احمد رضوی کیف آفریں ودلنشین درود وسلام کی پربہار فضا کے سایہ میں دوبارہ مائیک پر آئے ۔

"دُنیائے اہلسنت کا یہ عظیم اجتماع جنرل ضیار الحق صاحب کی دینی وملی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ملک میں نظامِ مصطفےٰ مکمل طور پر نافذ وجاری کر کے عنداللہ ماجور ہوں ۔ اگر انہوں نے نظامِ مصطفےٰ کو مکمل طور پر نافذ کر دیا تو تمام علمار ومشائخ وعوام اہلسنت ان کے ساتھ غیر مشروط پر تعاون کریں گے ۔ تمام مجمع پکار اٹھا ۔ نظامِ مصطفےٰ آوے آوے ، ہم عظمتِ رسول کے پاسبان ! پاسباں ! اسی شورِ محشر میں حضرت علاّمہ رضوی پھر گویا ہوئے اہلسنت وجماعت کا یہ عظیم اجتماع حکومتِ پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ خلفاءِ راشدین علیہم الرحمۃ والرضوان کے ایام ان کے شایانِ شان طریقہ سے منانے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ یہ حضرات نظامِ مصطفےٰ کے اولین داعی اور ملتِ اسلامیہ کے عظیم محسن ہیں ۔

تائیدی نعرے لگتے ہیں ۔ عوام اہلسنت ہاتھ لہرا لہرا کر اقرار کرتے ہیں ۔

کسی دل والے نے نعرہ لگایا ! نعرۂ توقیر ، صدا بلند ہوتی ہے ۔

حق چار یار ! ٭ حق چار یار !

جوش وخروش سے سبطِ رسول پھر گویا ہوا ! اہلسنت کا یہ عظیم اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے متعلق آئین سازی نہیں ہوئی اور بھٹو حکومت نے قانون سازی کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں

لہٰذا اس سلسلہ میں فوری طور پر آئین سازی کی جائے۔

کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں بارہا علامہ رضوی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر چکے ہیں۔ مگر وہ کلمۂ حق کہنے سے باز نہیں آتے۔ آج پھر اجتماع کبیر میں کلمۂ حق ادا کر رہے ہیں۔ کلمۂ حق کہنے سے سنیوں کے قلوب صدا بہار پھولوں کی طرح مہکنے لگے۔ مرجھائی کلیاں تڑپنے لگیں۔ نیم جاں سُنی خوابِ غفلت سے بیدار ہونے لگے، ہر ایک میں "تڑپ، لگن، جذبہ، ہمت، اور ولولہ پیدا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا! آسمان جھک رہا ہے۔ ماہ و انجم نچھاور ہو رہے ہیں۔ سنیوں کی رگ رگ اور گوشہ گوشہ میں ایک نئی جان جنم لینے لگی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں عہد و پیماں ہونے لگے ہم ایک ہیں۔ ایک ہی رہیں گے، سوادِ اعظم کے فلاح و بہبود کے لیے کام کریں گے۔ نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور تحفظِ مقامِ مصطفےٰ کے لیے برسرِ پیکار ہوں گے" "سو سنار کی ایک لوہار کی" کے مصداق علامہ رضوی نے سنیوں کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے واضح لفظوں میں پھر ایک اور قرارداد پیش کی۔ اہلسنت و جماعت کا عظیم اجتماع مارشل لار انتظامیہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ تمام محکموں خصوصاً محکمہ اوقاف میں اہلسنت و جماعت کے حقوق جس بے دردی سے پامال ہو رہے ہیں۔ اس کا فوری طور پر تدارک کیا جائے مذہبی و ملی امور کے طے کرنے میں اہلسنت کو پوری پوری نمائندگی دی جائے۔ یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ تشکیل پاکستان اور حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں علمار و مشائخ اور عوام اہلسنت نے مالی و جانی ہر قسم کی قربانیاں دے کر یہ خطۂ پاک حاصل کیا ہر آڑے وقت میں علمار و مشائخ اہلسنت نے تن من سے قربانیاں دیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے نظریۂ پاکستان کی حفاظت کی ہو اس کی آب یاری کی۔ خون دیا ہو وہ تو محروم رہیں۔ اور ان کے حقوق تلف کیے جائیں۔

دستار بندی و تقسیم اسناد کے بعد علمار کرام کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیت العلمار پاکستان کی تقریر کا اعلان ہوا۔ نعروں کی گونج میں نورانی میاں نے معراج نبوی کے موضوع پر علم و عرفان سے معمور تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر نہایت ہلکی بارش کی پھوار شروع ہو گئی۔ علامہ رضوی کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ انشاء العزیز بارش نہیں ہوگی۔ آپ اطمینان سے تقریر سنیں۔ علامہ نورانی نے فرمایا یہ تو رحمت کی پھوار ہے۔ المختصر تقریر جاری رہی۔ مجمع دم بخود معراجِ رسول کے واقعات کو سنتا رہا اور ہر شخص کے دِل میں عشق و محبت رسول کے دریا موجزن ہو گئے۔ رات ۲ بجے تک یہ محفل نور جمی رہی اور آخر میں بحضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صلوٰۃ والسلام عرض کیا گیا اور پاکستان کے استحکام و بقارِ عالم اسلام کی ترقی اور مسلمانانِ عالم کے لیے بحضور رب العلمین جل جلالہ دعا کی گئی! آمین۔

خاتمِ اکابرِ مجلس			مجمع البرکاتِ اشرفی		
۹۸	ھ	۱۳	۹۸	ھ	۱۳

ابو المعارف محمد نسل کریم عابد گوڑھی شاہو لاہو

دانا دی نگری دا دِیوا سیّد احمد جناب
عمل دا سچا نمونہ، علم دی سنہری کتاب
ہو گیا دنیا تو اوہلے دیکھیا فرقت دا داغ
قبر دے گوشے دے اندر ہو گیا آسودہ خواب
آکھیا ہاتف نوں پچھ کے دس ذرا سن وصال
کلُ نفسٍ ذائقۃ الموت دا لایا جواب
۶۱۹ ۷ ۸